ثقافتی اقدار کے فروغ اور تحفظ میں اسلامی ریاست کا کردار

(ایم فل علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

سید عون علی

ایم فل علوم اسلامیہ

MP-IS-F22-323

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

سیشن 2022ء-2024ء

ثقافتی اقدار کے فروغ اور تحفظ میں اسلامی ریاست کا کردار

(ایم فل علوم اسلامیہ)

مقالہ نگار

سید عون علی

ایم فل علوم اسلامیہ

27-MPhil/IS/F22

مقالہ نگران

ڈاکٹر عبد الروف

لیکچرار

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

شعبہ اسلامی فکر و ثقافت

فیکلٹی آف سوشل سائنسز

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

© **سید عون علی**

بسم الله الرحمن الرحيم

فارم برائے مقالہ و دفاع مقالہ

(Thesis and Defense Approval Form)

زیر دستخطی تصدیق کرتے ہیں کہ انہوں نے مندرجہ ذیل مقالہ پڑھا اور مقالہ کے دفاع کو جانچا ہے، وہ مجموعی طور پر امتحانی کار کردگی سے مطمئن ہیں اور فیکلٹی آف سوشل سائنسز کو اس مقالے کی منظوری کی سفارش کرتے ہیں۔

مقالہ بعنوان: **ثقافتی اقدار کے فروغ اور تحفظ میں اسلامی ریاست کا کردار**

Translation of Title in English & Roman

The Role of an Islamic State in the Promotion and Protection of Cultural Values

Saqafti Aqdaar Ke Faroogh Aur Tahafuz Mein Islami Riyast Ka Kirdaar

نام ڈگری: ماسٹر آف فلاسفی علوم اسلامیہ

نام مقالہ نگار: سید عون علی، رجسٹریشن نمبر: 27-MPhil/IS/F22

ڈاکٹر عبد الرؤف (نگران مقالہ)	____________ دستخط نگران مقالہ
ڈاکٹر ریاض احمد سعید (صدر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت)	____________ دستخط صدر، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت
پروفیسر ڈاکٹر ریاض شاہ (ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز)	____________ دستخط ڈین فیکلٹی آف سوشل سائنسز

تاریخ: ____________

حلف نامہ فارم

(Canidate Declaration Form)

میں سید عون علی ولد سجاد حسین شاہ

رول نمبر: MP-1S-F22-323 رجسٹریشن نمبر: NUML-F22-28502

طالب، ایم فل، شعبہ علوم اسلامیہ، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز (نمل) اسلام آباد

حلفا اقرار کرتا ہوں کہ مقالہ

بعنوان: **ثقافتی اقدار کے فروغ اور تحفظ میں اسلامی ریاست کا کردار**

Saqafti Aqdaar Ke Faroogh Aur Tahafuz Mein Islami Riyast Ka Kirdaar

ایم فل علوم اسلامیہ کی ڈگری کی جزوی تکمیل کے سلسلہ میں پیش کیا گیا ہے، اور ڈاکٹر عبد الرؤف کی نگرانی میں تحریر کیا گیا ہے۔ راقم الحروف کا اصل کام ہے، اور یہ کہ مذکورہ کام نہ تو کہیں اور جمع کرایا گیا ہے، نہ ہی پہلے سے شائع شدہ ہے اور نہ ہی مستقبل میں کسی بھی ڈگری کے حصول کے لئے کسی دوسری یونیورسٹی یا ادارے میں میری طرف سے پیش کیا جائے گا۔

نام مقالہ نگار: سید عون علی

دستخط مقالہ نگار:

نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز، اسلام آباد

انتساب

میں اپنی اس کوشش کو اپنے والدین نام کرتا ہوں جن کی نیک
تمناؤں، دعاؤں اور تربیت سے میں اس قابل ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور
آخرت کی تمام بھلائیاں عطا فرمائے (آمین)

اظہار تشکر

اللہ تعالی کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس کی توفیق سے یہ مقالہ لکھنے کی ہمت ہوئی اللہ تعالی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے میں اپنے والدین کا شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے پڑھایا اس قابل بنایا کہ میں یہ کام کر سکوں اپنے تمام اساتذہ کا شکر گزار ہوں جن کی محنت اور لگن کی وجہ سے میں اپنے اس کام کو تکمیل تک پہنچایا میرے نگران مقالہ ڈاکٹر عبد الرؤف کی ہمہ وقت کوشش اور دستیابی کی وجہ سے یہ کام آسان ہوا، میں ان کا شکر گزار ہوں انہوں نے مجھے وقت دیا میرے کام کو سراہا۔ صدر شعبہ ڈاکٹر ریاض احمد سعید صاحب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے مختلف امور میں رہنمائی فرمائی۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں کامیابی نصیب فرمائے۔ آمین

Abstract

This thesis explores the pivotal role of an Islamic state in promoting and protecting cultural values within its society. It examines how an Islamic state serves as a custodian of cultural heritage, ensuring the preservation of traditions, customs, and ethical norms that define its identity. The study delves into various mechanisms through which an Islamic state fosters cultural values, including education, legislation, and community engagement. It highlights the importance of integrating Islamic teachings into the educational curriculum to instill a sense of cultural pride among citizens. Furthermore, the research analyzes the legislative framework that upholds cultural values and promotes social justice, equity, and human rights. The thesis also addresses the challenges faced by Islamic states in safeguarding cultural heritage against external threats and internal discord. By investigating case studies and historical contexts, this research aims to provide a comprehensive understanding of how an Islamic state can effectively contribute to the promotion and protection of cultural values, ultimately fostering a harmonious and cohesive society.

Keywords: Cultural Heritage, Cultural values,Education ,Ethics, Islamic State,

Legislation, Preservation, Social Justice

فہرست عنوان

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
1	مقالہ کی منظوری کا فارم	IV
2	حلف نامہ	V
3	انتساب	VI
4	اظہار تشکر	VII
5	تعارفی ملخص(Abstract)	VIII
6	**باب اول: تعارفی مباحث**	04
7	**باب دوم: قرآن وسنت کی روشنی میں ثقافت اور ثقافتی اقدار کا مطالعہ**	15
8	فصل اول: ثقافت کی لغوی و اصطلاحی تحقیق	16
9	فصل دوم: ثقافتی اقدار کا قرآن کی روشنی میں مطالعہ	25
10	فصل سوم: ثقافتی اقدار کا سنت نبویؐ کی روشنی میں مطالعہ	53
11	**باب سوم : عہد نبوی ﷺ کی ریاست میں ثقافتی اقدار کا فروغ اور تحفظ**	79
12	فصل اول: عہد نبویؐ میں رائج ثقافتی اقدار	80
13	فصل دوم: عہد نبویؐ میں ثقافتی اقدار کا فروغ	120

141	فصل سوم: عہد نبویؐ میں ثقافتی اقدار کا تحفظ	14
163	**باب چہارم: ثقافتی اقدار کے فروغ اور تحفظ میں اسلامی ریاست کا کردار**	15
166	فصل اول: پاکستان میں رائج ثقافتی اقدار	16
183	فصل دوم: پاکستان کی ثقافتی اقدار کا فروغ و تحفظ	17
195	فصل سوم: اسلامی ریاست کا ثقافتی کردار	18
218	نتائج بحث	19
219	سفارشات	20
220	قرآنی آیات	21
224	احادیث	22
230	اماکن	23
231	مصادر و مراجع	24

باب اول: تعارفی مباحث

فصل اول: موضوع تحقیق کا تعارف اور ضرورت و اہمیت

فصل دوم: دراسات سابقہ اور جواز تحقیق

فصل سوم: مقاصد تحقیق، سوالات تحقیق اور منہج تحقیق

فصل اول: موضوع تحقیق کا تعارف اور ضرورت و اہمیت

موضوع کا تعارف:(Introduction To The Topic)

افراد کا اجتماع قوم کو تشکیل دیتا ہے۔ قوم کے مشترکہ نظریات و عملیات اس قوم کی تہذیب بن جاتے ہیں۔یہی تہذیبی مظاہر قومی ثقافت کہلاتے ہیں۔اس ثقافت کی شناخت وہ اقدار ہوتی ہیں جن کے ساتھ معاملات طے پاتے ہیں۔یہی اقدار قومی وقار کی علمبردار ہوتی ہیں۔ان اقدار کے خلاف چلنے والوں کو معاشرہ ناپسند کرتا ہے۔بعثت محمدیہ سے قبل دنیا کی تمام بڑی آبادیواں کو انکے مٹھی بھر بااثر افراد نے پنجہ استبداد میں جکڑ رکھا تھا۔لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔ہندو معاشرے کو برہمن،یہود و نصاریٰ کو احبار و رہبان لوٹ رہے تھے۔ قرآن مجید نے خبر دی

اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ[1]

بیشک بہت سے پادری اور روحانی درویش باطل طریقے سے لوگوں کا مال کھا جاتے ہیں۔

ایران اور گردونواح آتش پرستوں کے رحم و کرم پر تھا۔ عرب معاشرہ جاہلیت کی بھینٹ چڑھ چکا تھا۔ عرضیکہ دنیا جہالت و ظلم کے اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔ انسانیت کی بقا کے لیے بڑا خطرہ خود انسان بن چکا تھا۔ بچیوں کو زندہ دفنانے کا رواج عام تھا۔ شرک و کفر عروج پر تھا۔ قتل و انتقام، شراب نوشی، چوری،ڈاکہ اور لوٹ مار جیسے قبیح جرائم اقدار و رواج کا مقام حاصل کر چکے تھے۔عفوودرگزر،اخوت و مساوات، صبر و تحمل، احترام انسانیت جیسی فطرتی اقدار ناپید ہو چکی تھی۔ قرآن مجید بتاتا ہے۔

وَ كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا.......[2]

(تم آگ سے بھرے ہوئے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا۔)

---

[1] القرآن، التوبۃ:34

[2] ال عمران:103

اللہ تعالیٰ کو انسانیت پر رحم آیا اور نبی رحمت کو مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کی شکل میں ایک مکمل ضابطہ حیات عطا فرمایا-اسلام نے عقائد کی تعلیم سے انسانی فکر کی اصلاح کی اور معاملات کی اصلاح کے لیے صحیح اقدار کا نظام وضع کیا۔ اس نظام کی بنیاد اقامت صلوۃ جیسے عظیم الشان فریضہ کے قیام پر رکھا۔ جس میں نہ صرف معاشرے کی اصلاح کی ضمانت ہے بلکہ صحیح اقدار کے فروغ و تحفظ کی بھی ضامن ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ-----[3]

(یقینا نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے۔)

نماز ایک مثال ہے جس خالص ثقافتی اقدار جنہم لیتی ہیں۔ نظام قیام صلاۃ خالص اسلامی ثقافت کے اقتدار تحفظ کا ضامن بھی ہے جس معاشرے میں نظام صلاۃ ہو گا وہاں برائی کا راستہ رکا رہے گا اچھائی رواج پائیگی۔

اسلام نے انسانیت کے فروغ و تحفظ کے لیے اپنے مشن کا آغاز عرب معاشرے سے کیا۔ ثقافتی اصلاح آپ نے بڑے حکیمانہ انداز سے کی یہ حکمت تین صورتوں پر مشتمل تھی۔

پہلا جس چیز کو غلط پایا اس سے روکا اور اس پر مکمل پابندی عائد کی گناہ کا درجہ دیا اور سزا مقرر کی۔ مثلاً شرک، قتل وغیرہ

اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْم[4]

(بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔)

اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنّ------[5]

(کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے عوض آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے عوض کان اور دانت کے بدلے دانت)

دوسرا یہ کہ جس کام کو درست پایا اس کو بحال رکھا۔ مثلاً خانہ کعبہ کی تعمیر اور حجاج کی خدمت وغیرہ

---

[3] العنکبوت:45

[4] لقمان:13

[5] المائدہ:45

تیسرا وہ کام جو درست تھا لیکن اس کے بعض حصے قابل اصلاح تھے۔اس صورت درست کو بحال رکھا تاہم اس کی جزوی اصلاح کر دی۔ مثلاً مسئلہ متبنیٰ وغیرہ جس میں منہ بولا بیٹا بنانے کی رسم کا بحال رکھا تاہم اس کے ساتھ اس کے اصل باپ کے نام کو نہ لگانا گناہ قرار دیا۔۔ہجرت مدینہ کے بعد آپ نے ریاست قائم کی اس کے بنیادی اداروں کا قیام عمل میں لایا۔ آپ جو کام ہجرت سے پہلے محض دعوتی تھا اب نظام کی حیثیت حاصل ہو گئی۔ ثقافت و اقدار کی صورت میں ریاست نے اس کے تحفظ و ترقی کا ذمہ اپنے سر لیا۔ریاست مدینہ نے اپنے اداروں کے ذریعہ کے ذریعے اسلامی تعلیمات کو ثقافتی اقدار کا نہ صرف درجہ دیا بلکہ ان کے فروغ و تحفظ میں اہم کردار ادا کیا۔

تاریخ شاہد ہے کہ عرب جو معاشی معاشرتی،سیاسی اور مذہبی اعتبار سے زوال پذیر تھی۔ریاست مدینہ نے ان کی اصلاح کے لیے جو کردار ادا کیا اس کے باعث نہایت مختصر عرصہ میں یہ معاشرہ خوبصورت اور بہترین ثقافتی اقدار کے باعث مثالی معاشرہ بن گیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ معاشرہ اپنی مضبوط ثقافتی اقدار کے باعث دنیا پر غالب آگیا۔ یہ اقدار آج کی دنیا میں اپنی مقبولیت برقرار رکھے ہوئے ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ان اقدار میں مسائل و مشکلات کا حل موجود ہے۔ اسلام انسانی مسائل و مشکلات کا نہ صرف حل دیتا ہے بلکہ اس کے تمام سوالات،اشکالات جواب بھی دیتا ہے۔

آج وطن عزیز پاکستان جن سیاسی ،معاشی،معاشرتی ،مذہبی مسائل کا شکار ہے وہ کسی طور ان مسائل سے کم نہیں جو۔ریاست مدینہ کو قیام کے وقت درپیش تھے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ ان مسائل کے حل کے لیے ریاست اسلامیہ اس کردار کی نشاندہی کی جائے جس سے راہنمائی حاصل کر کے ہم وطن عزیز کے مسائل کے حل کا راستہ نکال سکیں۔

تحقیقی مقالہ اسی مسئلہ کی توضیم اور حل فراہم کرنے کی جستجو ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے شرح صدر عطاء فرمائے۔

ضرورت واہمیت:(Significance Of The Study)

علم کا فقدان اقوام کے لیے نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ناخواندہ لوگ جب فیصلوں کی ڈور سنبھال لیتے ہیں تو معاشرہ تعصب،شدت پسندی اور انتشار کا شکار ہوتا ہے۔ ثقافت سے کوئی انسان دوری اختیار نہیں کر سکتا-اس کے اجزاء سے دور ہونا ممکن نہیں ہے۔ جس دور میں ذہن سازی اس طرح کی جائے کہ اب دور تہذیبوں کے تصادم کا ہے ،اب جنگ ثقافتی اقدار کی ہے تو اس امر کی ضرورت پیش آتی ہے کہ یہ سمجھا جائے کہ تہذیب ہی انسانی فطرت ہے اور خطے کی ضروریات ہی

ثقافتی اقدار کی ایجاد ہیں۔ معاشرے میں رہائش پذیر لوگ ثقافتی اقدار کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ان لوگوں کی پہچان ان کی مخصوص اقدار سے ہی ہوتی ہے۔

تاریخ عالم میں اقوام ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتی رہی ہیں۔ غالب قوم ہمیشہ مغلوب قوم پر اپنا تہذیبی و ثقافتی اثر چھوڑتی رہی ہے۔ غلام قوم فکری طور پر جکڑی جاتی ہے۔ فاتحانہ انداز سے داخل ہونے والی قوم کی ہر اچھی یا بری قدر اپنالی جاتی ہے۔ برصغیر بھی ایسی ہی صورت حال سے دوچار رہا ہے۔ انیسویں اور بیسویں صدی کی غلامی نے مسلمانوں کو اپنی تہذیب و ثقافت کو کمتر سمجھنے پر مجبور کر دیا۔ مسائل نے تب جنم لیا جب اسلامی نظریہ ثقافت کو پرانی طرز ثقافت (old Fashioned) کے طور پر دیکھا جانے لگا- اسلامی ثقافت کو تنگ نظر خیال کیا جانے لگا- دنیا کی باقی ماندہ ثقافتوں کو تعمیر و ترقی کا راز تسلیم کر لیا گیا۔ ثقافتی اقدار اقوام کا ورثہ ہوتی ہیں- اقوام کی جداگانہ حیثیت کی علمبردار ہوتی ہیں- ان سے تعلق ہی اقوام کی پہچان کو سلامت رکھتا ہے-

اسلامی ریاست کے قیام ہو جانے کے بعد اہم ثقافتی مسائل سامنے آئے۔ جیسے کہ عرب ثقافت میں متبنیٰ (منہ بولا بیٹا) ایک قدر موجود تھی۔ اس کی وجہ سے عائلی اور وراثتی مسائل کا سامنا ہوا۔اسی طرح مصوری، ثقافتی کھانے، برتنوں کا استعمال، خواتین کا معاشرتی مقام، مہمان نوازی میں انا اور باقیہ قبائلی و علاقائی رسوم جیسے ثقافتی مسائل درپیش آئے۔ وطن عزیز پاکستان کو بھی ثقافتی مسائل جن میں شادی بیاہ کی ثقافتی رسومات، فن موسیقی، مصوری، تصویر سازی، موسمی میلے اور علاقائی اقدار وغیرہ درپیش ہیں۔

اس تحقیق میں اس بات کو سمجھنے کی سعی ہو گی کہ اسلام کے ثقافتی اصول کیا ہیں اور اسلام نے کس طرح عرب کی ثقافتی اقدار میں اصلاح کر کے اس معاشرے میں دوبارہ رائج کیا۔ ریاستی سطح پر کونسے اقدامات کیے گئے جن سے اقدار کو فروغ ملا -کونسی ایسی قدریں تھی جن کو ریاستی سطح پر تحفظ دینے کی ضرورت تھی- ان تعلیمات کی روشنی میں ہم اپنی ثقافت میں غور و فکر کر کے اس کی کانٹ چھانٹ اور اصلاح کے بعد ثقافتی قدروں کے فروغ اور تحفظ کے لیے موثر اقدامات کر سکیں۔ ثقافتی اقدار زندگی کے ہر پہلو پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس لیے اس تحقیق کے ذرایعے سے وہ راستہ تلاش کیا جائے گا جو ثقافتی اقدار کے فروغ اور تحفظ کے لیے اسلامی ریاست کے کردار (پالیسیوں اور نفاذ) کی عملی صورت کو ممکن بنا سکے۔

فصل دوم: دراسات سابقہ اور جواز تحقیق

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ: (Review Of The Literature)

مقالہ جات

- پاکستانی معاشرے میں اسلامی تہذیب و تمدن کا احیاء (سیرت طیبہ کی روشنی میں تجزیاتی مطالعہ) مقالہ نگار جواد حسیب، شعبہ اسلامی فکر و ثقافت، نمل یونیورسٹی اسلام آباد:2022ء

اس تحقیقی مقالے میں پاکستانی معاشرے کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ اسلامی تہذیب و تمدن کا تعارف کروایا ہے-اسلامی تہذیب و تمدن کے اصولوں، اس کی خصوصیات و امتیازات پر سیر حاصل تحقیقی بحث کی ہے- سیرت طیبہ ﷺ سے واقعات کو بیان کر کے عملی نفاذ کی بات کی گئی ہے-ثقافتی اقدار اور ان کے تحفظ کے بارے میں محقق نے اپنی تحقیق میں ذکر نہیں کیا جو میرا موضوع تحقیق ہے۔

- Impact of prevailing socio-cultural values and practices in Pakistani society :An analytical study in islamic perspective Mobeena kousar ,faculty Islamic thought and culture,NUML University Islamabad :2021

اس تحقیق مقالے میں مقالہ نگار نے ثقافت کی تاریخ و خصوصیات بیان کی ہیں۔ پاکستانی ثقافتی اقدار کو زیر بحث لایا ہے۔ اقدار کی بنیاد، خاندانی اقدار، مذہبی اقدار، تعلیمی اقدار ان تمام اقدار کو بطور معاشرتی بنیادی اصولوں کے بیان کیا ہے۔ معاشرتی ثقافتی اقدار کا جائزہ اس کے اثرات اور اس کے تسلسل کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مقالے میں پاکستانی ثقافتی اقدار اور ان کے عملی مظاہر و اثرات پر تحقیق کی گئی ہے۔ ثقافتی اقدار کے تحفظ کو محققہ نے تحقیق کا حصہ نہیں بنایا جو میرا موضوع تحقیق ہے۔

- A Textual Analysis of Western Thought and Civilization from the Perspectives of Scholars of the 20th Century, Azlan Khalili Shamsuddin,Faculty of Communication and media studies, Universiti Teknologi MARA (Malaysia):2008

اس تحقیقی مقالے میں مقالہ نگار نے مغربی تہذیب و فکر کو مسلمان مفکرین کی آراء کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ مغربی اخلاقی اور روحانی افکار کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ معاشرے میں رائج تمام افکار کو مسلمان مفکرین کے اسلامی نقطہ نظر سے بیان کیا ہے۔ اس مقالے میں مغربی افکار اور تہذیب کی تاریخ کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس مقالے میں ثقافت اور ثقافتی اقدار کے حوالے سے تحقیق نہیں کی گئی۔

آرٹیکلز:

- تہذیب و تمدن کی اصلاح میں اسلام کا کردار، پی ایچ ڈی اسکالر، تنویر ہمہ انصاری، شعبہ تقابل ادیان اور اسلامی ثقافت ،سندھ یونیورسٹی جامشورو، مجلہ علوم اسلامیہ اسلام آباد، جولائی-دسمبر 2022ء

اس آرٹیکل میں اسلام کا تہذیبی کردار اس کے اثرات پر تحقیق کی گئی ہے-اسلام سے قبل تمام بڑی تہذیبوں کا تعارف اوران کے عقائد وافکار کو بیان کیا گیا ہے-رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل دنیا کے اخلاقی احوال کا ذکر کیا گیا ہے-

- پاکستانی ادب اور مسلم کلچر کے مباحث، پی ایچ ڈی اسکالر، محمد سیف اللہ خان، شعبہ اردو، ایجوکیشن یونیورسٹی لاہور ،العرفان، ششماہی علمی و تحقیقی مجلہ، جولائی-دسمبر 2021ء

اس آرٹیکل میں ادب، تہذیب اور ثقافت پر تحقیق کی گئ ہے-پاکستانی ثقافت اور مسلم ثقافت کلچر پر مختلف آراء کو شامل کیا گیا ہے-پاکستانی ثقافت کو مسلم ثقافت اور اسلامی تہذیب کی جدید ثقافت قرار دیا ہے-ثقافت اور مذیب کا تعلق واضح کیا گیا ہے-

- خلافت راشدہ کے معاشرتی احسانات، ڈاکٹر مستفیض احمد علوی، القلم، ج ۱۲، شمار ۱۲، ص ۲۳-۳۹

اس آرٹیکل میں خلفائے راشدین کے روشن کارناموں کا ذکر کیا گیا ہے۔ خلفاء کی ثقافتی اقدار کی پالیسی کو بیان کیا گیا ہے۔ اسلامی ریاست (دور خلافت) نے جو فیصلے کیے اور اقدار کو محفوظ کرنے کے لیے اقدامات کیے ان کو بیان کیا گیا ہے۔

- Ali Imran Sinaga, Islamic Culture and Culture of Islam (As a Reflection in Rediscovering of Standard Absorption of Culture in Islamic Teaching),Faculty of Tarbiyah and Education, State Institute for Islamic Studies Medan, Indonesia IOSR Journal Of Humanities And Social Science Volume 21, Issue 5, Ver. 2 (May. 2016)

اس آرٹیکل میں اسلامی ثقافت کے بارے میں تحقیق کی گئ ہے-اسلامی ثقافت کے تنوع کو رسول اللہ ﷺ کے دور حکمرانی،خلفائے راشدین اور بادشاہت کے ادوار سے واضح کیا گیا ہے-

اخبارات،رسائل:

- Shiza malik,Preseving pakistan's rich cultural heritage,17 june ,2015 DAWN
- Preserving our culture,15December 2013,The Express Tribune
- ثمرین عامر باری,ثقافت کا تحفظ ،25نومبر2016ء،روزنامہ جنگ
- اسلم اعوان,ثقافتی ورثے کا تحفظ کیسے ہو؟،8اپریل2021ء،روزنامہ دنیا

کتب:

- جواد علی،المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام,دار الساقی،بیروت لبنان،۲۰۰۱ء

اس کتاب میں مصنف نے خطہ عرب کے احوال کو بیان کیا ہے۔اہل عرب کی سماجی،سیاسی،اقتصادی اور ثقافتی تاریخ کو بیان کیا ہے۔عرب میں آباد قبائل کی تاریخ اور ان کے علاقوں کے بارے میں تعارف پیش کیا ہے۔عرب کا جغرافیائی تعارف اور وہاں کی آب وہوا اور وسائل پر بات کی ہے۔

- شاہ ولی اللہ دہلوی،حجۃ اللہ البالغہ،ترجمہ وتشریح:مولانا محمد حنیف ندوی،ادارہ ثقافت اسلامیہ،لاہور،۱۹۷۹ء

شاہ صاحب نے معاشرے کی تہذیبی حیثیت کو واضح کیا ہے۔اس بات کو سامنے لایا کہ تہذیب بنیادی طور پر فطرت میں ایک ہی ہے اس کے مظاہر مختلف ہیں اور ثقافت کسی معاشرے میں کسی مسئلے کے حل یا مصیبت سے نجات کے طور پر معروف ہوتی ہے۔شاہ صاحب نے اس میں تہذیب وثقافت کی بنیاد پر بحث کی ہے-

- صدیقی،یٰسین مظہر،عہدِ نبوی میں تمدن،ادارۂ تحقیقات اسلامی،علی گڑھ،۱۹۸۸ء

اس کتاب میں مصنف نے رسول اللہ ﷺ کے دور میں موجود ثقافتی اقدار کا ذکر کیا ہے-معاشرے میں رائج تمام رسوم کو بیان کیا ہے-رسوم کی ثقافتی اور تہذیبی حیثیت کا واضح کیا ہے۔

- القادری، محمد طاہر، سیرۃ الرسول ﷺ کی تہذیبی و ثقافتی اہمیت, منہاج القرآن پرنٹرز، لاہور، ۲۰۰۷ء

اس کتاب میں مصنف نے رسول اللہ ﷺ کے دور سے قبل تہذیبوں کے احوال بیان کیے ہیں۔ بڑی اور مشہور تہذیبوں کی بات کی ہے۔ عالمی سطح پر اس کی اہمیت کو واضح کیا ہے۔

علوی، مستفیض احمد، ریاست و حکومت کے اسلامی اصول، یورپ اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۰ء

اس کتاب میں مصنف نے اسلامی ریاست کی بات کی ہے۔ ریاست و خلافت کے قرآنی تصور سے آغاز کیا ہے۔ اس دور میں موجود ریاستوں کا تجزیہ اور رسول اللہ ﷺ کا ریاستی نظام بیان کیا ہے۔ اسلامی ریاست کے بنیادی اصولوں پر بات کی ہے۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالی ہے۔

- Huntington, Samuel P. The Clash of Civilizations and the Remaking of World Order. New York: Simon & Schuster, 1996.

اس کتاب میں مصنف نے سیاسی و معاشی نظریات کا جائزہ لیتے ہوئے مستقبل کی ممکنہ پیشن گوئی کی ہے۔ مصنف نے دنیا میں تنازعات کا سبب تہذیبوں کا تصادم بتایا ہے۔ معروف و مشہور تہذیبیں آپس میں الجھ جائیں گی جن کی بنیاد پر اقوام برسرپیکار ہوں گی۔

- Maron, Stanley. *Pakistan: Society and Culture*. New Haven, CT: Human Relations Area Files, 1957.

اس کتاب میں مصنف نے پنجابی، بنگالی، چٹاگانگ اور پشاور کے علاقوں میں وقت گزارا- شہری اور دیہاتی زندگی کا قریب سے مشاہدہ کیا- مذہب اور ثقافتی اقدار کا بغور جائزہ لیا- ثقافتی اقدار کے حوالے سے لوگوں کے روایے اور جذبے کو بیان کیا ہے- دیہاتی رہن سہن، مذہبی و علاقائی رسومات وغیرہ کو بیان کیا ہے-

دراسات سابقہ کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ موضوع "ثقافتی اقدار کے فروغ اور تحفظ میں اسلامی ریاست کا کردار" پر کام نہیں ہوا۔ اس موضوع پر تحقیق کی گنجائش موجود ہے۔

جوازِ مسئلہ:(Rational Of The Study)

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو فرد، معاشرہ اور ریاست کے ہر پہلو کو اپنے احکامات اور رہنمائی کے دائرے میں شامل کرتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ریاست کا فرض صرف نظم و نسق، عدل و انصاف، اور حدود کا نفاذ نہیں بلکہ معاشرے میں دینی، اخلاقی اور ثقافتی اقدار کی حفاظت، ترقی اور ترویج بھی اس کی اہم ذمہ داریوں میں شامل ہے۔

موجودہ دور میں اسلامی دنیا کو جہاں سیاسی، معاشی اور سماجی چیلنجز کا سامنا ہے، وہیں ثقافتی سطح پر بھی ایک شدید بحران درپیش ہے۔ مغربی تہذیب کے اثرات، میڈیا کی یلغار، گلوبلائزیشن، اور قومی شناخت کی کمزوری نے اسلامی ثقافتی اقدار کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ مسلمانوں کے لباس، زبان، معاشرتی رویے، رسوم و رواج اور اجتماعی شناخت میں غیر اسلامی رنگ غالب آتے جا رہے ہیں۔ ایسے حالات میں یہ جاننا ازحد ضروری ہے کہ اسلامی ریاست کا کردار ان اقدار کے فروغ اور تحفظ کے لیے کیا ہونا چاہیے۔ کیا ریاستی ادارے، تعلیمی نظام، میڈیا، قانون سازی اور عدلیہ اسلامی ثقافت کے فروغ میں اپنا مؤثر کردار ادا کر رہے ہیں؟ اگر نہیں، تو کون سے عملی اقدامات کیے جانے چاہییں؟

یہ تحقیق اسی ضرورت کا ادراک کرتے ہوئے کی جا رہی ہے کہ اسلامی ریاست کی ذمہ داریوں کا جائزہ لیا جائے اور قرآنی تعلیمات، احادیث، سیرتِ نبوی ﷺ، اور اسلامی تاریخ کی روشنی میں ان رہنمائیوں کو سامنے لایا جائے جن کے ذریعے ایک ریاست اپنی دینی اور تہذیبی شناخت کو محفوظ رکھ سکتی ہے۔ یہ تحقیق جدید چیلنجز کا اسلامی حل پیش کرنے کی کوشش کرے گی تاکہ مسلم معاشرے اپنی ثقافت کو کھوئے بغیر ترقی کی راہ پر گامزن ہو سکیں۔

فصل سوم: مقاصد تحقیق، سوالات تحقیق اور منہج تحقیق

تحقیق کے مقاصد:(Objectives Of The Study)

1. قرآن سنت کی روشنی میں ثقافتی اقدار کا مطالعہ کرنا۔
2. عصر حاضر میں ثقافتی اقدار کے فروغ اور تحفظ کے سلسلے میں سیرۃ النبیؐ سے استفادہ کرنا۔
3. عصر حاضر میں اسلامی ریاست کی ثقافتی ذمہ داریوں کا جائزہ لینا۔

تحقیقی سوالات:(Research Questions)

1. ثقافتی اقدار کی قرآن و سنت میں کیا حیثیت ہے؟
2. ثقافتی اقدار کے فروغ اور تحفظ کے حوالے سے رسول کریمؐ کی حکمت عملی سے استفادہ کس طرح ممکن ہے؟
3. عصر حاضر میں ثقافتی اقدار کے فروغ اور تحفظ میں اسلامی ریاست اپنی ذمہ داری کیسے پوری کر سکتی ہے؟

تحدید موضوع:(Delimitions Of The Study)

عہد نبوی ﷺ کی روشنی میں پاکستانی ریاست کی ثقافتی اقدار کا مطالعہ کیا جائے گا۔

منہج تحقیق:(Research Methodology)

- موضوع کے لیے تجزیاتی تحقیق کا طریقہ اپنایا گیا ہے۔
- قرآن مجید میں موضوع سے متعلق آیات کی تفہیم کے لیے تفاسیر جیسے کہ مفاتیح الغیب، جامع البیان، تفسیر ابی السعود، تفہیم القرآن، تیسر القرآن وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔
- موضوع سے متعلق احادیث سے استفادہ کے لیے صحاح ستہ اور باقی کتب احادیث جیسے کہ السنن الکبری، المستدرک علی الصحیحین، السنن لدارمی، مسند احمد وغیرہ سے مدد حاصل کی گئی ہے۔
- سیرت النبوی ﷺ اور کتب تاریخ سے موضوع کے متعلق واقعات کے لیے سیرۃ النبویہ ﷺ، سبل الھدیٰ والرشاد، مغاذی للواقدی، الروض الانف، تاریخ الرسل والملوک، البدایہ والنھایہ وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔

- ثانوی مصادر جیسے کہ المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، تاریخ العرب قبل الاسلام، بلوغ العرب، رحیق المختوم، ضیاء النبی ﷺ، سیرۃ الرسول ﷺ کی تہذیبی و ثقافتی اہمیت عہد نبوی ﷺ میں نظام حکمرانی، ریاست و حکومت کے اسلامی اصول وغیرہ سے بھی بقدر ضرورت مدد حاصل کی گئی ہے۔
- لغوی تحقیقات کے فہم کے لیے لغات جیسے کہ لسان العرب، قاموس المحیط، فیروز الغات، اردو لغت (تاریخی اصول پر)، کیمبرج ڈکشنری، آکسفورڈ ڈکشنری وغیرہ سے مدد حاصل کی گئی ہے۔
- نمل لائبریری، انٹرنیشنل اسلامیہ یونیورسٹی لائبریری، ڈاکٹر حمید اللہ لائبریری، علامہ اقبال لائبریری سے موضوع کے متعلق مواد کے حصول اور تحقیقی مقالہ جات، آرٹیکلز اور مختلف کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔
- جدید ذرائع جیسے ویب سائٹس، مکتبہ شاملہ اور یوٹیوب وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔
- مقالے کے لیے نمل یونیورسٹی کا مجوزہ فارمیٹ مد نظر رکھا گیا ہے۔
- قرآن مجید کا اردو ترجمہ ابو اعلیٰ مودودیؒ کا ذکر کیا گیا ہے۔

ابواب و فصول کی ترتیب و تقسیم (Chapterization Of Research Theme)

باب اول: تعارفی تحقیق

باب دوم : قرآن و سنت کی روشنی میں ثقافت اور ثقافتی اقدار کا مطالعہ

فصل اول: ثقافت کی لغوی و اصطلاحی تحقیق

فصل دوم: ثقافتی اقدار کا قرآن کی روشنی میں مطالعہ

فصل سوم: ثقافتی اقدار کا سنت نبویؐ کی روشنی میں مطالعہ

باب سوم : عہد نبوی ﷺ کی ریاست میں ثقافتی اقدار کا فروغ اور تحفظ

فصل اول: عہد نبویؐ میں رائج ثقافتی اقدار

فصل دوم: عہد نبویؐ میں ثقافتی اقدار کا فروغ

فصل سوم: عہد نبویؐ میں ثقافتی اقدار کا تحفظ

باب چہارم: ثقافتی اقدار کے فروغ اور تحفظ میں اسلامی ریاست کا کردار

فصل اول: پاکستان میں رائج ثقافتی اقدار

فصل دوم: پاکستان کی ثقافتی اقدار کا فروغ و تحفظ

فصل سوم: اسلامی ریاست کا ثقافتی کردار

باب دوم : قرآن و سنت کی روشنی میں ثقافت اور ثقافتی اقدار کا مطالعہ

فصل اول: ثقافت کی لغوی و اصطلاحی تحقیق

فصل دوم: ثقافتی اقدار کا قرآن کی روشنی میں مطالعہ

فصل سوم: ثقافتی اقدار کا سنت نبویؐ کی روشنی میں مطالعہ

باب دوم : قرآن وسنت کی روشنی میں ثقافت اور ثقافتی اقدار کا مطالعہ

فصل اول: ثقافت کی لغوی و اصطلاحی تحقیق

انسان سے خاندان اور خاندان سے معاشرے کا ادارہ تشکیل پاتا ہے۔ تمام انسان معاشرے میں مروجہ اصول وضوابط کے تحت زندگی بسر کرتے ہیں۔ انسانیت ارتقائی مراحل سے گزر کر وقت کی رفتار کے ساتھ ترقی کی راہ پر گامزن ہوتی ہے۔ انسانی معاشرے بھی اسی طرح ارتقا کی منازل طے کرتے ہیں۔ علوم وفنون، رسم ورواج اور رہن سہن جغرافیائی تبدیلیوں کا اثر قبول کرتے ہیں۔ انہی تغیرات کو معاشرتی ارتقا یا ثقافتی ارتقا کہا جاسکتا ہے۔ معاشرے اپنی ثقافت کے علمبردار ہوتے ہیں۔ ثقافت کا براہ راست تعلق انسان کے ساتھ ہے۔ انسان کسی چیز کی اصل پہچان اس وقت حاصل کرتا ہے جب اس چیز کے معنیٰ و مفہوم اور تصور کا فہم حاصل کر لیتا ہے۔ اس لیے ضروری امر ہے کہ سب سے پہلے لفظ ثقافت کے معنیٰ و مفہوم سے واقفیت حاصل کی جائے۔ اس کے لغوی معنیٰ اور اصطلاحی مفہوم کو جانا جائے۔ اس فصل میں لفظ ثقافت کی لفظی و اصطلاحی تحقیق پیش کی جائیگی تاکہ تصور ثقافت سمجھنے میں آسانی پیدا ہو۔

• لغوی تحقیق:

ثقافت تہذیب کے وسیع تر معانی میں استعمال ہوتا رہا ہے۔ ثقافت بطور اصطلاح انیسوی صدی میں ماہر بشریات اور عمرانیات نے استعمال کیا۔ ثقافت دراصل عربی زبان کا لفظ کا جس کا مادہ ث ق ف ہے۔ انگریزی زبان میں اس کے لیے culture کا لفظ بولا جاتا ہے۔

عربی لغات میں معنی

لسان العرب میں ابن منظور نے ثقف کا معنیٰ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔[6]

ثقیف الشی ثقفا و ثقافا و ثقوفۃ ،حذقہ حاذق فھم

---

[6] ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار الصادر بیروت ۱۳۰۰ھ، ث ق ف، ص ۴۹۲

ابن منظور کے بیان کردہ معنیٰ میں ثقف و عقلمندی، سرعت سے سیکھنا اور کسی ٹیڑھی چیز کو سیدھا کرنا مہذب کرنا ہے۔

قاموس المیحط میں فیروز آبادی نے ثقف کا معنٰی بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔[7]

ثقف ککرم و فرح،ثقفا و ثقفا و ثقافۃ

ثقف کے لغوی معنی زیرک وسبک وچالاک ہونا، کامیاب ہونا، پالینا ہے۔

لغوی تحقیقات کے مطابق ثقف عقل مندی، کامیابی یا کسی چیز کو پالینا تمام معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ثقافت کسی معاشرے میں موجود اقدار کو دانش کے تقاضوں پر درست کرتی ہے۔ معاشرے کو مہذب بناتی ہے۔ ایسی اقدار جو معاشرے کے لیے نقصان دہ ہوں ان کو سرعت سے پہچان کر ان کا سدباب کرتی ہے۔ لغوی معانی کے تمام پہلو ثقافت کے وسیع مفہوم میں پائے جاتے ہیں۔

قرآن مجید سے اس مادہ کو استعمال کیا ہے۔

وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ--------[8]

(ان سے لڑو جہاں بھی تمہارا ان سے مقابلہ پیش آئے اور انھیں نکالو جہاں سے انھوں نے تم کو نکالا ہے)

قرآن مجید نے ثقف کو اس آیت میں پالینے کے معنوں میں استعمال کیا ہے۔

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِى الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ[9]

(پس اگر یہ لوگ تمہیں لڑائی میں مل جائیں تو ان کی ایسی خبر لو کہ ان کے بعد جو دوسرے لوگ ایسی روش اختیار کرنے والے ہوں ان کے حواس باختہ ہو جائیں۔ توقع ہے کہ بدعہدوں کے اس انجام سے وہ سبق لیں گے۔)

---

[7] قاموس المحیط، مجد الدین الفیروزآبادی، دار الحدیث ۲۰۰۸ء، ث ق، ص۲۱۸،

[8] البقرہ:191

[9] الانفال:57

قرآن مجید میں پالینے، پکڑ لینے کے معنوں میں اس کو استعمال کیا گیا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ثقف کا ایک معنیٰ پالینا ،حاصل کر لینا، پکڑ لینا ہے۔ قرآن مجید نے ثقف کو لغوی معانی میں ہی استعمال کیا ہے۔ قرآن مجید کا اس مادے کو لغوی معانی میں استعمال کرنے سے لغات کی تحقیق کو قوت ملتی ہے۔

حدیث میں بھی ثقف اپنے لغوی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔ طویل حدیث کا ایک ٹکڑا اس بات کی وضاحت کرتا ہے۔

ثم لحق النبي ﷺ وابو بكر بغار في جبل، يقال له ثور، فمكث فيه ثلاث ليال، يبيت عندهما عبد الله بن ابي بكر وهو غلام شاب، لقن ثقف[10]

(پھر نبی کریم ﷺ اور ابو بکرؓ ثور نامی پہاڑ کی ایک غار میں جا کر چھپ گئے اور تین دن تک اسی میں ٹھہرے رہے۔ عبد اللہ بن ابی بکرؓ رات آپ حضرات کے پاس ہی گزارتے تھے۔ وہ نوجوان ذہین اور سمجھدار تھے۔)

اس حدیث سے لغوی معنیٰ کو تقویت ملتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب جن کا تذکیرہ کیا جا رہا ہے تمام عرب النسل تھے۔ الفاظ کا اصل معنیٰ بخوبی جانتے تھے۔ اس لیے ثقف کا معنیٰ ذہین اور اہل عقل و دانش اہل لغت نے بیان کیا ہے۔

اردو لغات میں معنی

اردو لغت کے مصنفین نے ثقافت کا معنی یوں بیان کیا ہے۔

کسی قوم یا گروہ انسانی کے تہذیب کے اعلی مظاہر جو اس کے مذہب اخلاق علم و ادب اور فنون میں نظر آتے ہیں۔[11]

مولوی فیروز الدین نے ثقافت کا معنی یوں بیان کیا ہے۔

ثقافت کا معنٰی عقل مند ہونا، نیک ہونا، کسی طبقے کی تہذیب، کلچر[12]

سردار محمد نے ثقافت کا معنی یوں بیان کیا ہے۔

ثقافت کا، معنٰی تہذیب، طرز تمدن، عقل مند ہونا[13]

---

[10] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، الریاض، دار السلام ۱۹۹۹ء، کتاب اللباس، باب التقنع، حدیث ۵۸۰۷

[11] اُردو لغت (تاریخی اصول پر) اردو لغت بورڈ، محیط اردو پریس کراچی ۱۹۸۰ء، ثقافت ص ۳۲۰، ج ۶،

[12] فیروز اللغات، مولوی فیروز الدین، فیروز سنز لمیٹڈ ۲۰۰۵، ث ق، ص ۴۲۸

[13] علمی اردو لغت، سردار محمد، ث ق، ص ۵۱۶، علمی کتب خانہ لاہور ۱۹۷۶

وصی اللہ کھوکھر نے ثقافت کا معنی یوں بیان کیا ہے۔

ثقافت کسی گروہ انسانی کے تمدن کی امتیازی خصوصیات کا نام ہے۔

اردو کتب لغات کے مطابق ثقافت کسی معاشرے میں رہنے والے افراد کا انداز زندگی ہے۔انسان کے عقائد، رسم و رواج، طرز علم، بود باش تمام پہلو شامل ہوتے ہیں۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی افعال ہی ثقافت ہے۔معاشرے میں مروجہ رسم و رواج، انداز رہن سہن اور حصول علم کے ذرائع ثقافت کہلاتے ہیں۔انفرادی طور پر اخلاقی بہتری بھی ثقافتی اقدار سے پیدا ہوتی ہے۔

انگریزی لغت میں معنی

کیمبرج ڈکشنری میں لفظ ثقافت کی تعریف کچھ یوں کی گئی ہے۔

- The way of life, especially the general customs and beliefs, of a particular group of people at a particular time[14]

ایک خاص وقت میں لوگوں کے ایک خاص گروہ کی زندگی کا طریقہ، خاص طور پر عام رسم و رواج اور عقائد۔

آکسفورڈ ڈکشنری میں لفظ ثقافت کی تعریف کچھ یوں کی گئی ہے۔

- The customs and beliefs, art, way of life and social organization of a particular country or group[15]

رسم و رواج اور عقائد، آرٹ، طرز زندگی اور کسی خاص ملک یا گروہ کی سماجی تنظیم۔

لونگ مین ڈکشنری میں لفظ ثقافت کی تعریف کچھ یوں کی گئی ہے۔

---

[14]Cambridge Dictionary of American English, 2nd ed. (Cambridge: Cambridge University Press, 2008), 204

[15]Angus Stevenson, ed., *Oxford Dictionary of English*, 3rd ed. (Oxford: Oxford University Press, 2000), 423

- The beliefs, way of life, art, and customs that are shared and accepted by people in a particular society[16]

عقائد، طرز زندگی، آرٹ، اور رسم ورواج جو کسی خاص معاشرے میں لوگوں کے ذریعے مشترکہ اور قبول کیے جاتے ہیں۔

انگریزی زبان میں ثقافت کا معنیٰ اردو لغت میں ثقافت کے معنیٰ سے مماثلت رکھتا ہے۔انسانی عقائد، رسم ورواج، علم وفنون اور معاشرے کی مشترکہ اقدار ہی کو ثقافت کا نام دیا جاتا ہے۔زبان کے مختلف ہو جانے کے باوجود ثقافت کے معنوں میں مماثلت پائی جاتی ہے۔اس سے یہ بات فہم میں آتی ہے کہ ثقافت کا نظریہ دنیا کے مختلف علاقوں میں مشترکہ طور پر موجود ہے۔جزوی اختلافات علمی سطح پر موجود ہیں۔

فارسی لغت میں معنی

ابن خلف تبریزی نے فرھنگ کے چھ معنیٰ نقل کیے ہیں۔

علم ودانش وادب وعقل وبزرگی وسنجیدگی وکتاب لغات فارسی، ونام مادر کیکاوس باشد وشاخ درختی رانیز گویند کہ در زمین خوابانید از جای دیگر سر بر آورند[17]

علم و دانش، ادب، ذہانت، فارسی لغات کی کتب، کیکاوس کے والدہ کا نام اور درخت کی شاخ جس کو زمین میں دفن کر دیا جائے اور وہ جھاڑی کی شکل میں نمودار ہو تا کہ کسی اور جگہ لگانے کے قابل ہو۔ان تمام مذکورہ معانی میں لفظ فرھنگ (ثقافت) استعمال ہوتا ہے۔

[16] Addison Wesley Longman, Longman Dictionary of Contemporary English, 5th ed. (London: Pearson Longman, 2009),411

[17] ابن خلف تبریزی، محند حسین، برھان قاطع، ص ۸۶۰، مطبوعاتی امیر کبیر ۱۳۳۴

فارسی زبان میں ثقافت کا مفہوم لفظ فرھنگ کے ضمن میں آتا ہے۔ فرھنگ کے معنیٰ میں علوم وفنون، ادب اور عقل و دانش شامل ہے۔ ثقافتی اقدار دراصل انہی کا مجموعہ ہے۔ فارسی زبان میں بھی ثقافت کا تصور باقی زبانوں کی طرح موجود اور انسانوں سے براۓ راست تعلق رکھتا ہے۔

• اصطلاحی تعریف:

ثقافت کی کثیر تعریفات کی گئی ہیں۔ مشہور تعریف ای بی ٹیلر کی ہے جو انہوں نے جو انہوں نے اپنی کتاب primitive culture میں لکھی ہے۔[18]

Culture taken in its wide ethnographic sense, is that complex whole which includes knowledge, belief, art, morals, law, custom, and any other capabilities and habits acquired by man as a member of society.

ثقافت سے مراد وہ علم، فن، اخلاقیات، قانون، رسوم ورواج، عادات، خصلتیں اور صلاحیتوں کا مجموعہ ہے جو کوئی اس حیثیت سے حاصل کر سکتا ہے کہ وہ معاشرہ کا ایک رکن ہے۔

عطش دورانی ثقافت کی تعریف کچھ یوں لکھتے ہیں۔

ثقافت ایک جامع اصطلاح ہے جس میں طرز معاشرت یا طریقہ زندگی کے تمام اصول ونمونے آتے ہیں۔ انسان کس طرح رہتے ہیں، ملتے جلتے، کھاتے پیتے، سیکھتے پڑھتے پڑھاتے ہیں۔[19]

میلی نوسکی(Mali Nowaski) نے ثقافت کی تعریف کچھ یوں کی ہے۔

ہر وہ شے جو افراد کے احساسات وجذبات سے وجوہ پذیر ہو کلچر کہلاتی ہے۔[20]

لغوی تحقیقات کے بعد اصطلاحی تعریفات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ ثقافت انسان کے زندگی بسر کرنے کے طریقہ کار کو کہتے ہیں۔ اس میں اس کے عقائد، علوم، ادب، رسم ورواج، طرز رہن سہن اور قانون شامل ہیں۔ معاشرے میں زندگی بسر کرنے

---

[18]Tylor, Edward Burnett. *Primitive Culture*. (London: J. Murray, 1920) 1

[19]عطش دورانی، اسلامی فکر وثقافت، ادارہ ثقافت سیالکوٹ ۱۹۹۴، ص ۲۱

[20]عبد الحمید، ڈاکٹر، ابتدائی معاشریات، سٹینڈرڈ بک ہاوس لاہور ۱۹۹۴، ص ۲۱۹

کے اصول اور معاشرتی اقدار ہی ثقافت کہلاتے ہیں۔ ثقافت پر اثرانداز ہونے والے عوامل مختلف ہوتے ہیں۔ ان کا نتیجہ اسباب پر منحصر ہوتا ہے۔ ثقافتی اقدار انسانی زندگی پر اثرانداز ہوتی ہیں۔ روزمرہ کے معاملات میں اقدار کو بنیادی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ ان اقدار کے خلاف چلنے والے کو معاشرہ قبول نہیں کرتا۔ انسانی زندگی مکمل طور پر ثقافتی اقدار کے گرد گھومتی ہے۔

انسائیکلوپیڈیا میں تعریفات

اردو انسائیکلوپیڈیا میں ثقافت کی تعریف یوں کی گئی ہے

کسی قوم یا طبقہ کی تہذیب و ترقی مراد ہے۔ قوموں کی ثقافت بتدریج ترقی کرتی ہے اور اس کا معیار قوموں کے تمدن طرز زندگی اقتصادی خوشحالی تعلیم اوضاع و اطوار اور انسانی خصائص پر مبنی ہوتا ہے انفرادی ثقافت جس قوم یا طبقے میں زیادہ ہوگی اس قدر قومی ثقافت کا وجود نمایاں ہوگا۔[21]

انسائیکلوپیڈیا آف برٹینیکا میں ثقافت کی تعریف ہوں کی گئی ہے۔

Culture behaviour peculiar to Homo sapiens, together with material objects used as an integral part of this behaviour. Thus, culture includes language, ideas, beliefs, customs, codes, institutions, tools, techniques, works of art, rituals, and ceremonies, among other elements.[22]

ثقافتی رویہ نوع انسانی کے لیے مخصوص ہے مادی اشیاء اس رویے کا ایک لازمی جزء ہیں۔ اس طرح ثقافت میں زبان، نظریات، عقائد، رسم و رواج، ضابطے، ادارے، اوزار، تکنیک، فن کے کام، رسومات اور تقاریب بھی دیگر عناصر کے ساتھ شامل ہیں۔

اقدار:

---

[21] اردو انسائیکلوپیڈیا، ثقافت، ص۵۱۵، فیروز سنز لمیٹڈ لاہور ۱۹۶۲ء

[22] L. A. White, "Culture," Encyclopaedia Britannica, [5 Augest 2022], https://www.britannica.com/topic/culture

کسی معاشرے کے اصول و نظریات جو غلط، درست اور اچھے برے کا تعین کرتے ہیں۔ اقدار اعتقادات ایمانداری، صدق ،امانت وغیرہ ہوتے ہیں۔

ثقافت اور اقدار:

ان دونوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ معاشرے کی ثقافت اس کی اقدار سے قریب ہوتی ہیں۔ ثقافت ہی اقدار کو پڑوان چڑھانے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔ ان میں کچھ بنیادی فرق ہے جس سے دونوں کا معنیٰ اور دائرہ کار واضح ہو جاتا ہے۔

- ثقافت ایک وسیع اصطلاح ہے جو معاشرے کا طرز زندگی طے کرتا ہے اور اقدار اخلاقی و اصولی پہلو ہوتے ہیں۔
- ثقافت وقت کے ساتھ تبدیل ہوتی رہتی ہے اس کے برعکس اقدار مستحکم ہوتی ہیں۔ بہت ہی کم ارتقاء پذیر ہوتی ہیں۔
- ثقافت کا تعلق مظاہر اور عمل سے ہے جبکہ اقدار نظریات اور داخلی پہلوؤں سے متعلق ہوتی ہیں۔

ثقافت کے لغوی اور اصطلاحی معانی کی تحقیق سے فہم کے دریچے کھلتے ہیں۔ ثقافت اور تہذیب مترادف کے طور پر بھی استعمال ہوتے ہیں۔ ان کا باہمی ربط لازم و ملزوم ہے۔ ثقافت اپنے موجودہ معانی میں انیسویں صدی میں علوم کے ارتقاء کے باعث استعمال ہوئی ہے۔ ماہرین بشریات اور عمرانیات نے اس کو ایک اصطلاح کے طور پر متعارف کروایا ہے۔ ثقافت کا تعلق ظاہری امور سے ہے۔ یہ آب وہوا، ضروریات زندگی، تجربات اور انسانی ترقی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ ثقافت دراصل زندگی کے بسر کرنے کے اصولوں کا نام ہے۔ ثقافت کا تعلق برائے راست تہذیب سے ہوتا ہے۔ ثقافتی اقدار کی بنیادیں تہذیبی افکار کے مرہون منت ہوتی ہیں۔ معاشرے میں پائی جانے والی اقدار اس کی تہذیب کے زیر اثر ہوتی ہیں۔ علوم و فنون، رسم و رواج، ادب، اخلاقیات، قانون اور رہن سہن ثقافتی اقدار کی بنیاد ہوتے ہیں۔ معاشرہ انہی اقدار کو مد نظر رکھتے ہوئے زندگی بسر کرتا ہے۔ ثقافت کی لغوی تحقیق سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ عقل و دانش، علم اور کسی غیر مہذب چیز کو مہذب کرنا تمام اہم امور ثقافت کی ذمہ داری ہو جاتے ہیں۔ کسی قوم کا فکری منہج اس کی ثقافت متعین کرتی ہے۔ معاشرے کا اخلاقی رویہ ثقافت کے زیر اثر ہوتا ہے۔ علوم و فنون کی اہمیت واضح کرتی ہے۔ ادب کو نظریاتی ترقی کی راہوں پر گامزن کرتی ہے۔ ثقافت کے لغوی

معنیٰ متعین ہو جانے سے اس کی جہات کا علم ہو جاتا ہے۔ ثقافت کی ذمہ داریاں واضح ہو جاتی ہیں۔ لغوی معانی ثقافت کا مفہوم سمجھنے میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔

علمی ارتقاء دنیا میں بسنے والے افراد کو تبدیلی قبول کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ ہر دور اپنے ساتھ نئی چیزیں لے کر آتا ہے۔ اس جدیدیت کے تقاضوں کے مطابق تبدیلیاں کی جاتی ہیں۔ جدید دور میں ثقافت مزید تقسیم ہوتی ہے۔ ملکی حدود بندی کے ساتھ ثقافت مزید علاقائی، صوبائی اور قومی سطح پر منقسم ہو جاتی ہے۔ ثقافت مزید اقسام میں (مادی اور غیر مادی) میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ علمی ارتقاء سے اس کے مطالعہ میں مزید باریکی اور گہری پیدا ہوئی ہے۔ ان تمام چیزوں کو اسلام نے اپنی اصولی تعلیمات کو قرآن مجید میں بیان کر دیا ہے۔ ان اصولوں کی روشنی میں کسی بھی خطے کی ثقافت اپنے آپ کو جدید دنیا سے ہم آہنگ کر سکتی ہے۔ بنیادی ثقافتی اقدار کا ایک مکمل خاکہ قرآن مجید نے عطاء کیا ہے۔ کسی بھی ثقافت کی اہم معاشرتی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اساسی اصول بیان فرما دیئے ہیں۔

فصل دوم: ثقافتی اقدار کا قرآن کی روشنی میں مطالعہ

قرآن مجید کلام الہیٰ ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ کلام بنیادی طور پر انسان کے لیے منظم ضابطہ حیات ہے۔ یہ ایک دستور کی حیثیت رکھتا ہے۔ خالق اپنی مخلوق کے کی ضروریات سے مکمل طور پر واقف ہوتا ہے۔ جدید دنیا میں جب ایک انجینئر کسی چیز کی تخلیق کرتا ہے تو اس کے تمام تر صلاحیتوں سے واقف ہوتا ہے۔ اس کی کمزوریاں اس کی نظر کے سامنے ہوتیں ہیں۔ تمام تر حقائق کو مد نظر

رکھتے ہوئے وہ اس کے لیے ایک کتابچہ مرتب کرتا ہے۔ اس کتاب میں اس کی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ حاصل کرنے کے ذرائع اور طریقہ کار درج کرتا ہے۔ خدا نے انسانی تخلیق فرمائی اور دنیا میں اپنے رسولوں کو ایک راہنما کتاب کے ساتھ مبعوث کیا ۔انسانیت اس پر عمل کرکے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے کو بروئے کار لا سکے اور معاشرے میں ایک مثالی زندگی بسر کر سکے۔ قرآن مجید میں عالمگیر ثقافتی اصول بیان کیے گئے ہیں۔ ثقافت کی بنیادی اقدار ہر معاشرے میں یکساں ہوتیں ہیں۔ جزوی طور پر اختلاف دیکھنے میں آتا ہے۔ قرآن مجید انسانیت کو مخاطب کرتا ہے۔ اللہ نے انسانیت کی ہدایت کا دستور عطا کیا ہے۔ قرآن مجید میں اصولی طور پر ان اقدار کا تذکرہ کیا ہے۔ ان اصولوں کو مدنظر رکھ کر کسی بھی تہذیب کا حامل انسان اور کسی بھی ثقافت میں بسنے والے افراد ایک پرامن اور باوقار معاشرہ تشکیل دے سکتے ہیں۔

- **1. مساوات:**

کسی بھی معاشرے کی ثقافت میں مساوات ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ انسانی معاشروں میں برابری کا تصور ایک کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ انسان کو ہر چیز میں برابری کا حق حاصل ہے۔ علم و فن کا حصول ہو یا حصول معاش انسان کو برابر مواقع فراہم کیے جائیں تو ترقی اور امن کا سفر آسان ہو جاتا ہے۔

علامہ اقبالؒ کا یہ شعر اس بات کی عکاسی کرتا ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز

نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز[23]

اسلام نے مساوات کی عملی بات کی ہے۔ زندگی کے مختلف شعبہ جات کے تناظر میں قرآن مجید اس کی اہمیت کا واضح کرتا ہے۔

---

[23] اقبال، علامہ محمد، شکوہ،، لائن پبلیشر کراچی، ص 7

• تخلیقی مساوات (تخلیق انسانی میں مساوات)

انسان کی تخلیق اور پیدائش کی بات قرآن مجید نے کی ہے۔ ہر انسان کے لیے ایک ضابطہ مقرر ہے۔ انسان کی تخلیق اور پیدائش میں فرق نہیں ہے۔ نطفے سے لیکر شکم مادر اور شکم مادر سے دنیا کی رنگینی تک تمام انسانیت کے لیے ایک ہی نظام رکھا گیا ہے۔ اس کو عزت و تکریم کا تاج پہنایا گیا ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا24

(یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی اور انہیں خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں اور ان کو پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا اور اپنی بہت سی مخلوقات پر نمایاں فوقیت بخشی۔)

امام فخر الدین رازیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں انسانی برابری کا جو تصور پیش کیا ہے وہ جدید ذہن کے عین مطابق ہے۔ امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ ہر انسان روح و جسم کا مرکب ہے۔ انسانی نفس اس دنیا میں موجود تمام نفوس سے افضل ہے۔ انسانی جسم اس دنیا میں موجود تمام اجسام سے افضل ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ ہر انسان میں نفس و جسم کا حامل ہوتا ہے۔ مساوات کا اعلیٰ تصور ہے۔ کسی انسان کو کسی دوسرے انسان پر تخلیقی برتری حاصل نہیں ہے۔ ہر انسان کی تخلیق مساوات کے ضابطے پر ہوئی ہے۔ ہر انسان اپنے منہ سے خوراک جسم میں داخل کرتا ہے۔ ہر انسان سماعت کان سے کرتا ہے۔ دنیا کا ہر انسان بغیر کسی تفریق کے آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ انسانیت کی پوری تاریخ میں ہر انسان چیزوں کا ذائقہ زبان سے محسوس کرتا ہے۔ الغرض تخلیق میں مساوات کی اعلیٰ مثال انسان خود ہے۔

• صنفی مساوات

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی تخلیق میں مرد و زن کو پیدا فرمایا ہے۔ ان کے حقوق و فرائض متعین کیے ہیں۔ ان کو برابر رکھا گیا ہے۔ کسی مرد کو عورت پر اور کسی عورت کو مرد پر صنفی تخلیق کے باعث کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے۔ فضلیت کا معیار اسلام نے تقویٰ رکھا ہے۔

---

[24] الاسرا:70

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّ نِسَآءً-------25

(لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا اور ان دونوں سے بہت مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیے۔)

اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان کہ انسانیت کو ایک ہی جان سے پیدا کیا گیا ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ تمام انسانیت برابر ہے۔ انسان کو کسی قسم کا تفاخر اور تکبر نہیں کرنا چاہیے۔ مرد و زن جسد واحد سے پیدا کیے گئے ہیں۔ تمام انسانیت کا نسب ایک باپ کی طرف لوٹتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ انسان کا رویہ لوگوں کے ساتھ نرم ہونا چاہیے۔ کمزور لوگوں کی مدد کرنی چاہیے۔ ایک دوسرے پر ظلم و ستم کا بازار نہیں گرم کرنا چاہیے۔ ہر انسان مرد ہو یا عورت اس کی تخلیق میں مساوات ہے۔

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا[26]

(جو کچھ مَردوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصّہ ہے اور جو کچھ عورتوں نے کمایا ہے اس کے مطابق ان کا حصّہ۔ ہاں اللہ سے اس کے فضل کی دعا مانگتے رہو، یقیناً اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔)

اس آیہ کریمہ سے ایک اصول قائم ہوتا ہے۔ ہر انسان اپنی محنت وجد وجہد سے جو حاصل کرتا ہے وہ اس کا مالک ہے۔ دینی امور ہوں یا دنیوی دونوں کے لیے اصول کلام خدا نے واضح کر دیا ہے۔ مرد کی عبادت ہو تو ثواب کا حقدار مرد ہے۔ عورت عبادت کرے تو ثواب کی حقدار عورت ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ عبادت مرد کرے اور ثواب عورت کے نامہ اعمال میں درج کر دیا جائے۔ بلکہ جس کا جو اکتساب ہے وہ اسی کا حصہ ہے۔ دنیوی امور میں جس کی محنت و مشقت ہے وہ اس کی جزا کا حقدار ہے۔ مال و دولت ہو کسی قسم کا بھی دنیوی متاع ہو اس کو مالک اس کو حاصل کرنے والا ہے۔ تاریخ میں اگر نظر کی جائے تو دور جاہلیت میں عورتوں کو میراث کا حق حاصل نہیں تھا۔ ان کی وراثت کا حقدار بھی کوئی مرد قرار پاتا تھا۔ اسلام نے اس باطل رواج کا خاتمہ فرمایا اور حقدار کو اس کا حق عطاء فرمایا۔ صنفی تفریق کے باعث کسی کو اس کے حق سے محروم نہیں کیا جا سکتا ہے۔

---

[25] النساء:1

[26] النساء:32

• انسانی جان کی مساوات

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا......[27]

(جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانون کو قتل کر دیا اور جس نے کسی کی جان بچائی اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔)

اسلام میں ہر انسانی جان کے تحفظ کی بات کی گئی ہے۔ کوئی صاحب علم کسی جاہل کو، کوئی صاحب ثروت کسی غریب کو، کوئی صاحب اقتدار کسی عام آدمی کو اپنی موجودہ صلاحیت یا نعمت کی وجہ سے نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ تمام انسانیت کی جان برابر عزت و توقیر کی حامل ہے۔ قانون کی گرفت امیر غریب اور عالم جاہل سب کے لیے برابر ہوتی ہے۔ اسی طرح فطرتی طور پر ہر انسان کا وقار اور جانی تحفظ اسلام نے قائم فرمایا ہے۔ اس سے ایک اور بات جو انسانی ذہن کو جنجھوڑتی ہے کہ اللہ نے انسانی جان کو اتنی تکریم دی ہے کہ گویا ایک فرد واحد کا ناحق قتل ایسے ہے جیسے پوری انسانیت کو قتل کرنا ہے۔ ایک انسانی جان کو ظلم کے ساتھ قتل کرنے کی سزا اتنی ہی سنگین ہے جیسے اس نے پوری انسانیت کا قتل کر دیا ہے۔

• اختیار مذہب میں مساوات

لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ-----28

(دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے۔ صحیح بات غلط خیالات سے الگ چھانٹ کر رکھ دی گئی ہے۔)

اسلام ایک معتدل دین ہے۔ اس میں کسی قسم کا جبر نہیں ہے۔ اسلامی تعلیمات میں ابلاغ حق کا ادارہ موجود ہے۔ اسلامی تعلیمات میں خدا کا تصور، رسالت کا تصور، اعمال کی درستگی، برائی سے اجتناب، قبر و حشر اور باقی تمام امور کی تبلیغ کا فریضہ سر انجام دینے کا حکم موجود ہے لیکن کسی کو جبراً اسلام میں داخل کروانا یا اسلام قبول کرنے کے لیے تشدد کرنا ایسی کوئی تعلیمات موجود نہیں ہے۔ ہر انسان کو اختیار دیا گیا ہے۔ مذہب کے انتخاب کا حق ہر انسان کو حاصل ہے۔ دراصل مذہب کا تعلق فکری اور شعوری ہے۔ جبر سے کسی کے فکری یا شعوری منہج کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا۔ اس آیہ کریمہ کا شان نزول ذکر کرتے ہوئے مفسرین انصاری صحابیؓ کا واقع بیان کرتے ہیں جو اپنے دو بیٹوں کو جبراً اسلام میں داخل کرنا چاہتے تھے۔ رسول خدا ﷺ نے

---

[27] المائدہ:32

[28] البقرہ:256

اس کی ممانعت فرمائی۔ تاریخ کے اوراق سے مدد لی جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ مسلمان ریاستوں میں غیر مسلم جزیہ دے کر رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے دور میں ایک غیر مسلم وفد مسجد میں قیام کرتا رہا۔ ان تمام ترشواہد سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اسلام زبردستی کسی کے مذہب کو تبدیل کرنے کا حامی نہیں ہے۔ اس آیت سے اس بات کی محکم دلیل ملتی ہے کہ کسی کو اس کا مذہب تبدیل کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

• تکریم انسانی میں مساوات

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ۔۔۔۔۔29

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو)

انسان جس معاشرے میں رہتا ہے۔ اپنے لیل ونہار جس جگہ بسر کرتا ہے۔ محنت و مشقت سے زندگی جیتا ہے۔ اس معاشرے کا یہ فرض ہے کہ اس کو عزت وو قار کی نگاہ سے دیکھیں۔ کسی کی کردار کشی نہ کریں۔ کسی کی پگڑی نہ اچھالیں۔ کسی کی تحقیر کی خاطر اس کو برے القاب سے نہ پکاریں۔ اس آیت میں مرد کی نسبت مرد اور عورت کی نسبت عورت کی طرف کی گئی ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسانی تکریم دونوں اصناف میں برابر ہے۔ کوئی بھی مرد دوسرے مرد کی اور کوئی عورت کسی دوسری عورت کی تحقیر نہیں کرسکتی چہ جائیکہ مرد کسی عورت کو موضوع کلام بنائے۔ ہر قسم کی اس معاشرتی برائی کی ممانعت کی گئی ہے۔ کسی کی غیبت، طعنہ، الزام، برے القاب الغرض ہر وہ کام جس سے کسی کے دل کو ٹھیس پہنچے یا اس کی عزت مجروح ہو فعل قبیح اور ممنوع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس چیز کی ممانعت میں آیہ کریمہ نازل کی ہے۔ ہر انسان صاحب عزت ہے۔ اس کی نفسیاتی نقصانات کی باعث اس کی ممانعت کی گئی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسانی معاشرے کی ثقافتی قدر مساوات کے حوالے سے مختلف اصول بیان فرمائے ہیں۔ انسان تخلیق، مذہب، آزادی رائے، حقوق، تکریم اور صنفی مساوات رکھتا ہے۔ قرآن مجید کے بیان کردہ اصول مساوات کے تحت کسی کو نسلی، علمی اور قبائلی کسی قسم کی رعایت نہیں دی گئی ہے۔ دنیا میں بسنے والے افراد آپس میں کسی قسم کی تخلیقی

---

[29] الحجرات:11

فضلیت نہیں رکھتے۔ ہر انسان کے لیے ہدایت کے برابر مواقع اور برہان رکھے گئے ہیں۔ اللہ کی معرفت اور دین حق کی پہچان کے لیے ہر قوم وملت کے پاس پیغمبر بھیجے گئے۔ انبیاء نے بغیر کسی تفریق کے ہر انسان کے لیے ہدایت کی راہ روشن کی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لیے دنیوی امور کے لیے یکساں مواقع پیدا کیے ہیں۔ ہر انسان اپنی محنت اور جد وجہد سے فائدہ حاصل کر سکتا ہے۔ انسان اپنی محنت و کوشش سے معاشرے میں مقام پیدا کر سکتا ہے۔ اس کے ضابطے اور راستے انسان کے لیے واضح کر دیئے گئے ہیں۔ اب کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو قبائلی، خاندانی یا لسانی برتری نہیں جتا سکتا۔ مساوات کی اس ثقافتی قدر کو اسلام نے فطرت کے عین مطابق بیان کیا ہے۔ جدید دور میں ترقی یافتہ ممالک انسانی حقوق کے نام پر اسلام کو نشانہ بناتے ہیں مگر خود منافقت کے لباس میں مساوات کی دھجیاں بکھیرتے ہیں۔ انسانی حقوق و مساوات کی تنظیمیں مسلمانوں کی بنیادی حقوق پر ڈاکہ ڈالنے والے یہودیوں اور نصرانیوں کے بارے میں خاموش نظر آتے ہیں۔ عراق، شام، فلسطین، برما میں انسانی جانوں کی اہمیت بکری کے بچے کی مثل بھی نہیں ہے۔ مسلمان اقوام کو جڑ سے اکھیڑ پھینکنے کے درپے ہیں۔ ایسی اقوام اسلامی فلسفہ مساوات صدیوں کے فاصلے پر ہیں۔ انسانی حقوق کے تحفظ کا دعویٰ کرنے والے انسانی جان کی تکریم وتحفظ کرنے میں مکمل طور پر ناکام ہیں۔

2.عدل:

ایک پر امن معاشرے کے قیام کے لیے انصاف کی ثقافتی قدر کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ عدل و انصاف کا قیام کسی بھی ثقافت میں اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ لوگوں کا اپنے معاشرے پر اعتماد اسی ثقافتی قدر سے مضبوط ہوتا ہے۔ قرآن مجید میں عدل اور قسط کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اردو زبان میں انصاف کے معنیٰ میں لیا جاتا ہے۔ عدل و انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ معاشرے کا ہر فرد قانون کے تابع ہو۔ قانون سے بالا کوئی انفرادی شخصیت نہیں ہو سکتی۔ ہر وہ ملک و قوم جو عدل کے نظام کو قائم کر لیتی ہے وہ دنیا میں اپنا ایک نام اور خاص مقام پیدا کرتی ہے۔ اسلامی نظام میں عدل کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ تاریخ سے اس کی مثالیں ملتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بطور قاضی کسی کو خاص رعایت نہیں دی۔ جرم کا ارتکاب کرنے والوں کو قانون کے مطابق سزا دی۔ اللہ تعالیٰ نے حقوق العباد تلف کرنے والے کے لیے سخت وعید بیان کی ہے۔ انسانی حقوق کو پامال کرنے والا کسی صورت میں رعایت کا حقدار نہیں ہے۔ قرآن مجید نے انفرادی اور اجتماعی عدل کے راہنما اصول بیان کیے ہیں۔

اِنَّ اللہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ........30

(اللہ عدل کا حکم دیتا ہے۔)

اس آیت میں معاشرتی ذمہ داریوں کے تقاضوں کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا۔عدل سے مراد ہر چیز کا اس کی اپنی جگہ پر ہونا ہے۔اس لیے افراط و تفریط، کسی کا حق تلف کرنا یا کسی کام کا بھی اپنی حد سے بڑھ کر ہو جانا عدل کے منافی ہے۔اس آیت سے یہ معنیٰ بھی اخذ کیا جا سکتا ہے کہ انسان کی صلاحیتوں اور قابلیتوں کا صحیح استعمال عدل ہے۔اگر کوئی انسان کسی کام کی قابلیت رکھتے ہوئے اس سے انحراف کرے تو وہ بھی عدل کے تقاضوں پر پورا نہیں اتر رہا۔انسان میں شہوت اور بہیمیت بھی پائی جاتی ہے۔انسان کو اس ہدایت دی گئی کہ وہ اس کو اپنے اوپر غالب نہ آنے دے کیونکہ اس سے معاشرے کا سکون خطرے میں آ سکتا ہے۔نفسانی خواہشات عدل کرنے کی راہ میں حائل نہیں ہونی چاہیے۔اپنی صلاحیتوں کا بہتر اور مناسب استعمال، اپنی ذمہ داریوں میں افراط و تفریط سے گریز ہی عدل کا اصل معنیٰ ہے۔قرآن مجید نے انسانیت کا عدل کا حکم دیا ہے۔دنیا میں چلنے والا کوئی بھی سیاسی قانونی نظام ہو اس میں عدل بنیادی چیز ہے۔لوگوں تک ان کے حقوق کو پہنچانا اس کے تقاضوں میں سے ہے۔

وَ اِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوۡا بِالۡعَدۡلِ-----31

(اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اجتماعی عدل کی بات کی ہے۔لوگوں پر حکومت کرنے والے نظام ملوکیت سے تعلق رکھتے ہوں یا جدید جمہوری نظام حکومت سے تمام کے لیے عدل و انصاف کا حکم دیا ہے۔مقننہ کا ادارہ دراصل اسی ثقافتی قدر کی حفاظت لیے قائم کیا گیا ہے۔انسان جب قوت و طاقت حاصل کرتا ہے تو ظلم و ستم یا تکبر و نخوت اس کے اندر پیدا ہو سکتی ہے۔وہ اپنے آپ کو تمام انسانیت سے اعلیٰ تصور کرنے لگ سکتا ہے۔اس کے قلم یا زبان کی طاقت کے زیر اثر پورا معاشرہ ہوتا ہے۔ان تمام چیزوں کا راستہ روکنے کے لیے اسلام نے اجتماعی عدل کی بات کی ہے۔لوگوں پر حکومت کرنے والے یہ نہ بھولیں کہ ان کو اقتدار کی نعمت جس ذات نے عطاء کی ہے وہ لوگوں پر ظلم و ستم کی بجائے عدل و انصاف کا تقاضا کرتی ہے۔عدل و انصاف کا بروقت حصول انسانیت کا بنیادی حق ہے۔

---

[30] النحل:90

[31] النساء:58

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا.........32

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، انصاف کے علمبر دار اور خدا واسطے کے گواہ بنو اگر چہ تمہارے انصاف اور تمہاری گواہی کی زد خود تمہاری اپنی ذات پر یا تمہارے والدین اور رشتہ داروں پر ہی کیوں نہ پڑتی ہو۔ فریقِ معاملہ خواہ مالدار ہو یا غریب، اللہ تم سے زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔ لہٰذا اپنی خواہش نفس کی پیروی میں عدل سے باز نہ رہو)

اس آیت مبارکہ میں ہر سطح پر فیصلہ کرنے والے کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ انصاف کے تقاضے پورے کرے۔ انسان بعض اوقات قبائلی یا نسلی تعصب میں آکر غلط فیصلہ کرتا ہے۔ خاندان کے کسی فرد کو خاص رعایت دے دیتا ہے۔ بعض اوقات مالی فائدے کو مد نظر رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام ترچیزوں کو بیان کرتے ہوئے قاضی کے منصب پر فائض لوگوں کو ایک ہدایت نامہ جاری کیا۔ عدل وانصاف کی فراہمی میں اس کی اپنی ذات، خاندان، دوستیاں، ذاتی مراسم، قریبی رشتے اور سب سے بڑھ کر اس کی اپنی نفسانی خواہشات کا عمل دخل نہ ہو۔ اگر انسان کو کسی فیصلے کا حاکم مقرر کیا جاتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ کے عدل و انصاف کے تمام تقاضے پورے کرے۔

يَآ اَيُّـهَا الَّـذِيْنَ اٰمَنُـوْا كُـوْنُـوْا قَوَّامِيْنَ لِلّـٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَـاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا-----33

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاؤ۔)

قرآن مجید کی اس آیت میں لفظ "قوامین" پر غور کیا جائے تو ایک بات فہم پر دستک دیتی ہے۔ قوامین مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یہ انسانی نفسیات سے بات کرتا ہے۔ عدل وانصاف کی فراہمی کے لیے اس قدر کوشاں ہو جاو اس حد تک اس کو مزاج کا حصہ بنالو کہ کبھی اس سے انحراف نہ کر سکو۔ عدل وانصاف کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالو۔ زندگی کے ہر پہلو میں اس کو شامل کرو تاکہ تمام اعمال عدل کی حدود میں شامل ہو جائیں۔ اس کے لیے متحرک ہو جاو۔ اپنے مزاج میں اس کو اتنا راسخ کر لو کہ اس کے خلاف جانا تمہارے ضمیر اور روح سے بغاوت کا سبب بن جائے۔ جب انسان کی طبیعت میں عدل کی قدر گھر کر لے گی تو اس میں ایک انقلاب برپا کرے گی۔ وہ دوست و دشمن کی رعایت کیے بغیر حق کا ساتھ دے گا۔ اپنی ذاتی رفاقتوں اور باہمی محبتوں کی آڑ میں انصاف کا

[32] النساء:135

[33] المائدہ:8

دامن نہیں چھوڑے گا۔ قرآن مجید نے خود ہی اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ کسی کی رقابت و دشمنی، حسد و بغض تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم عدل و انصاف نہ کر سکو۔ حق کی بات کی خاطر، عدل و انصاف کے قیام کی خاطر تم کسی ذاتی فائدے نقصان سے مبرہ ہو کر ہمیشہ راہ حق کے مسافر بننا۔ خدا کے بنائے قانون کا پاس رکھنا۔

وَ اُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَیْنَکُم-------[34]

(مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں)

رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ آپ ہر صورت میں عدل کریں۔ دراصل اس آیت کا جو مقصود ہے وہ نہایت اہم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا منصب سب سے بلند تھا۔ ریاست کے سربراہ، فوج کے اعلیٰ قیادت اور اللہ کے نائب تمام ترفضلیت کے باوجود اللہ نے خاص حکم دیا ہے۔ جب فیصلے کے لیے کوئی پیش ہو تو بزرگ جوان یا بچہ ہو، اپنا ہو یا پرایہ ہو دینی و فکری مماثلت ہو یا نہ ہو آپ ان میں انصاف کی فراہمی کو یقینی بنائیں۔ دنیا کا کوئی بھی شخص جو کسی بھی منصب پر فائز ہو اس کے لیے لازم ہے کہ وہ انصاف کے تقاضوں پر پورا اترے۔ اس سے دنیا پر زندگی بسر کرنے والے انسان یہ حق رکھتے ہیں کہ ان کو سننے والا ان کی دادرسی کرنے والا انصاف پسند اور عدل کرنے والا ہو۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَہُمُ الْکِتٰبَ وَ الْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ------[35]

(ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔)

وَ لِکُلِّ اُمَّۃٍ رَّسُوْلٌ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُہُمْ قُضِیَ بَیْنَہُمْ بِالْقِسْطِ وَ ھُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ[36]

(ہر امّت کے لیے ایک رسول ہے، پھر جب کسی امّت کے پاس اس کا رسول آجاتا ہے تو اس کا فیصلہ پورے انصاف کے ساتھ چکادیا جاتا ہے اور اس پر ذرہ برابر ظلم نہیں کیا جاتا۔)

ان دونوں آیات کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عدل کی بات واضح کر دی ہے۔ اللہ کی طرف سے مبعوث کیے جانے والے عظیم راہنما عدل و انصاف کی فراہمی کے لیے آئے ہیں۔ معاشرے میں ظلم کی چکی میں پسنے والے افراد کو ان کا حق

---

[34]شوریٰ:15

[35]الحدید:25

[36]یونس:47

دلوانے آئے ہیں۔ اللہ کی طرف سے نازل کردہ تمام شریعتوں میں عدل کی بحث مرکزی اہمیت کی حامل ہے۔ ہر قوم وملت کے راہنما کے لیے اس میں اصول موجود ہے۔ وہ اپنے آئین و دستور کے مطابق عدل سے کام لے۔ لوگوں کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے انصاف کی فراہمی کو یقینی بنائیں۔

نظام عدل ریاست کا ایک اہم نظام ہے۔ دنیا میں ترقی یافتہ ممالک عدل کی فراہمی میں سر فہرست نظر آتی ہیں۔[37] انصاف کی ثقافتی قدر معاشرے میں بسنے والے لوگوں کو اطمینان فراہم کرتی ہے۔ قرآن مجید نے انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے پر زور دیا ہے۔ حاکم، قاضی الغرض ہر وہ انسان جو کسی فیصلہ کرنے کی ذمہ داری ادا کر ہو وہ فیصلہ حق پر کرے۔ انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی سطح پر ہر انسان کے لیے قرآن مجید نے مکمل ہدایات بیان کی ہیں۔ انصاف کی فراہمی میں کسی قسم کا تغافل قابل قبول نہیں ہے۔ معاشرے میں اس ثقافتی قدر کی اہمیت کو قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔ انسان اپنے حقوق کے تحفظ کا مطالبہ کرتا ہے۔ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ اس کے حقوق کی حفاظت کرے۔ اس کو انصاف فراہم کرے۔ لوگوں کا ریاست پر اعتماد اس کے نظام عدل سے قائم ہوتا ہے۔ جنگل کا قانون کبھی اقوام کو ترقی کی راہ نہیں دکھا سکتا۔ لوگوں کا یقین ہی ریاست کو استحکام اور ترقی کی راہ پر گامزن کر سکتا ہے۔

3. امر بالمعرف والنہی عن المنکر:

لوگوں کی اصلاح، بہتری اور بھلائی ثقافتی اقدار میں ایک اہم قدر ہے۔ اصلاح پسند اور ترقی کی راہوں پر گامزن ثقافت کا یہی طرہ امتیاز ہے۔ وقت کے تقاضوں کے مطابق نبض شناس ثقافت ہمیشہ اصلاح اور بہتری کی ترویج پر زور دیتی ہے۔ برائی کسی بھی معاشرے کو دیمک کی طرح چاٹ لیتی ہے۔ جو ثقافت اس پر ہر جہت سے نظر رکھتی ہے وہ دنیا میں ایک مقام حاصل کرتی ہے۔ ایک عالی قد اور مضبوط درخت دیمک لگ جانے کے باعث اندر سے کھوکھلا ہو کر گر جاتا ہے۔ ایسے ہی ایک شاندار ثقافت اپنا وجود کھو سکتی ہے اگر وہ برائی کا راستہ روک کر بھلائی اور بہتری کی ترواتج کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ قرآن مجید نے انسانیت کی توجہ اس جانب مبزول کروائی تاکہ اپنے اندر پیدا ہونے والی ان برائیوں کا راستہ روکا جائے۔ اس کام کو محض

[37] World Justice Project. "Rule of Law Index – Global." Accessed 4 March 2024. https://worldjusticeproject.org/rule-of-law-index/global.

ریاست کی ذمہ داری قرار دے دینا یا کچھ افراد پر اس کو چھوڑ دینا کسی صورت بھی درست نہیں ہے۔ قرآن مجید نے انفرادی اور اجتمائی اصلاح کاروں کی بات کی ہے۔

وَ لْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ[38]
(تم میں کچھ لوگ تو ایسے ضرور ہی ہونے چاہیں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں، اور برائیوں سے روکتے رہیں۔)

قرآن مجید نے ریاستی سطح پر ایسے ادارے کی بات کی ہے جو اس کام کو سرانجام دے۔ یہ کسی تنظیم کی صورت میں ہو سکتا ہے۔ یہ ریاستی سطح پر ایک ادارہ ہو سکتا ہے۔ بہر صورت بااثر گروہ یا ادراہ ہو جو نیکی کی دعوت دے۔ معاشرے میں بسنے والے افراد پر کام کرے۔ حکومتی سطح پر مختلف اداروں میں اس کا اہتمام کرے۔ انفرادی سطح پر اس کے لیے تعلیمات موجود ہیں۔ ایک ایسا ادارہ ضرور ہونا چاہیے جو دینی اور معاشرتی سرگرمیوں کا جائزہ لے اور قانونی طور پر اس کام کو سرانجام دے۔ سرکاری اداروں میں ہونے والی برائیوں کی نشاندہی کرے ان کو اصلاح کی دعوت دے۔ ریاست اس کے اصلاح کے اختیارات دے تاکہ وہ اس کی سہی تبلیغ کر سکیں۔ قومی اداروں میں پائی جانے والی برائیوں کی نشاندہی کر کے اصلاح کا راستہ متعین کر سکیں۔

اللہ تعالیٰ نے گروہ کی ذمہ داری بیان کرنے کے انفرادی سطح پر اس کام کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے۔ انسان زیادہ تر ذمہ داری قبول کرنے سے گریز کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اگر یہ ذمہ داری کسی خاص گروہ پر ڈال دی جاتی تو اصلاح کے کام میں تاخیر ہو سکتی تھی۔ برائی اتنی طاقتور ہو سکتی تھی کہ اس کا راستہ روکنا مشکل ہو سکتا تھا۔ اس لیے قرآن مجید نے انفرادی سطح پر اس کی بات کی۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [39]
(اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے ۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو ، بدی سے روکتے ہو)
وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ------[40]
(مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ سب ایک دوسرے کے رفیق ہیں، بھلائی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں۔)

---

[38] ال عمران:104

[39] ال عمران:110

[40] التوبہ:71

مذکورہ دونوں آیات کو سامنے رکھا جائے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ہر انسان انفرادی طور پر اس کام کو کر سکتا ہے۔گھر کا سربراہ گھر میں اصلاح کی بات کرے اور برائی کا راستہ روکے۔ہر شخص انفرادی طور پر اپنے ماتحت اور زیر اثر لوگوں کو امر بالمعروف کرے۔ان کو برائی کی اطلاع دے۔ہر شخص اس چیز کا آغاز اپنے آپ سے کرے۔اپنی اصلاح کرے۔اپنی کمزوریوں کو دیکھے۔ان کی درستگی پر آمادہ ہو۔ہر انسان اپنی استطاعت کے مطابق اس پر کام کرے۔خواتین خواتین کو اصلاح و بہتری کی دعوت دیں۔مرد حضرات مردوں کو اس کا پیغام دیں۔اس سے کسی پر بوجھ کی صورت حال پیدا نہیں ہو گی اور کام کی رفتار میں اضافہ ہو گا۔اس سے معاشرہ بہت جلد ایک ایسی فضا میں سانس لینے کے قابل ہو سکے گا جس میں ثقافتی اقدار کی خوشبو ہو گی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نے ایک سنہری اصول بیان کیا ہے۔اگر کوئی ثقافت،معاشرہ اور قوم استحکام اور ترقی کی سفر کرنا چاہتا ہے۔دنیا میں اپنی اقدار کی قوت کو منوانا چاہتا ہے۔اس کو امر بالمعروف کا اساسی اصول مد نظر رکھنا ہو گا۔نہی عن المنکر کے لیے ایک منظم نظام تشکیل دینا ہو گا۔یہ ادارہ یا نظام اس ثقافت میں بسنے والے لوگوں کا مشاہدہ کر کے ان کے لیے اصلاح کی راہ متعین کر سکے۔قرآن مجید نے اصلاح کی ترویج اور برائی کے سد باب کی اہمیت کے ساتھ راستے کا تعین بھی کیا ہے۔انسانی نفسیات کو سامنے رکھتے ہوئے قابل عمل اصول بیان کیے ہیں۔انفرادی اور اجتماعی سطح پر اس کی ذمہ داریوں کو واضح کیا ہے۔امر بالمعروف والنھی عن المنکر کا اصول انسان کی مادی و روحانی ترقی کا سبب ہے۔اس لیے اسلام نے صنفی تفریق کے بغیر اس کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔

4. قرآن مجید کا فلسفہ اخلاق:

انسانی ثقافت میں فلسفہ اخلاق کو دل کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔دنیا کی مختلف ثقافتوں میں فلسفہ اخلاق مختلف ہوتے ہیں۔جدید دنیا میں فلسفہ اخلاق باضابطہ طور پر علم کی شاخ کے طور پر متعارف ہو چکے ہیں۔فلاسفر اپنا اپنا تصور اخلاق پیش کر چکے ہیں۔ثقافت کی ایک خاص پہچان ہوتی ہے۔ثقافت اپنی اقدار ہی کی بنیاد پر دوسری ثقافتوں سے مختلف ہوتی ہے۔فلسفہ اخلاق ایک ایسی قدر ہے جو مختلف معاشروں میں مختلف ہو سکتی ہے۔فلسفہ اخلاق کی تعلیمات میں اختلاف نظر آسکتا ہے مگر بنیادی قدریں یکساں ہوتی ہیں۔قرآن مجید نے اپنا فلسفہ اخلاق پیش کیا ہے۔اس عالمگیر فلسفے میں اخلاقیات کی تمام طر ثقافتی قدریں موجود ہیں۔ایک پر امن معاشرے اور زندہ ثقافت میں یہ تمام اخلاقی قدریں موجود ہوتی ہیں۔

• نرمی

معاشرے میں حالات یکساں نہیں رہتے۔ عروج و زوال اس دنیا کا اصول ہے۔ ہر انسان اپنی پریشانیوں کی ڈور میں الجھا ہوا رہتا ہے۔ لہجے کی سختی حوصلہ شکن ثابت ہو سکتی ہے۔ دل کے نازک آبگینے کو ٹھیس پہنچ سکتی ہے۔ اخلاقی فلسفہ حیات میں اسلام نے لہجوں کی بات کی ہے۔ ہمدردی اور غم خواری کا درس دیا ہے۔ ثقافتی اقدار کی خوبصورتی یہ ہوتی ہے کہ وہ معاشرے بسنے والے ہر فرد کو اپنی ذمہ داری تسلیم کرتی ہے۔ معاشرے میں امن، محبت اور اخوت کا پیغام دیتی ہے۔ قرآن مجید نے اس لوگوں کا احساس کرتے ہوئے اخلاقیات کی اہمیت واضح کی ہے۔

وَ اخۡفِضۡ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ[41]

(اور ایمان لانے والوں میں سے جو لوگ تمہاری پیروی اختیار کریں ان کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ)

اس آیہ کریمہ میں "جناحک" کا لفظ اپنے اندر محبتوں اور شفقتوں کا پیغام لیے ہوئے ہے۔ مشاہدے میں آتا ہے کہ جب پرندہ اپنے بچوں سے محبت کرتا ہے تو اپنے پر کھول کر ان کو ان میں چھپالیتا ہے۔ اسی طرح انسانیت کے نام اللہ کا پیغام ہے۔ حالات کی سختیاں آئیں تو لوگوں میں محبتیں تقسیم کرو۔ ان کو اپنے سایہ رحمت میں لے لو۔ ان کی مدد کرو۔ مشکل میں ان کی دادرسی کرو۔ پرندہ اپنی اولاد کو باہر کے خطرات سے بچانے کے لیے بھی اپنے پروں کو بچھا دیتا ہے۔ اس طرح لوگوں کو خطرات سے بچاؤ۔ فتنوں کی گرم ہوا سے ان کی حفاظت کرو۔ معاشرے میں مثبت کردار ادا کرو۔

• صبر

انسانی طبیعت اور اس کے ظرف کا علم اس کی صفت صبر سے معلوم ہوتا ہے۔ انسان مشکلات اور سخت حالات سے دوچار ہو کر صبر کا دامن چھوڑ دیتا ہے۔ گلے شکووں کی روش اختیار کر لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو سہارا دیتے ہوئے صبر کی تلقین کی ہے۔ انسان کو ایسا راستہ بتایا جو اس کی تمام تکالیف کا مداوا کر سکتا ہے۔

وَ اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَ الصَّلٰوۃِ[42]

اور صبر اور نماز کے ذریعے (اللہ سے) مدد چاہو

---

[41] الشعراء:215

[42] البقرہ:45

مذہب کے تسلیم کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک راستے کی نشاندہی کی ہے۔ دنیا میں حالات زیر وزبر ہوتے رہتے ہیں۔ الجھنیں اور پریشانیاں انسان کے تعاقب میں رہتی ہیں۔ انسان فکری طور پر زنجیروں میں جکڑ اجاتا ہے۔ جدید اصطلاح میں وہ ڈپریشن کا شکار ہو جاتا ہے۔ ان تمام چیزوں سے آزادی کا راستہ قرآن مجید نے واضح کر دیا ہے۔ انسان اپنے خالق کی بارگاہ میں سر تسلیم خم کر دے۔ اس کے احکام پر عمل کرے۔ اس کی منع کردہ چیزوں سے خود کو محفوظ کرلے۔ مادیت کی کی دلدل سے خود کو نکال لے۔ خدادو جہاں اس کو مصیبتوں کے جال سے آزادی عطاء فرمادے گا۔

انَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ[43]
(صبر کرنے والوں کو توان کا اجر بے حساب دیا جائے گا)

انسان جب کسی کام کو سرانجام دیتا ہے تو جزا کی امید رکھتا ہے۔ مشکل حالات میں صبر اور جبین کو خدا کے سامنے جھکاتا ہے۔ ہر طرف سے کٹ کر خدا سے جڑ جاتا ہے۔ اللہ اسے اس کا اجر دیتا ہے۔ اس کی دنیا کی نعمتوں سے نوازتا ہے۔ آخرت میں اس کے لیے حصہ رکھتا ہے۔ صبر ایک امر مشکل ہے۔ اس لیے سخت کام کی جزا بھی اسے زیادہ دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس سوچ سے بری کر دیا کہ صبر جیسا مشکل کام کر کے اس کو جزا کیسی ملے گی۔ فرمایا کہ صبر کا حساب پورا دیا جائے گا۔ نعمتوں سے محروم نہ کیا جائے گا۔ عزتوں کا تاج اسے پہنایا جائے گا۔

• شکر

مادیت پرستی کے دور میں انسان سب سے آگے نکل جانے کی دوڑ میں رہتا ہے۔ دن کا چین اور رات کا سکھ اپنے ہاتھوں گنوا بیٹھتا ہے۔ کسی کی قابلیت و اہلیت کا تسلیم نہیں کرتا۔ دو سے چار اور چار سے آٹھ کی خواہش میں زندگی کا سکون برباد کرتا ہے۔ دوسروں کی ترقی کو دیکھ کر اپنے پاس موجود نعمتوں سے اعراض کا رویہ اپناتا ہے۔ عزت، شہرت اور رزق کی فروانی میں لیل ونہار کی خوبصورت بہاریں خزاں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رویے پر ضرب لگائی اور شکر کا قانون دیا ۔ نعمتوں کی طرف نظر کرنے کی تلقین کی۔ اپنی موجودہ صلاحیتوں کو مثبت انداز میں دیکھنے کی راہ دکھلائی۔ انسان کو خوش رہنے کا کلیہ عطاء کیا۔

كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ[44]

---

[43] الزمر:10

[44] الاعراف:144

(اور شکر بجالا۔)

انسان اپنی تخلیق پر غور کرے تو اس کو نعمتوں کا احساس ہوتا ہے۔ دیکھنے کے لیے آنکھیں، سننے کے لیے کان، چکھنے کے لیے زبان، سونگھنے کے لیے ناک، چلنے کے لیے پاؤں اور گرفت کے لیے ہاتھ عطاء فرمائے۔ میڈیکل سائنسز کا مطالعہ کرنے سے انسانی جسم کی ساخت اور نظام کا علم ہوتا ہے۔ اس سے انسان حیران ہو جاتا ہے کہ اللہ نے کس قدر نعمتوں سے صرف اس کے جسم کو نوازہ ہے۔ اس کی ذہنی صلاحیتیں جسمانی اہلیتیں اس قدر وافر ہیں کہ انسان سجدہ شکر بجالائے۔ خاندان، بیوی اور اولاد انسان کو ہر نعمت سے اللہ نوازتا ہے۔ انسان کو ان نعمتوں کے عطاء کرنے والے کا احسان تسلیم کرنا چاہیے۔ اس کی فرمابرداری کرنی چاہیے۔ جس ذات نے اتنا کچھ دیا ہے اس کے سر تسلیم خم کرنا چاہیے۔ اس کی رضا میں راضی رہنا چاہیے۔

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ-----[45]

(کہ اگر شکر گزار بنوگے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا۔)

اللہ تعالیٰ نے شکر کو پسند فرمایا ہے۔ شکر کی روش اختیار کرنے والے کو اللہ نے مزید نعمتوں کا مژدہ سنایا ہے۔ مادی نعمتوں سے ساتھ اللہ اس کو روحانی نعمتیں بھی عطاء فرماتا ہے۔ کفر شرک کی تاریکیوں سے نکال کر ہدایت کی روشنیوں کا ساماں فراہم کرنا ،ظلم وستم کے تعفن سے نکال کر صبر وشکر کی عطر بیز فضاؤں میں لا کھڑا کرنا خدا کی توفیقات پر انسان کا سر اس کی بارگاہ میں جھک جانے کا مطالبہ کرتا ہے۔ شکر کی روش سے معاشرے میں باہمی تعاون کی فضا بھی قائم ہوتی ہے۔ ایک دوسرے کا خیال بھی رکھا جاتا ہے۔ ایک دوسرے کے احسانات کو بھی تسلیم کیا جاتا ہے۔ باہمی تعلقات میں استحکام بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ شکر کی وجہ سے انسان کی کردار سازی بھی فرماتا ہے۔

• صدق

انسانی معاشرے باہمی تعاون اور یقین کے اصول پر پروان چڑھتے ہیں۔ معاشرے میں بسنے والے افراد ایک دوسرے کا سہارا ہوتے ہیں۔ مشکل حالات میں ایک دوسرے کے غمخوار ہوتے ہیں۔ انسان کی زبان ٹوٹے دلوں کو مرمت کرنے کا ہنر رکھتی ہے۔ انسانی کردار کے لیے بھی سچائی بڑا اہم کردار ادا کرتی ہے۔ معاشرے میں اس کا مقام متعین کرتی ہے۔ اس کی گفتگو میں اعتماد پیدا کرتی ہے۔ لوگوں کا اس پر اعتماد قائم کرتی ہے۔ اسی ثقافتی قدر کو قرآن مجید نے فلسفہ اخلاق کے طور پر سامنے رکھا

---

[45] ابراہیم:7

ہے۔اس کی تاکید فرمائی ہے۔اسلام نے انسان کی انفرادی زندگی کے معاملات سے لے کر اجتماعی معاملات تک سب میں صدق کی اہمیت پر زور دیا ہے۔اس صفت میں ہر خاص وعام،امیر وغریب،عالم وجاہل، حکمران وعوام الغرض ہر شعبہ ہائے زندگی میں کام کرنے والوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔معاشرے کی تعمیر وترقی اور امن عامہ کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ[46]

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اللہ سے ڈرو اور سچے لوگوں کا ساتھ دو۔)

اس کارخانہ حیات میں لوگ مختلف طبیعتوں کے مالک ہوتے ہیں۔ضمیر کی آواز کو سن کر رائے راست پر آنا حق پرست لوگوں کا مشغلہ ہے۔ہوا کے رخ پر چلنے والے لوگوں کے مزاج میں سچائی کا ساتھ دینا شامل نہیں ہوتا۔وہ اپنے فائدے کی خاطر رات کے دن اور دن کے رات ہونے پر راضی ہو جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے اس روایے کی مذمت کرتے ہوئے ایمان والوں کو ترغیب دی کہ ان سے اعراض کریں۔حق وصداقت کی آواز بنیں۔وہ لوگ جو اس کا پرچم بلند کیے ہوئے ہیں انکی معیت میں ہو جائیں۔ان کے راستے پر چلنے کی کوشش کریں۔معاشرے کو ہمیشہ ایسے لوگ نفع پہنچاتے ہیں۔مثبت زاویہ فکر رکھتے ہیں۔ان کا شعور عالی ہوتا ہے۔صداقت کے ماحول میں رہنے والے لوگ خوش بخت ہوتے ہیں۔ایسے افراد کے گروہ میں شامل ہو جاو۔

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا۔۔۔۔[47]

(اے ایمان لانے والو، اللہ سے ڈرو اور ٹھیک بات کیا کرو۔)

راست گوئی انسانی کردار کا حسن ہے۔اعتماد ویقین کی فضاء اس ثقافتی قدر کے باعث قائم ہوتی ہے۔بات کی پختگی اور استحکام ہی انسانی کردار کی نشانی ہے۔معاشرے میں ہونے والی اخلاقی برائیوں کا تعلق بھی انسان کی زبان سے ہے۔غیبت،خوشامد، گالی گلوچ،بدزبانی، کردار کشی، استہزاء، راز فاش کرنا، لڑائی جھگڑا، باطل کا پرچار اور فحش کلامی جیسی تمام برائیاں انسان کو حق کے راستے سے دور کر دیتی ہیں۔اس سے معاشرتی امن وامان اور باہمی تعلقات خطرے میں پڑھ جاتے ہیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ نے خصوصا مومنین کو ہدایت نامہ جاری فرمایا۔اللہ کی ذات سے خوف رکھتے ہوئے اپنے انداز گفتگو کو درست کرو۔تمہاری بات سیدھی اور مستحکم ہونی چاہیے۔اگر تم کسی بارے میں گواہی دو تو وہ واقع کے عین مطابق ہونی چاہیے۔تمہاری بات ہر قسم کے

---

[46] التوبہ:119

[47] الاحزاب:70

ابہام سے خالی ہونی چاہیے۔افعال و اقوال میں ظاہری و باطنی ہم آہنگی ہونی چاہیے۔معاشرے صداقت کی بنیاد پر اعتماد کرتے ہیں۔معاشرے کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائی جاسکتی۔

• حسن کلام

اعلیٰ اور معیاری گفتگو انسانی شخصیت کا حسن ہے۔حسن کلام، حسن گفتگو بھی اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے۔انسان کا گفتگو کا سلیقہ اور فن حاصل کر لینا اس کی رفعت میں مزید اضافہ کر دیتا ہے۔ایک مشہور مقعولہ ہے کہ پہلے تولو پھر بولو۔انسان کو حالات کے تناظر میں کلام کرنے کا فن آنا چاہیے۔الفاظ کا چناؤ، جملوں کی ترکیب اور لہجے کا انتخاب ہی گفتگو کو مؤثر بناتا ہے۔رسول اللہ کے کا لہجہ دوران گفتگو نرم ہونا۔آواز نہ زیادہ بلند اور نہ ہی زیادہ پست ہوتی۔بات کو آسان اور قابل فہم انداز میں لوگوں تک پہنچاتے۔ہر بات کو دہراتے تاکہ سامعین اس کو سمجھ لیں۔آج کا اہم معاشرتی مسلہ گفتگو کے اسالیب سے ناواقفی بھی ہے۔کس ماحول میں کس انداز میں بات کرنی چاہیے اس کا فقدان پایا جاتا ہے۔غور و فکر کے بغیر کلام کرنے کے بعد اس کی وضاحتیں دینی پڑھ جاتی ہیں۔لوگوں کی مزاج پر بات گراں گزرے تو لڑائی اور فساد کا خدشہ پیدا ہو جاتا ہے۔قرآن مجید نے اس بات پر زور دیا کہ بات کرنے کا طریقہ و اسلوب کیا ہونا چاہیے۔کونسی بات کرنی چاہیے اور کس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا........ [48]

(لوگوں سے بھلی بات کہنا)

اللہ تعالیٰ نے انسانیت کو ایک اہم بات سکھائی۔کلام کرنے کا طریقہ بتایا ہے۔اس بات کا حکم دیا کہ گفتگو کا موضوع کیسا ہونا چاہیے۔اس فانی دنیا میں اتنا وقت انسان کے پاس نہیں ہے کہ فحش گوئی یا لغو باتوں میں لگا رہے۔قرآن مجید نے بتایا کہ تمہاری بات اصلاح کی ہونی چاہیے۔تمہاری گفتگو معیاری ہونی چاہیے۔حالات کی نبض شناسی کرتے ہوئے اہم مسائل کے حل کے لیے کلام ہونا چاہیے۔لوگوں کی جذبات و احساسات کو مد نظر رکھتے ہوئے بات کرنی چاہیے۔کسی کی عقیدتوں کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے۔لوگوں سے اچھائی کی بات کرو۔ان کے لیے اصلاح کے راستوں کو آسان کرو۔ان کی مدد کرو۔ان کی لیے نرمی

---

[48] البقرہ:83

برتو۔ زبان دلوں کو توڑنے اور جوڑنے کی صلاحیت رکھتی ہے اس لیے تم ہمیشہ مثبت کام کا پرچار کرو۔ قرآن مجید نے اس آیت میں لوگوں کی گفتگو کے لحاظ سے راہنمائی فرمائی ہے۔

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ[49]

(کوئی لفظ اس کی زبان سے نہیں نکلتا جسے محفوظ کرنے کے لیے ایک حاضر باش نگراں موجود نہ ہو۔)

انسانی معاشرے میں دوران گفتگو موضوع کلام کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ انسان اپنے الفاظ کی سنگینی کو سمجھ نہیں پاتا۔ بعض اوقات لوگوں کا مزاج برہم ہو جاتا ہے۔ انسان اندر سے ٹوٹ جاتا ہے۔ اس کا حوصلہ پست ہو جاتا ہے۔ وہ ناامیدی کی طرف چلا جاتا ہے۔ اس کا سہارا بننے کی بجائے اس کا استہزاء کرنے والے یہ ہرگز نہ گمان کریں کہ ان کو کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔ ان کا حساب لینے والا کوئی نہیں۔ رات گئی اور بات گئی۔ الفاظ کا بھی وزن ہے۔ گفتگو لغو نہیں ہوتی اس کا ریکارڈ محفوظ کر لیا جاتا ہے۔ قرآن مجید نے انسانیت کو خبردار کیا۔ ان کی کی جانے والی گفتگو، ان کے کہے جانے والے الفاظ سب محفوظ ہیں۔ ہر ایک کو اپنے کلام کا بھی حساب دینا ہو گا۔ اس کے نتائج کے لیے ذہنی طور پر تیار کیا گیا۔ تاکہ اب انسان گفتگو سے پہلے غور و فکر کرے۔ کلام کے کی معنویت کو جان لے۔ اس کی ضرورت کس حد تک اس چیز کو محفوظ کر لے۔

• رحم

قرآن مجید کے فلسفہ اخلاق میں رحم، ہمدردی اور شفقت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ انسان معاشرے میں زندگی بسر کرتا ہے۔ صبح و شام ایک دوسرے سے ملتا ہے۔ ایک دوسرے سے دنیا کے معاملات طے کرتا ہے۔ معاشرے میں بسنے والے ضعیف العمر، جوان اور بچوں سے ملتا ہے۔ انسان کسی نہ کسی جہت سے دوسرے کی زندگی پر اثر انداز ہو رہا ہوتا ہے۔ اس کا ہر کام کسی دوسرے پر مثبت یا منفی اثرات مرتب کر رہا ہوتا ہے۔ اسلام نے انسان کی تربیت کی ہے۔ اس کو معاشرے میں زندگی گزارنے کا سلیقہ بتایا ہے۔ باہمی محبت و شفقت کی تلقین کی ہے۔ ایک دوسرے سے رحم کا رویہ اپنانے پر زور دیا ہے۔ ایک پرامن اور خوشحال معاشرے کے لیے ضروری ہے کہ اس کے بسنے والے لوگ باہمی ہمدردی رکھتے ہوئے ہوں۔ بچوں پر

---

[49] ق:18

شفقت کرتے ہوں۔عدم تشدد کی بجائے نرمی اور رحم کا پرچار کرتے ہوں ۔ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہوں ۔ ان کی ضرورتوں کا خیال کرتے ہوں۔ان خوبیوں سے معاشرہ امن وسکون کا گہوارابن سکتا ہے۔

وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ[50]

(اور جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر اور (خلق خدا پر) رحم کی تلقین کی۔)

قرآن مجید نے تربیتی انداز میں یہاں رحمت وشفقت کی بات کی ہے۔آپس میں تعلقات کی نوعیت بیان کی ہے۔انسانی مزاج میں مثبت تبدیلی لانے پر زور دیا ہے۔ہر انسان اپنے ماتحت لوگوں سے اچھا سلوک کرے۔ان کی بنیادی ضرورتوں کا خیال رکھے ۔ان سے اچھے انداز میں پیش آئے۔ان کی مدد کرے۔تمام چیزیں انسانی معاشروں کو مستحکم بنانے کے لیے بیان کی جارہی ہیں ۔انسان ذاتی طور پر ان صفات کو اپنالے تاکہ معاشرہ بہتری کی طرف جاسکے۔لوگوں کی روحانی اصلاح کرنا ان کو اللہ کے دین کی طرف بلانا ان پر رحمت کے بازوں پھیلانا ہے۔ احکامات الہیٰہ کی طرف اس کی توجہ دلانا، معصیت کی دلدل سے نکال لانا اور اطاعت کے راستے کی طرف لانا، اس کی ذات پر سب سے بڑی شفقت اور رحمت ہے۔

• ایفائے عہد

انسانی معاشروں میں عہد وپیمان کی بڑی اہمیت ہے۔ہر انسان عہد کرتا ہے۔دین و دنیا کے ہر معاملات میں عہد وپیمان کرتا ہے۔جب انسان دین ومذہب قبول کرتا ہے تو وہ عہد کرتا ہے۔اس دین کے احکامات کو بجالانا اور اس کی ممنوعہ چیزوں سے بچنا اب اس کی ذمہ داری ہو جاتی ہے۔اسی طرح دنیا میں تجارت، قرض یا کسی بھی ذمی داری کو قبول کرتا ہے وہ دراصل عہد کرتا ہے۔دفاتر میں کام کرنے والے لوگوں پر اس عہد کے ساتھ وہاں کے قوانین پر عمل کرنا لازم ہو جاتا ہے۔اپنے کام کو مکمل کرنا ،دفتری اوقات پر آنا جانا اور باقی تمام تر ذمہ داریاں نبھانا اب اس پر لازم ہو جاتا ہے۔دنیا کی بڑی ثقافتوں میں اس قدر کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ایفائے عہد سے ہی معاشرے میں اعتماد پیدا ہوتا ہے۔جو معاشرہ اس کو قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہوتا وہ استحکام اور وقار کی منازل طے نہیں کرسکتا۔وہ تنزلی کا شکار ہو جاتا ہے۔ قرآن مجید نے اس کی قدر و منزلت سے آگاہی کا شعور

[50] البلد:17

دیا ہے۔ اس کے اثرات کے باعث اس کے لیے خصوصی تاکید کی ہے۔ اسلامی تاریخ میں بھی عہد کی پابندی کی تلقین اور مثالیں کثرت کے ساتھ ملتی ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ......[51]

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو، بندشوں کی پوری پابندی کرو۔)

قرآن مجید کی اس آیت نے ایفائے عہد کا عمومی اصول دیا ہے۔ اس آیت میں ایفائے عہد کو لے کر عموم ہے۔ انسان کا عہد دینی ہو یا دنیوی اس کو ہر صورت میں اس کی پاسداری کرنی ہو گی۔ عہد کی نوعیت دو قسم کی ہو سکتی ہے۔ انسان کا انسان کے ساتھ عہد، انسان کو خدا کے ساتھ عہد۔ اس آیت میں عہد کی پاسداری کا وسیع مفہوم پایا جاتا ہے۔ انسان کا قانونی، معاشی، معاشرتی ، ازداواجی، تجارتی عہد ہو سکتا ہے۔ اب انسان پر واجب ہے کہ وہ اپنے ہر وعدے کو وفا کرے۔ عہد کا تعلق انسانی عقائد کے ساتھ ہو یا انسانی اعمال کے ساتھ اس کو پابند کر دیا گیا ہے۔ ہر صورت میں کیا گیا وعدہ پورا کرنا ہو گا۔ علامہ ماوردیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں قتادہ کا قول نقل کیا ہے۔ اس قول کے مطابق زمانہ جاہلیت کے کیے گئے عہد و پیمان کو پورا کرنا بھی انسان پر لازم ہے۔ جدید دور میں اسلامی ممالک نے سود کی بنیاد پر قرض حاصل کر رکھے ہیں۔ اسلامی قوانین میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ لیکن اب عہد کو پورا کرنا بھی ان ممالک پر لازم قرار پائے گا۔ قرآن مجید دراصل اس بنیادی مسلے کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اس کی بنیاد پر ہی انسان کا اعتماد معاشرے اور ریاست پر قائم ہو تا ہے۔

وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا[52]

(عہد کی پابندی کرو، بے شک عہد کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنی ہو گی۔)

قرآن مجید کسی بھی اہم بات کی تاکید ضرور کرتا ہے۔ اس کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے لیے اس کے ثمرات اور نقصانات سے آگاہ کرتا ہے۔ ایفائے عہد کی بات کے بعد قرآن مجید نے اس بات کو بھی بیان کیا ہے کہ یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کو فرموش کر دیا جائے۔ عملی طور پر اس کو میدان کارساز میں نہ لایا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تاکید کے بعد اس کی پوچھ گچھ کے حوالے سے انسان کو خبر دار کیا ہے۔ جو وعدہ کر لیا جائے اور جو پیمان باندھ لیا جائے اس کا سوال بھی ہو گا۔ اس کا حساب اللہ کی

---

[51] المائدہ: 1

[52] بنی اسرائیل: 34

عدالت میں لیا جائے گا۔ کسی کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے کی اجازت نہیں دی گی۔ انسانیت کا روحانی یا مادی کوئی بھی عہد ہو اس کے بارے میں سوال ہو گا۔ اس کی تکمیل اور راہ فرار اختیار کرنے کے بارے میں کھلی چھٹی نہیں دی جائے گی۔

• تکبر

انسان کا اپنی ذات کو دوسروں سے بڑا تصور کرنا۔ انسانیت کو حقارت کی نظر سے دیکھنا۔ اپنے فرائض اور دوسروں کے حقوق کو پس پشت ڈال دینا تکبر ہے۔ اللہ کی عطاء کردہ نعمتوں کے سبب لوگوں کو اپنے سے کم تر سمجھنا سنگین جرم ہے۔ دولت، طاقت یا منصب کے نشے میں محض اپنے آپ کو بڑا ماننا ہے۔ ایک ہی معاشرے میں رہتے ہوئے اپنی صلاحیتوں غلط استعمال کرنا اور اپنے برابر نہ تسلیم کرنا معاشرتی برائی ہے۔ اس مرض میں مبتلا شخص لوگوں کی نظروں میں گر جاتا ہے۔ معاشرے میں اپنا مقام کھو بیٹھتا ہے۔ انسان کی اس نفسیاتی بیماری سے فساد کا خدشہ بڑھ جاتا ہے۔ انسان لوگوں سے بڑھ کر اپنے آپ کو خدا کے مقابل لے آتا ہے۔ تاریخ میں فرعون، ہامان، قارون اور شداد اسی طبقے کے لوگوں میں شامل ہوئے اور خود کو خدا کا ہمسر تصور کر لیا۔ اللہ تعالیٰ انسان کے اس روایے کو پسند نہیں فرماتا۔ قرآن مجید میں رب تعالیٰ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا[53]

(یقین جانو اللہ کسی ایسے شخص کو پسند نہیں کرتا جو اپنے پندار میں مغرور ہو اور اپنی بڑائی پر فخر کرے۔)

تکبر بنیادی طور پر انسان میں دو چیزیں پیدا کرتا ہے۔ پہلی چیز کہ وہ سب سے بلند اور عظیم ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ باقی لوگوں کو حقیر اور کمتر سمجھتا ہے۔ امام رازیؒ نے اس آیت کے ضمن میں ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ متکبر شخص اللہ کی عطاء کردہ نعمتوں کے سبب لوگوں پر فخر کرتا ہے۔ تکبر کرنے والا لوگوں کے حقوق کا خیال نہیں کرتا۔ متکبر والدین، قریبی رشتہ داروں، مساکین، غرباء، مسافروں حتیٰ کہ دوستوں کا خیال بھی نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ نے اعلان کر دیا کہ اس روایے کا حامل انسان اس کے لطف و کرم، خیر و برکت اور نیکی سے محروم ہو جاتا ہے۔ ایسا شخص محبوب خدا ہونے کا شرف حاصل نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ النحل میں اس روایے کی دوبارہ مذمت فرمائی۔

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ[54]

---

[53] النساء:36

[54] النحل:23

(وہ ان لوگوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا جو غرور نفس میں مبتلا ہوں۔)

اللہ کا قرب حاصل کرنے کی راہ میں یہ برائی حائل ہو جاتی ہے۔ اللہ بندے پر نظر محبت نہیں فرماتا۔ متکبر انسان اپنے لیے جنت کے دارواز ے بند کر لیتا ہے۔ انسانی معاشروں میں لوگوں کو عزت نہ دینا ان کی اہلیت و قابلیت کو تسلیم نہ کرنا انسانی وقار کے خلاف ہے۔ اللہ کی پیدا کردہ مخلوق کو ان کا حق نہ دینا۔ ان کے ساتھ اچھا سلوک نہ روا رکھنا۔ ان کو حقیر تصور کرنا یہ تمام امور معاشرتی مساوات اور باہمی راواداری اور تعاون کو ٹھیس پہنچاتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ ایسے شخص کو اس کے برے انجام سے بھی آگاہ فرمادیا۔

قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ [55]

(کہا جائے گا، داخل ہو جاؤ جہنم کے دروازوں میں، یہاں اب تمہیں ہمیشہ رہنا ہے، بڑا ہی برا ٹھکانا ہے یہ متکبروں کے لیے۔)

دردناک انجام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خبر دار کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء ورسل انسانی ہدایت کے لیے مبعوث کیے۔ انہوں نے اپنی اپنی قوم وملت کے سامنے حق کو بیان کر دیا۔ معاشرتی اصولوں کا بیان کر دیا۔ لوگوں کو رہنے اور زندگی گزارنے کا سلیقہ عطاء کیا۔ مثبت و منفی فکر اور صحیح اور غلط امور پر خبر دار کر دیا۔ اس کے باوجود اگر انسان ہدایت کو قبول نہ کرے ،احکامات الٰہیہ کی اطاعت نہ کرے تو اس کے عاقبت اچھی نہیں ہوتی۔ وہ اپنے ہاتھوں اپنی تباہی کا سامان تیار کرتا ہے۔ دنیا او رآخرت میں رسوائی کو اپنا مقدر بناتا ہے۔

• حسد

کسی دوسرے کی ترقی وخوشحالی کو دیکھ کر یہ خواہش وتمنا کرنا کہ اس کو حاصل شدہ نعمتیں اس سے چھن جائیں اور اس (حاسد) کو مل جائیں۔ حاسد دوسروں کی نعمتوں سے جلتا ہے۔ لوگوں کے مال و جان، علم و فضل اور عزت و شہر کو برداشت نہیں کر سکتا ۔ حاسد ذاتی نقصان کے ساتھ معاشرتی بگاڑ کا باعث بھی بنتا ہے۔ حاسد دل میں حسد کی کیفیت سے دوچار رہتا ہے۔ دوسروں کا خیال ہر وقت اس کو پریشانی میں مبتلا رکھتا ہے۔ اس کا دل غمگین رہتا ہے۔ بعض اوقات اس کے جذبات اس کو عملی اقدامات کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ وہ دوسروں کے خلاف غیبت اور ان کی برائیاں کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔ ان سے لڑائی جھگڑا کرتا ہے۔ شدت جذبات کی وجہ سے انتہائی قدم اٹھانے سے بھی باز نہیں آتا۔ اس سے معاشرے میں بدامنی کو فروغ ملتا

---

[55] الزمر:72

ہے۔حاسد خواہش نفس، تنگ دلی، تکبر، بغض وعناد اور برتری کے حصول کے لیے ذاتی نقصان کے ساتھ معاشرے کو نقصان دیتا ہے۔ایسا انسان کسی حال میں خوش نہیں رہ سکتا۔نفسیاتی مسائل کا شکار ہو جاتا ہے۔

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ--------56

(پھر یا یہ دوسروں سے اس لیے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نواز دیا؟)

قرآن مجید نے اس بات کی وضاحت فرمادی کہ لوگ ان چیزوں پر حسد کرتے ہیں جو دوسروں کو اللہ نے اپنے کرم سے عطاء کی ہوتی ہیں۔انسان کا کسی دوسرے کی نعمتوں کو دیکھ کر حسد کرنا ایمان کی کمزوری کی نشانی ہے۔اللہ نے اس کو نعمتیں عطاء کی ہیں وہ ذات اس کو بھی عطاء کرنے پر قادر ہے۔لیکن ایمان و اعتقاد کی کمزوری کے باعث اس کی نعمتوں کے چھن جانے کی تمنا کرتا ہے۔اس کی فضلیتوں کا سورج ڈوبتا ہوا دیکھنا چاہتا ہے لیکن اللہ سے ان نعمتوں کا سوال نہیں کرتا جو ان کو دینے پر قادر ہے۔امام ماوردیؒ نے اپنی تفسیر میں ان حاسدین سے مراد یہود کو لیا ہے۔وہ رسول اللہ ﷺ کے منصب بنوت سے حسد کرتے تھے۔آپ ﷺ کے جمیع کمالات و محاسن سے جلتے تھے۔رسول خدا ﷺ کو تمام کمالات و محاسن اللہ نے عطاء فرمائے تھے مگر وہ قوم اللہ کی عطاء کردہ نعمت سے خوش نہیں تھے۔حسد ایک انداز فکر ہے۔انسان اس انداز فکر سے جڑ جائے تو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ۔معاشرے کے لیے ایسے لوگ نقصان دہ ہوتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ہدایت دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ ایسے لوگوں سے اللہ کی پناہ مانگو۔

اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ-------57

(پھر یا یہ دوسروں سے اس لیے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نواز دیا؟)

حسد کرنے والا ایک طرح سے نفسیاتی مرض کا شکار ہو جاتا ہے۔اس کو محسود کا نقصان کرنا ہوتا ہے چاہے اس میں اس کی ذات کو نقصان ہی کیوں نہ اٹھانا پڑے۔حسد کی بیماری میں شیطان نے حضرت آدمؑ کو جنت سے اتروایا، قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا ۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے شر سے پناہ کا حکم دیا ہے۔اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ان لوگوں کی پہچان حاصل کرنی چاہیے۔ان کی شرارتوں سے بچنا چاہیے۔یہ خود تو دنیوی اور اخروی نقصان کو مقدر کا حصہ بنالیتے ہیں لیکن محسود کو بھی نقصان پہنچا دیتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ہمیں حاسدین کے شر سے محفوظ فرمائے۔آمین

---

[56] النساء:54

[57] النساء:54

• ظلم

کسی چیز کو اس کے محل میں نہ رکھنا ظلم کہلاتا ہے۔ آج کل ہمارے معاشرے میں ظلم کی روش عام ہو چکی ہے۔ لوگ اس کو کسی خاطر میں نہیں لاتے مگر یہ ایک سنگین جرم ہے۔ ظلم کو تین اقسام تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ظلم انسان خدا کی ساتھ کرتا ہے۔ جب اس کی ذات کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔ اس کے احکامات کو تسلیم نہ کیا جائے۔ اس کی اطاعت نہ کی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کا سب سے بڑا ظلم شرک کو قرار دیا ہے۔[58] دوسرا ظلم انسان اپنی ذات کے ساتھ کرتا ہے۔ جب انسان خواہشات کی پیروی میں اپنی ساری توانائیاں خرچ کر دیتا ہے۔ فرائض میں سستی کرتا ہے۔ حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے لگ جاتا ہے۔ جرائم اور گناہوں میں اپنے آپ کو ملوث کر لیتا ہے۔ اپنی صلاحیتوں اور قابلیتوں کا غلط استعمال کرتا ہے۔ وہ اپنی خداداد نعمتوں کے کفران کا مرتکب ہو جاتا ہے۔ معاشرے میں اپنی عزت و وقار کی دستار تار تار کر دیتا ہے۔ اس سے اس کی شخصیت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے۔ تیسرا ظلم انسان خدا کی مخلوق پر کرتا ہے۔ لوگوں کا حق کھاتا ہے۔ ان کو زیادتی کا نشانہ بناتا ہے۔ اپنی طاقت کے زور پر ان کا حق چھین لیتا ہے۔ آج وطن عزیز میں اس کی مثالیں عام میسر ہیں۔ لوگ ایک دوسرے کا حق غصب کر رہے ہیں۔ طاقت کے زور پر ایک دوسرے کو عدالتوں کا چکر لگوا رہے ہیں۔ ہر قسم کے مظالم جیسے گالم گلوچ، دست درازی اور عزت کی بے حرمتی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ معاشرہ امن و سکون سے رہنے کے قابل محسوس نہیں ہو رہا۔ ہر طرف معاشی، معاشرتی اور سیاسی انارکی کا منظر نامہ دکھائی دیتا ہے۔ قرآن مجید نے اس قبیح فعل کی مذمت اور ممانعت دونوں نازل فرمائی ہیں۔

وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ[59]
(اللہ ظالموں کو تو ہدایت نہیں دیا کرتا۔)

امام رازیؒ نے اس آیہ کریمہ کا شان نزول نقل کرتے ہوئے حرث بن سوید کا واقعہ بیان کیا ہے۔ حرث بن سوید اور ان کے دس ساتھی قبول اسلام کے بعد ارتاد کے مرتکب ہوئے۔ حرث بن سوید نے پشیمان ہو کر توبہ کی اور اسلام قبول کیا۔ جب انہوں نے اپنے اسی گروہ کو دوبارہ قبول اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے انکار کیا اور کہا کہ اگر ہم اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہوئے تو توبہ کا دروازہ کھلا ہے توبہ کر لیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیات نازل فرمائی اور فرمایا کہ ایسے لوگوں کو اللہ ہدایت کی نعمت عطاء

---

[58] اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان ١٣)

[59] ال عمران:86

نہیں فرماتا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عمداً خدا کی نافرمانی کرنے والا، اللہ کے احکامات کا مذاق اڑانے والے، رسول اللہ ﷺ سے بغاوت کرنے والا ظالم ہے۔ اس کا یہ جرم اتنا بڑا ہے کہ وہ ہدایت کی روشنی حاصل نہیں کر سکتا۔ جان بوجھ کر ظلم کرنے والا چاہے وہ خدا کے دین سے بغاوت کی صورت میں یا اپنی ذات کے ساتھ ہو یا مخلوق خدا کے ساتھ ہو معافی کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ لوگوں کی عزتوں کو اچھالنے والا، ان کے حق کو غاصب کرنے والا، ان کی زندگی کو خراب کرنے والا یہ گمان نہ کرے کہ توبہ کا دروازہ اس کے لیے کھلا ہے۔ ظلم و ستم کی تاریخ رقم کرنے کے بعد وہ توبہ کر لے گا۔ گناہوں سے پاک ہو جائے گا۔ اس کا کوئی حساب نہیں لیا جائے گا۔ ایسا نہیں ہے۔ اس کو توبہ کی توفیق ہی میسر نہیں آئے گی۔ رجوع الی اللہ کی دولت سے وہ محروم ہو گا۔

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ[60]
(سنو! خدا کی لعنت ہے ظالموں پر)

اللہ تعالیٰ نے سخت لہجے میں بات کرتے ہوئے بتایا کہ ایسے لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ اللہ اس کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ وہ اللہ کی رحمتوں سے دور ہے۔ اللہ کے کرم سے محروم ہے۔ اللہ کے فضل میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں ہے۔ یہ تمام باتیں انسانیت کو خبردار کرنے کے لیے کی جا رہی ہیں تاکہ وہ اپنے آپ کو سنوار لیں۔ جاہلیت سے نکل کر علم حاصل کر لیں۔ خدا اور مخلوق خدا کے لیے اپنے رویے کو درست کر لیں۔ اپنی دنیا و آخرت اور معاشرے کے امن و سکون کو برباد نہ کریں۔

• جھوٹ

جھوٹ ایک بہت بڑی اخلاقی برائی ہے۔ کسی واقع کے برعکس بات کو نقل کرنا یا جان بوجھ کر حقائق کو مسخ کرنا جھوٹ کہلاتا ہے۔ بے بنیاد باتوں میں لوگوں کو الجھانا اور افواہوں کا سہارا لے کر کسی واقع کو بیان کرنا بڑے سنگین نتائج کو برآمد کرتا ہے۔ لوگوں میں بدگمانی اور باہمی عداوت کی بنیاد قائم ہو جاتی ہے۔ قطع تعلقی اور فساد کا خدشہ بڑھ جاتا ہے۔ لوگ دست و گریبان ہو جاتے ہیں۔ کبھی دو لوگ اور بسا اوقات پورا معاشرہ اس آگ کا شکار ہو جاتا ہے۔ جب جھوٹ بولنے والا پکڑا جاتا ہے تو اس کی عزت اس معاشرے میں ختم ہو جاتی ہے۔ اس کی بات پر کوئی اعتماد نہیں کرتا۔ اس لیے ہر بات کی تحقیق ضروری

---

[60] ھود:18

ہے۔باتوں کی اندھی تقلید ،جھوٹی گواہی یا تہمت انسانی معاشروں کے لیے خطرےناک ثابت ہوتی ہے۔اسلامی تعلیمات(قرآن وحدیث)میں دروغ گوئی کی ممانعت اور سخت سزا کے متعلق خبر دار کیا گیا ہے۔

فَنَجْعَلْ لَّعْنَۃَ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ[61]

(خدا سے دعا کریں کہ جو جھوٹا ہو اس پر خدا کی لعنت ہو۔)

اللہ تعالیٰ نے اس اخلاقی برائی کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا ہے۔اس کے منفی نتائج کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سے بچنے کی تلقین کی ہے۔اس کے مرتکب شخص کو لعنت کا حقدار قرار دیا ہے۔جھوٹ کی لپیٹ میں آکر گھر،خاندان اور معاشرہ تباہی کا شکار ہو سکتے ہیں۔لوگوں کے باہمی تعلقات کھٹائی میں پڑ سکتے ہیں۔ایک ہی معاشرے میں بسنے والے افراد کو آپس میں بد ظن کر سکتا ہے۔جھوٹ ایسی معاشرتی برائی ہے جس کے نتائج بہت سنگین ہیں۔انسانی شخصیت کو خراب کر دیتا ہے۔لوگوں کا اعتماد اور بروسہ اٹھ جاتا ہے۔اس کی شخصیت کے علاوہ معاشرے میں پیدا ہونے والا بگاڑ فساد برپا کرتا ہے۔قرآن مجید نے اس کی خرابیوں سے بچنے کے ساتھ اس کے اخروی نقصانات کی بات بھی کی ہے۔ایسا انسان جو جھوٹ کے سہارے لوگوں کے امن و سکون برباد کرتا ہے اس کو آخرت میں سخت عذاب دیا جائے گا۔خدا کی لعنت کا مستحق بھی ہوگا۔اس کے معاملے میں کسی قسم کی رعایت نہیں برتی جائے گی۔اس کے لیے خدا کے قرب کے راستے بھی مسدود ہو جائیں گے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِیْ مَنْ ہُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ[62]

(اللہ کسی ایسے شخص کو ہدایت نہیں دیتا جو جھوٹا اور منکر حق ہو۔)

دراصل یہ ایسی اخلاقی برائی ہے جس سے معاشرے کو خطرہ ہے۔کوئی انسان اس کے اثرات سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔اجتماعی نقصان کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں سختی فرمائی ہے۔

- **خیانت**

انسانی معاشروں کو خیانت دیمک کی طرح چاٹ لیتی ہے۔اس اخلاقی برائی کے سبب معاشرہ ترقی حاصل نہیں کر سکتا۔خیانت اپنے مفہوم میں بہت وسیع ہے۔خدا اور اس کے رسول سے خیانت،مخلوق خدا سے خیانت اور اپنی ذات سے خیانت تمام تر پہلو

---

[61] ال عمران:61

[62] الزمر:3

اس میں شامل ہوتے ہیں۔ اللہ اور اس کے دین سے بغاوت کرنا۔ مخلوق خدا کو ان کا حق نہ پہنچانا یا کسی مذموم کام میں انکی مدد کرنا ۔اپنی ذمہ داریوں سے انحراف کرنا۔ کسی تنظیم یا تحریک کی خامیوں اور کمزوریوں کو عیاں کر دینا۔ ملکی سالمیت کو خطرے میں ڈالنا اور اندرونی معاملات تک دشمن عناصر کو رسائی فراہم کرنا۔ الغرض خاندانی، معاشرتی، معاشی، سیاسی اور ذاتی ذمہ داریوں کو پورا نہ کرنا خیانت میں شامل ہے۔ خیانت ایسی اخلاقی بیماری ہے جس کے باعث انفرادی اور اجتماعی دونوں نقصان قوم و ملت کو پہنچتے ہیں۔ قرآن مجید نے اس کی واضح مخالفت فرمائی ہے۔ اس کے حوالے سے آگاہی دی ہے۔ انسانی شعور کو اس بات کی تلقین کی ہے کہ وہ اس مرض میں ہرگز مبتلا نہ ہو۔ ہر قسم کی ظاہری اور مخفی خیانت سے اپنے آپ کو بچا کر رکھے۔

لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ... [63]

(جانتے بوجھتے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو)

قرآن مجید اس آیہ مبارکہ سے ایک اصول سامنے آتا ہے۔ کوئی انسان اپنے دین سے بغاوت نہ کرے۔ اللہ اور رسول کی دی گئی تعلیمات سے بری الذمہ نہ ہو۔ اس کو نظام سیاست و حکومت کے پہلو سے بھی سمجھا جا سکتا ہے۔ انسان اپنے ملک اور نظام سے کسی قسم کی خیانت نہ کرے۔ اپنے فکری اعتقادات سے منحرف نہ ہو۔ استحکام اور ترقی کی راہیں خیانت کی رکاوٹوں سے مسدود ہو جاتی ہیں۔ اس لیے اپنی کسی ذمہ داری کی فرائض میں کوتاہی کر کے خیانت کا مرتکب نہ ہو۔ خداداد صلاحیتوں کا صحیح وقت پر استعمال نہ کرنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے۔ آیت کے دوسرے حصے میں آپسی معاملات کے بارے میں تعلیمات دی گئی ہیں ۔مالی خیانت ہو یا کہ فکری، کسی کے عیب ہوں یا راز کسی قسم کی خیانت کی اجازت دین اسلام نہیں دیتا ہے۔ ہر تعلق کی پاسداری ہی خدا تعالیٰ کے دین میں پسندیدہ عمل ہے۔

وَ لَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا [64]

(تم بددیانت لوگوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنو)

انسانیت کو مخاطب کرتے ہوئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بھی انسان ناحق کی طرف داری نہ کرے۔ کسی شخص کی بے بنیاد حمایت نہ کی جائے۔ خیانت کرنے والے کو ہرگز اپنی ذات کا سایہ نہ دیا جائے۔ اس سے ایک اور بات سمجھ میں آتی ہے کہ ریاست یا ریاستی ادارے کبھی کسی ایسے فرد یا جماعت کی حمایت نہ کریں جو اخلاقی انحطاط کا شکار ہوں۔ جو خیانت کا ارتکاب

---

[63] الانفال:27

[64] النساء:105

کرنے والے ہوں ۔جدید دور میں اس کو بدعنوانی(corruption) سے منسوب کیا جاتا ہے۔قوم وملت کے مال، حقوق اور تعلیم سے خیانت کرنے والا کبھی قابل رحم نہیں ہوتا۔خیانت کرنے والے کو انفرادی یا اجتماعی ہمدردی کا حق حاصل نہیں ہوتا ۔اس روش پر چلنے والا سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

حاصل بحث:

انسان دنیا کے ہر خطے میں آباد ہوتے ہیں۔اس خطے کی آب وہوا اور ضروریات کے تحت اپنا انداز زندگی بناتے ہیں۔لباس اور خوراک کو علاقائی اور موسمی بنیادوں پر تیار کرتے ہیں۔اس ماحول کے مطابق زندگی کے لیے آسائشیں تلاش کرتے ہیں۔ہر قسم کی مادی سہولیات حاصل کرنے کی سعی کرتے ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ روحانی ہدایت کے لیے بھی سعی و کوشش میں مصروف عمل رہتے ہیں۔دین اور مذہب سے منسلک ہو کر اپنی روحانی زندگی کا آغاز کرتے ہیں۔معاشرے میں زندگی بسر کرنے کے لیے ثقافت کی تلاش بھی کرتے ہیں۔اس کی اقدار کو اپناتے ہیں۔ان اصولوں کے ماتحت اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آغاز بشریت کے ساتھ ضابطہ حیات بھی عطاء کیا تاکہ روحانی و مادی ضروریات کی تکمیل احسن انداز میں ہو سکے۔ثقافت کے اصول بھی واضح کیے۔ان اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے انسان باہمی تعلقات اور معاملات کو بہتر بنا سکے۔اللہ تعالیٰ نے اسی طرح قرآن مجید میں بنیادی ثقافتی اقدار کو بیان کیا ہے۔انسان کا تعلق معاشرے کے ساتھ کیسا ہونا چاہیے۔انسان کا تعلق ریاست کے ساتھ کیسا ہونا چاہیے۔انسان کی بنیادی ضروریات کا خیال رکھتے ہوئے تمام تر اصولوں کو تربیتی انداز میں قرآن مجید میں بیان فرمادیا ہے۔قرآن مجید نے فلسفہ اخلاق کا خوبصورت نقشہ کھینچا ہے۔ثقافت کی بنیادی اقدار کو بیان فرمایا ہے۔معاشرے کی بہتری اور ترقی کی ضمانت اس کا فلسفہ اخلاق ہوتا ہے۔لوگ ان عالی ثقافتی اقدار پر عمل کرتے ہوئے ترقی کی منازل طے کرتے ہیں۔ثقافت دراصل اقدار کے مجموعے کا نام ہے۔اس سے لوگوں کا مجموعی اخلاقی رجحان بھی واضح ہوتا ہے۔اقوام کے عروج وزوال کا منظر نامہ تاریخی اوراق پر نقش ہے۔جو ثقافت اخلاقی پستی کا شکار ہوئی بالآخر وہ زوال کے بھنور میں پھنس کر رہ گئی۔اخلاقی قدریں ہی ثقافت کی وسعت کو واضح کرتی ہیں۔جدید دور میں ہر ثقافت اپنے اندر وقت کے تقاضوں کے مطابق تبدیلیاں کرتی ہے۔اس کے اسباب و محرکات مختلف ہوتے ہیں۔ہوا کے دوش پر سوار آج کا انسان ہر لحاظ سے مکمل ہونا چاہتا ہے۔ہر جہت سے اپنی شخصیت کو قابل دید بنانا چاہتا ہے۔ان تمام منصوبوں کی تکمیل کے لیے اسے ایک عالمگیر اور وسیع دامن ثقافت سے منسلک ہونا ہوگا۔ایسی ثقافت جو ترقی، بہتری اور اصلاح کی بات کرے اور صدیوں کا جمود توڑے۔اللہ

تعالٰی نے قرآن مجید میں ان تمام ثقافتی اقدار کو بیان کیا جو انسان کی اصل ضرورت ہیں۔معاشرے کی بہتری کی ضمانت ہیں ۔ریاست کے امن و امان اور استحکام کا نا قابل تردید جز ہیں۔

فصل سوم: ثقافتی اقدار کا سنت نبویؐ کی روشنی میں مطالعہ

اقوام کی اصلاح، بہتری اور ترقی کا انحصار ایک بلند ہمت قائد، عالی اقدار کے حامل راہنما اور مسائل شناس لیڈر پر ہوتا ہے۔ قوم کے اجتماعی رویے سے وہ ان کے امراض کی تشخیص اور صلاحیتوں کا صحیح استعمال کرتا ہے۔ دنیا ایک دستور کے مطابق چلتی ہے۔ وہ دستور میں غور و فکر کرتا ہے۔ اصلاح کے پہلو نمایاں کرتا ہے۔ تنزلی اور پستی کی راہوں کا شعور اپنی قوم میں پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بسنے والے انسانوں کے لیے ایک دستور دیا ہے۔ اس دستور کے ساتھ ایک رسول، رہنما اور قائد بھی انسانیت کے لیے مبعوث کیا ہے۔ قرآن مجید کے عالی افکار و ہدایات کے فہم کے لیے حضرت محمد ﷺ کو انسانیت کے لیے استاد اور راہنما بنایا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی قرآن مجید کے افکار و نظریات کا عملی نمونہ ہے۔ غیر معمولی ذہانت، صبر و تحمل، احساس اور مقصد کے حامل قائد نے خطہ عرب کا نقشہ تبدیل کر کے رکھ دیا۔ علم و اقدار سے عاری لوگوں کو مثالی کردار کا حامل بنا دیا۔ قبائلی تعصب، نفرت اور حسد کی آگ سے نکال کر محبت، اخوت اور رواداری کا راستہ دکھایا۔ رسول اللہ ﷺ نے عرب کی ثقافتی سرگرمیوں کا بغور جائزہ لے کر قرآنی تعلیمات کے سائے میں انقلاب بھرپا کیا۔ سیرت محمدی ﷺ سے ثقافتی اقدار کے متعلق ایسی اصولی تعلیمات ملتی ہیں جو کہ کسی بھی ثقافت، قوم و ملت کی اساسی ترقی کا راز ہو سکتی ہیں۔ اس فصل میں سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں بنیادی ثقافتی اقدار کے اصول تلاش کیے جائیں گے۔

1. امن و سلامتی

انسانی معاشروں میں امن کی ثقافتی قدر کو بنیاد کا درجہ حاصل ہے۔ امن و امان ہی معاشرے میں اعتماد اور باہمی تعاون کی فضاء قائم کرتا ہے۔ مختلف قبائل اور خاندانوں سے تعلق رکھنے والے افراد امن و سلامتی کی بنیادی اصول کی وجہ سے سکون کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے حقوق کا خیال کرتے ہیں۔ قبائلی تعصب اور خاندانی تفاخر کی وجہ سے معاشرے میں دوریاں پیدا ہوتی ہیں۔ عرب میں قبائلی تفاخر اور برتری کی وجہ سے امن و امان کی صورت حال نازک تھی۔ خطہ جنگ و جدل میں مبتلا تھا۔ قبائل کا باہمی اتفاق مخالف قبائل کے مقابلے لے لیے ہوا کرتا تھا۔ لوگ ایک دوسرے پر خاندانی برتری کا رعب ڈالتے تھے۔ معاشرہ امن کی زندگی گزارنے سے قاصر تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ثقافتی اقدار کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ ان کو امن و سلامتی سے رہنے کا درس دیا۔ قرآنی احکامات کی عملی تصویر دکھائی۔ لوگوں کو ایک مہذب معاشرے میں رہنے کے اصولوں کی تبلیغ فرمائی۔ معاشرہ ان اقدار کو اپنا کر امن و سلامتی سے زندگی بسر کرنے لگ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے امن کے تمام اجزاء کی تبلیغ فرمائی۔ لوگوں کو رحم کی قدر پر غور و فکر کی دعوت دی۔ اس کے مثبت نتائج کا علم دیا۔ اللہ کے دین پر ایمان

لانے والوں کو حکمت کے ساتھ اس کا پابند کیا کہ آپس میں رحم سے پیش آئیں۔ ایک دوسرے کا خیال کریں۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشادات آج بھی ہمارے مسائل کا حل ثابت ہو سکتے ہیں۔

لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس[65]

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو لوگوں پر رحم نہیں کھاتا اللہ بھی اس پر رحم نہیں کھاتا۔)

ایک ہی گاؤں یا شہر میں بسنے والے افراد کا باہمی تعلق اس معاشرے کے امن و امان کی تصویر کشی کرتا ہے۔ لوگوں کا باہمی رویہ اگر پیار، محبت اور رحم پر مبنی ہو گا تو تمام معاشرہ امن و سلامتی کی خوشگوار فضا میں سانس لے گا۔ لوگ سکون سے زندگی بسر کر سکیں گے۔ ثقافتی اقدار انسان کی شخصیت کو بااثر اور مثبت بناتی ہیں۔ اقدار انسان کی انفرادی تربیت کرتی ہیں کیونکہ انسان معاشرے کا ایک جزء ہوتا ہے۔ اس کے ہر قول و فعل کا اثر باقی افراد پر مرتب ہوتا ہے۔ انسان کا مثبت رویہ معاشرے میں امن و امان کی ضمانت ہوتا ہے۔ لڑائی جھگڑا اور فساد معاشرے کی بنیادوں کو ہلا دیتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے ہر انسان کو اس کا حق دینے کی تلقین کی ہے۔ زبان درازی اور دست درازی کی مذمت کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ[66]

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔)

اللہ کی ذات پر ایمان رکھنے والا، دین اسلام کی تعلیمات حاصل کرنے والا اور رسول خدا ﷺ کی تربیت میں رہنے والا محض انفرادی عبادات پر اکتفاء نہ کرے۔ جس معاشرے میں زندگی بسر کر رہا ہے اس کے حقوق بھی اس پر لازم ہیں۔ وہاں زندگی بسر کرنے کے چند اصول وضع ہیں۔ انداز رہن سہن کی تعلیمات موجود ہیں۔ مسلمان کبھی ان سے انحراف کرنے والا نہیں ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دست درازی کی ممانعت فرما دی۔ ایک دوسرے کو ہاتھ کی تکلیف سے بھی محفوظ فرما دیا۔ اس وقت بھی اور آج بھی ہمارے معاشرے میں تھوڑی سی ناچاقی سے بات دست درازی پر آجاتی ہے۔ اس کے بعد فساد کا وہ سلسلہ شروع ہوتا ہے جس کا اختتام مشکل ہو جاتا ہے۔ خاندانوں کے خاندان دست و گریباں ہو جاتے ہیں۔ معاشرے میں امن و امان

---

[65] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التوحید، باب قول للہ تبارک وتعالٰی: قُلِ ادْعُوا اللّٰہَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَیًّا مَّا تَدْعُوا فَلَہُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی، حدیث ۷۳۷۶

[66] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِہِ وَیَدِہِ، حدیث ۱۰

کی صورت حال خراب ہو جاتی ہے۔ لڑائیاں، جھگڑے اور بعض اوقات قتل تک بات پہنچ جاتی ہے۔ اس لیے رسول خدا ﷺ نے برائی کی طرف جانے والے، معاشرے کو دہکتی آگ تک لے جانے والے تمام راستے مسدود فرما دیے۔ انسان اخلاقی طور پر اس وقت ترقی حاصل کر سکتا ہے جب اس کا ماحول امن و سلامتی والا ہو۔ لوگوں کے دلوں میں رحم اور ہمدردی موجود ہو ۔ رسول اللہ ﷺ نے روحانی زندگی کی ضرورت کی تعلیم بھی دے دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ

لا تنزع الرحمة إلا من شقي[67]

(صرف بدبخت ہی سے رحم ختم کیا جاتا ہے۔)

بدقسمت اور بدبخت آدمی وہ ہے جس کا دل رحم کرنے والا نہ ہو، اس کی شخصیت میں رحم کی صفت نہ پائی جاتی ہو۔ مخلوق خدا کے لیے رحم کا جذبہ نہ رکھتا ہو۔ ایسا انسان معاشرے کے امن کے لیے ایک خطرہ بن جاتا ہے۔ لوگوں کی حقوق ادا نہیں کرتا ۔ لوگوں کی عزتیں اچھالتا ہے۔ اس کا خاندان اس سے تنگ ہوتا ہے۔ اس کے بیوی بچے اس سے نالاں رہتے ہیں۔ شفقت کا مادہ اس میں نہیں پایا جاتا۔ رحم، شفقت اور محبت انسان کا خاصہ ہے۔ انسان بڑوں کا احترام ملحوظ رکھتا ہے۔ بچوں پر شفقت کرتا ہے۔ ان سے پیار کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ خود بچوں سے بے انتہا شفقت اور پیار فرمایا کرتے تھے۔

قبل رسول الله صلى الله عليه وسلم الحسن بن علي وعنده الاقرع بن حابس التميمي جالسا، فقال الاقرع: إن لي عشرة من الولد ما قبلت منهم احدا، فنظر إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال من لا يرحم لا يرحم[68]

(رسول اللہ ﷺ نے حسن بن علیؓ کو بوسہ دیا۔ نبی کریم ﷺ کے پاس اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اقرع رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا کہ میرے دس لڑکے ہیں اور میں نے ان میں سے کسی کو بوسہ نہیں دیا۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ جو اللہ کی مخلوق پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔)

رحم، محبت اور ہمدردی انسانی اوصاف میں اعلیٰ صفات ہیں۔ مضبوط انسانی کردار کی نشانی ہیں۔ اس واقعہ سے بھی معلوم ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ خود کس قدر شفقت فرمانے والے تھے۔ محبتوں کو تقسیم کرنے والے تھے۔ اس معاشرے میں بسنے والے لوگوں کو تمام اقدار کی عملی تصویر دکھائی۔ ان لوگوں کو اپنے قول پر عمل کرکے بتایا کہ یہ باتیں کتابی یا محض نصیحت نہیں بلکہ قابل عمل ہیں۔ اسی طرح وہ معاشرہ بھی ان اقدار کو اپناتا چلا گیا اور امن و سلامتی کا گہوارا بنتا چلا گیا۔

---

[67] الترمذی، ابو عیسی محمد، السنن، دار الغرب الاسلامی، بیروت ۱۹۹۶ء کتاب البر والصلہ عن رسول اللہ ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي رَحْمَةِ النَّاسِ، حدیث ۱۹۲۳

[68] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب رَحْمَةِ الْوَلَدِ وَتَقْبِيلِهِ وَمُعَانَقَتِهِ، حدیث ۵۹۹۷

2. قانون کی کی بالادستی

انسانی معاشروں میں امن و سلامتی اور عدل و انصاف اس وقت میسر آتے ہیں جب قانون کی بالادستی ہو۔ کوئی فرد، خاندان یا جماعت قانون سے بالاتر نہ ہو۔ ریاست میں قانون سب کے لیے برابر ہوتا ہے۔ امیر و غریب یا عالم و جاہل کی کوئی قید نہیں ہوتی۔ طاقت کے زور پر قانون کو بندی بنانا یا طاقت سے قانون کی آنکھوں میں دھول جونکھنا کمزور ریاست کی نشانی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں کسی فرد، خاندان یا جماعت کو کسی قسم کی رعایت حاصل نہیں ہے۔ قانون اور دستور کی نظر میں سب برابر ہیں ۔رسول اللہ ﷺ نے عدل و انصاف اور قانون کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ اس بات پر یہ واقع شاہد ہے۔

ان قريشا اهمهم شان المراة المخزومية التي سرقت، فقالوا: من يكلم فيها يعني رسول الله صلى الله عليه وسلم، قالوا: ومن يجترئ إلا اسامة بن زيد حب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فكلمه اسامة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" يا اسامة اتشفع في حد من حدود الله، ثم قام فاختطب، فقال: إنما هلك الذين من قبلكم انهم كانوا إذا سرق فيهم الشريف تركوه وإذا سرق فيهم الضعيف اقاموا عليه الحد وايم الله لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها[69]

(قریش کو ایک مخزومی عورت جس نے چوری کی تھی کے معاملہ نے فکرمند کر دیا، وہ کہنے لگے: اس عورت کے سلسلہ میں کون رسول اللہ ﷺ سے بات کرے گا؟ لوگوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کے چہیتے اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے سوا اور کس کو اس کی جرات ہو سکتی ہے؟ چنانچہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے اس سلسلہ میں گفتگو کی تو آپ ﷺ نے فرمایا اسامہ کیا تم اللہ کے حدود میں سے ایک حد کے سلسلہ میں مجھ سے سفارش کرتے ہو پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور خطبہ دیا، آپ نے اس خطبہ میں فرمایا تم سے پہلے کے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کیونکہ ان میں جب کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کسی کمزور سے یہ جرم سرزد ہو جاتا تو اس پر حد قائم کرتے، قسم اللہ کی اگر فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرے تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ ڈالوں گا۔)

قانون کی بالادستی ریاست کی ذمہ داری اور ثقافتی قدر ہے۔ مہذب ثقافت کبھی بھی کسی میں قانونی تفریق نہیں کرتی ہے۔ ہر انسان اس کے لیے برابر حیثیت رکھتا ہے۔ اس واقعے سے ثابت ہوا کہ خاندان اور قریبی رشتوں کو کسی قسم کی قانونی رعایت حاصل نہیں ہے۔ تمام لوگ قانون کی نظر میں برابر ہیں۔ جرم کی سزا مجرم کو ملے گی۔ اسی میں ریاست اور معاشرے کی فلاح

---

[69] ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، دار الرسالۃ العالمیۃ، الطبعۃ الاولی ۱۴۳۰ھ کتاب الحدود، باب فِي الْحَدِّ يُشْفَعُ فِيهِ، حدیث ۴۳۷۳

ہے۔ کوئی بھی معاملہ جب قاضی یا عدالت میں پہنچ جاتا ہے تو اب اس منصب پر فائز لوگوں کا فرض ہے کہ اس کا فیصلہ کریں ۔ مجرم قانون کی آنکھ سے کسی صورت بچ نہ پائے۔ ادارے جب کسی کو مجرمانہ کاروائی میں ملوث پالیں تو اس کا فیصلہ حق کی بنیاد پر کریں۔ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں ایک ایسا معاملہ پیش ہوا۔

كان صفوان نائما في المسجد، ورداؤه تحته فسرق، فقام وقد ذهب الرجل , فادركه فاخذه فجاء به إلى النبي صلى الله عليه وسلم فامر بقطعه، قال صفوان: يا رسول الله , ما بلغ ردائي ان يقطع فيه رجل، قال:" هلا كان هذا قبل ان تاتينا به؟[70]

(صفوان رضی اللہ عنہ مسجد میں سو رہے تھے، ان کی چادر ان کے سر کے نیچے تھی، کسی نے اسے چرایا تو وہ اٹھ گئے، اتنے میں آدمی جا چکا تھا، انہوں نے اسے پالیا اور اسے پکڑ کر نبی اکرم ﷺ پاس لائے۔ آپ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا، صفوان رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کے رسول میری چادر اس قیمت کی نہ تھی کہ کسی شخص کا ہاتھ کاٹا جائے۔ آپ نے فرمایا تو ہمارے پاس لانے سے پہلے ہی ایسا کیوں نہ کر لیا۔)

اس واقع سے ایک اور بات ثابت ہوتی ہے کہ جب احتساب شروع ہو جائے یا عدالت میں کسی معاملے کو پیش کر دیا جائے تو اب اس ریاستی ادارے پر فرض ہے کہ اس کا فیصلہ کرے۔ جیسا کہ حضرت صفوانؓ نے محسوس کیا کہ چادر تو اتنی قیمتی نہیں کہ ایک شخص کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو وہ عرض گزار ہوئے کہ ایسا نہ کیا جائے۔ رسول خدا ﷺ کے فرمان سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جب معاملہ پیش ہو گیا ہے تو فیصلہ قانون کے مطابق ہو گا۔ اگر وہ معاملہ عدالت میں پیش نہ ہوتا تو آپ کو اختیار تھا کہ آپ معاف دے سکتے تھے۔ اس سے یہ معلوم ہو گیا کہ عدالت میں کیس ہو جانے کے بعد عدالت پر فرض ہے کہ وہ فیصلہ کرے اور مدعیٰ اب اس کو خارج نہیں کروا سکتا۔ عدالت میں پیش ہو جانے کے بعد قانونی فیصلہ لازم ہو گیا ہے۔ عین ممکن ہے کہ عدالت میں پیش ہونے کے بعد دوسرا فریق اس سے طاقت کے زور پر صلح کرنے کی کوشش کرے یا کیس خارج کرنے کے لیے مجبور کر دے۔ اس صورت میں عدل کے تقاضے نہیں پورے ہو سکتے۔ انصاف کی فراہمی میں رکاوٹ حائل ہو جائے گی۔ ریاستی ادارے اب عدل و انصاف اور قانون کی بالادستی کے لیے اس کا فیصلہ ضرور کریں گے۔

---

[70] النسائی، احمد بن شعیب، السنن، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، قاھرۃ ۱۹۳۰ء، کتاب قطع السارق، باب مَایَکُونُ حِرْزًا وَمَالَایَکُونُ، حدیث ۴۸۸۶

3. ازدواجی زندگی میں حسن

دنیا کی تخلیق سے لے کر عصر حاضر تک انسان شادی کرتے آرہے ہیں۔ اسلام نے اس بندھن کو سکون اور ایک دوسرے کا لباس قرار دیا ہے۔ دنیا کی کوئی بھی ثقافت ہو اس میں شادی بیاہ کا تصور موجود ہے۔ خاندانی نظام انسانیت کی بقاء اور افزائش نسل کی ضمانت ہے۔ میاں بیوی کی باہمی تعلقات کی نوعیت پر اسلام نے خاص تعلیمات دی ہیں۔ گھر کا سکون اور بہتر ماحول ہی انسانی زندگی پر مثبت اثرات مرتب کرتا ہے۔ زندگی کو حسین بنانے کے لیے سیرت میں راہنما اصول موجود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ سے اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔ رسول خدا ﷺ کے ارشادات اور عملی اقدامات سے آج کا انسان اپنی ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنا سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے ارشادات انسانیت کا سرمایہ ہیں۔ معاشرے میں امن و امان، محبت و پیار کی فضاء قائم کرنے کے لیے باہمی اعتماد کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ عزت و وقار کی حفاظت لازمی جزء ہوتی ہے۔ انسانوں میں محبت کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی زندگی ساتھ بسر کرنے کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ اس صورت میں رسول کریم ﷺ نے واضح تعلیمات دی ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایہ کہ

لم نر للمتحابين مثل النكاح[71]
(دو شخص کے درمیان محبت کے لیے نکاح جیسی کوئی چیز نہیں دیکھی گئی۔)

مرد اور عورت ایک دوسرے کے لیے کشش محسوس کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزارنا چاہتے ہیں۔ انسانی فطرت میں محبت کا مادہ موجود ہے۔ ہر انسان محبت کرتا ہے۔ اسلام نے اس کی ایک راہ متعین کر دی۔ رہبر عالم ﷺ نے محبت کرنے والوں کو نکاح کی پاکیزگی اختیار کرنے کا حکم عطاء فرمایا۔ اس سے معاشرے میں پاکیزگی اور حیاء کا ماحول قائم ہوتا ہے۔ عزتیں محفوظ ہو جاتی ہیں اور محبتوں کو منزل مل جاتی ہے۔ گھر خوبصورت اور مکمل ہو جاتا ہے۔ ایک دوسرے کے حقوق و فرائض کا خیال رکھا جاتا ہے۔ ایک دوسرے کی ضرورتیں پوری کی جاتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ایک اور ارشاد گرامی جو اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ

---

[71] ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، دار الرسالۃ العالمیۃ، الطبعۃ الاولی ۱۴۳۰ھ، کتاب النکاح، باب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ النِّكَاحِ، حدیث ۱۸۴۷

خیارکم خیارکم لنسائھم[72]
(سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کے لیے بہتر ہوں۔)

انسان لباس، علم، شخصیت کے ساتھ انفرادی بہتری کا سفر کرتا ہے۔اس کی ذاتی زندگی خوبصورت ہو جاتی ہے۔انسان اگر محض اپنی ذات کی فکر کرے تو اس کی زندگی سے منسلک باقی لوگ اپنے بنیادی حقوق سے محروم ہو جائیں گے۔اللہ تعالیٰ نے میاں بیوی کو لباس قرار دیا ہے۔[73] انسان کی زوجہ کا اس پر حق ہے۔خاوند کے لیے ضروری ہے کہ وہ حسن اخلاق سے پیش آئے۔پیار و محبت بھرہ ماحول قائم رکھے۔رسول اللہ ﷺ نے بہترین مرد اس کو قرار دیا جو اپنی زوجہ کے لیے بہتر ہے۔اس کی حقوق و فرائض کا خیال کرتا ہے۔اس کا نان و نفقہ پورا کرتا ہے۔یہ تمام تعلیمات اور راہنمائی ایک بہترین ازدواجی زندگی کے بنیادی اصول ہیں۔گھر سے خاندان بنتے ہیں جو کہ معاشرے کا ایک اہم ادارہ ہے۔گھر میں موجود تمام افراد کا خیال رکھنا۔اولاد سے پیار، محبت اور شفقت کرنا۔بزرگوں کا خیال رکھنا۔ازدواجی تعلق کو پیار کی ڈور سے مضبوط کرنا۔ان تمام اصولوں کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ ہے۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایہ کہ

خیرکم خیرکم لاھلہ، وانا خیرکم لاھلي[74]
(تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل و عیال کے لیے بہتر ہو، اور میں اپنے اہل و عیال کے لیے تم میں سب سے بہتر ہوں۔)

وہ لوگ کو اپنے اہل و عیال (گھر والوں اور زیر کفالت لوگوں) کے لیے بہتر ہے وہ تمام لوگوں سے بہتر ہے۔یہ ترغیب و ترہیب کا انداز معاشرے کو بہتر ثقافتی پہچان فراہم کرنے کے لیے ہے۔اسلامی ثقافت کی پہچان اس کا نظام اعتدال ہے۔ہر نظام حیات میں اعتدال کا ثقافتی قدر موجود ہوتی ہے۔

تاریخ کی سفر حیات نبوی ﷺ سے ایسے واقعات سامنے لاتا ہے جس سے ہر انسان فائدہ اٹھا سکتا ہے۔انسانی زندگی میں کھیل اور تفریح مزاج کے لیے خوش آئند ثابت ہوتی ہے۔انسانی طبیعت میں تازگی لاتی ہے۔یہ رسول اللہ ﷺ کی عائلی زندگی کا

---

[72] ابن ماجہ، السنن، کتاب النکاح، باب حُسنِ مُعَاشَرَۃِ النِّسَاءِ، حدیث ۱۹۷۷

[73] هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ(بقرہ ۱۸۷)
وہ تمہارے لئے لباس ہیں اور تم ان کے لئے لباس ہو

[74] ابن ماجہ، السنن، کتاب النکاح، باب حُسنِ مُعَاشَرَۃِ النِّسَاءِ، حدیث ۱۹۷۸

ایسا واقع ہے جو خاوند اور بیوی کے تعلق کو ظاہر کرتا ہے۔ایک خاوند اپنی زوجہ سے تعلقات کو کس طرح بہتر بنا سکتا ہے۔ازدواجی تعلقات کو کس طرح خوبصورت بنا سکتا ہے۔

وكان يوم عيد يلعب السودان بالدرق والحراب، فإما سالت رسول الله صلى الله عليه وسلم وإما قال: تشتهين تنظرين، فقالت: نعم فاقامني وراءه خدي على خده، ويقول: دونكم بني ارفدة حتى إذا مللت، قال: حسبك، قلت: نعم، قال: فاذهبي[75]

(عید کے دن سوڈان کے کچھ صحابہ ڈھال اور حراب کا کھیل دکھا رہے تھے، اب یا میں نے خود رسول اللہ ﷺ سے کہا یا آپ ﷺ نے ہی فرمایا کہ تم بھی دیکھنا چاہتی ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کر لیا، میرا چہرہ آپ ﷺ کے چہرہ پر تھا اور آپ ﷺ فرما رہے تھے خوب بنوارفدہ جب میں تھک گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا بس؟ میں نے کہا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا تو پھر جاؤ۔)

اس واقع سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاوند کو کھیل اور تفریح کے کاموں میں اپنی زوجہ کو شامل کرنا چاہیے۔حالات و واقعات اور معاشرے کے ضابطوں میں رہتے ہوئے تفنن طبع کا بندوبست کرنا چاہیے۔اس سے ایک اور بات ثابت ہوتی ہے کہ انسان کو گھر کا ماحول کشادہ رکھنا چاہیے۔مزاح کی گنجائش ہونی چاہیے۔مزاج کی تازگی کا انتظام ہونا چاہیے۔گھر کا ماحول کسی قید خانے جیسا نہیں ہونا چاہیے۔غیر ضروری مطالبات اور قیود نہیں ہونی چاہیے۔چھوٹی چھوٹی چیزوں سے انسان اپنے گھر کے ماحول کو خوشگوار بنا سکتا ہے۔رسول کریم ﷺ نے اپنے گھر کا ماحول نہایت خوبصورت رکھا۔یہ واقع اس پر شاہد ہے۔

انها كانت مع النبي صلى الله عليه وسلم في سفر قالت: فسابقته فسبقته على رجلي فلما حملت اللحم سابقته فسبقني، فقال: هذه بتلك السبقة[76]

(وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھیں، کہتی ہیں کہ میں نے آپ ﷺ سے دوڑ کا مقابلہ کیا تو میں جیت گئی، پھر جب میرا بدن بھاری ہو گیا تو میں نے آپ سے مقابلہ کیا تو آپ جیت گئے، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا یہ جیت اس جیت کے بدلے ہے۔)

اس واقع سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو مزاج شناس ہونا چاہیے۔خاوند اور بیوی کے اس پاکیزہ تعلق میں ایسی چیزیں ضرور کرنی چاہیے جو تعلق کو مضبوط کریں۔ایسے اقدام کرنے چاہیے جو باہمی محبت کو فروغ دیں۔

---

[75] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب الدرق، حدیث ۲۹۰۷

[76] سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فِي السَّبْقِ عَلَى الرِّجْلِ، حدیث ۲۵۷۸

ان تمام احادیث سے خاندانی نظام کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ اہم ثقافتی ادارے کی اہمیت اجاگر ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس تعلق میں پیار و محبت کے فروغ کے لیے تربیت فرمائی ہے۔ انسان کا گھر اگر اس کو سکون فراہم کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے تو انسان ذہنی اذیت کا شکار ہو جاتا ہے۔ معاشرے میں مثبت کردار ادا نہیں کر سکتا۔ انسان اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہ ادا نہیں کر سکتا۔ اسلام نے اس لیے اس نظام کی مضبوطی کی تاکید ہے۔ والدین کا باہمی تعلق اولاد کی شخصیت میں نظر آتا ہے۔ والدین کی تربیت اولاد کو معاشرے کے لیے تیار کرتی ہے۔ دراصل معاشرہ ہی ریاست کی بنیاد ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ہر اس چیز کے بارے میں تربیت فرمائی جو انسانی معاشرے کی بہتری کے ساتھ بالوسطہ یا بلاواسطہ تعلق رکھتی ہے۔

4. احادیث میں اخلاقی تعلیمات

قبل از اسلام عرب میں اخلاقی اقدار سے دوری کے باعث معاشرہ انارکی کا شکار تھا۔ عرب کے لوگ تعصب، بغض و عناد، نسبی برتری، شراب، جوا، بدکاری اور مالی بدعنوانی جیسی برائیوں میں مبتلا تھے۔ بنیادی ثقافتی اقدار کے فقدان کی وجہ سے لوگ امن و سلامتی کے ساتھ زندگی بسر کرنے سے محروم تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس معاشرے میں اعلیٰ اقدار کے ساتھ زندگی بسر کی۔ دعوی نبوت سے قبل بھی رسول اللہ ﷺ انتہائی سنجیدہ اور مہذب تھے۔ معاشرے کی کسی برائی کا حصہ نہ بنتے تھے۔ ہر قسم کی اخلاقی برائی سے اجتناب کرتے۔ ظہور اسلام کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اخلاقی برائیوں کا سد باب کیا۔ رفقاء کو اخلاقی اقدار سے روشناس کروایا۔ آپ ﷺ کی انتھک محنت کے بعد عرب معاشرہ اعلی اخلاقی اقدار کا مرکز بن گیا۔

• آسانی و منفعت

دین اسلام آسانی اور منفعت کا نام ہے۔ ثقافتی اقدار میں محبت بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ انسانیت کے لیے آسانی کی راہ تلاش کرنا، انسانیت کو نفع پہنچانا، انسانیت کی فلاح و بہبود کا خیال کرنا اسلامی تعلیمات کا روشن باب ہے۔ معاشرے میں بسنے والے افراد سے اظہار ہمدردی کی عملی سعی ہی نفع بخش ثابت ہو سکتی ہے۔ مشکل حالات میں کسی کے لیے راہیں ہموار کرنا ہی انسانی فکر و عمل کی بلندی ہے۔ آسانی و منفعت کا یہ ثقافتی اصول تربیتی امور میں بھی شامل ہے۔ کوئی ریاست، تنظیم یا فکری تحریک جو لوگوں کی فلاح کا منصوبہ رکھتی ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے لیے آسانی فراہم کرے۔ ان کی مشکلات کا حل تلاش کرے۔ اس عمل سے لوگوں کا اعتماد اور بروسہ حاصل کر کے وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ لوگ ان کے ساتھ منسلک ہونا شروع ہو جائیں گے۔ اسلام نے بھی اپنی تعلیمات میں کسی کے لیے مشکل راہیں تجویز نہیں کی ہیں۔ ہمیشہ آسانی کی تعلیم دی

ہے۔ دنیوی امور ہوں یا اخروی اسوہ رسول ﷺ سے معلوم ہوتا کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو تکالیف سے آزاد کروایا اور آسانی کی راہ کا تعین کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

یسروا ولا تعسروا وسکنوا ولا تنفروا[77]

(آسانی پیدا کرو، تنگی نہ پیدا کرو، لوگوں کو تسلی اور تشفی دو نفرت نہ دلاؤ۔)

لوگوں کے لیے ہر کام میں آسانی پیدا کرو، اللہ تعالیٰ نے بھی انسانی استطاعت سے بڑھ کر کسی پر بوجھ نہیں ڈالا ہے۔ لوگوں کو دینی امور میں آسانی دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ خود بھی اور اپنے مقرر کردہ گورنروں کو بھی یہی ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ لوگ اپنی ذہنی الجھنوں کا شکار ہوتے ہیں۔ ان کے لیے آسانی کی راہ تلاش کرو نہ کہ ان کو کسی تنگی و تکلیف میں مبتلا کرو۔ اس سے ریاست کو بغاوت کا خدشہ بھی لاحق ہوتا ہے۔ لوگ مشکلات سے تنگ آکر ریاست کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ اگر ریاست آسانی فراہم کرے، لوگوں میں محبت بانٹیں اور نفرت سے دور رکھیں تو نتائج مثبت ہوں گے۔ ہمارے اس وطن کا سیاسی منظر نامہ اس کے بلکل برعکس ہے۔ ایک دوسرے کو مشکلات میں مبتلا کرنا، ایک دوسرے کو اذیت پہنچانے کے ذرائع تلاش کرنا اور ایک دوسرے کے خلاف نفرت سکھانا۔ اس سے معاشرے کا امن و امان خراب ہو رہا ہے۔ باہمی تعلقات میں دراڑیں آرہی ہیں۔ انتقام اور نفرت کا بازار گرم ہے۔ اس ماحول میں ریاست کا ترقی کرنا اور لوگوں کا باہمی تعاون قائم ہونا بہت مشکل ہے۔ دین اسلام کی تمام تر تعلیمات اور رسول اللہ ﷺ کے تمام عملی اقدامات معاشرے کی بہتری اور ترقی کی خاطر ہیں ۔ معاشرہ ایک دوسرے سے مطمئن ہو۔ باہمی پیار و محبت کی روش عام ہو تا کہ لوگ اپنی اخلاق زندگیوں پر توجہ کر سکیں۔ اللہ اور اللہ کے دین سے اپنا تعلق مضبوط کر سکیں۔ جب انسان کو معاشرتی اطمینان حاصل نہ ہو تو بہتری کے لیے کام نہیں کر سکتا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کی تربیت کے لیے اصول وضع کیے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا اطلاق فرمایا ہے۔ ہر انسان کو برائی سے روکا ہے اور اس کے برے انجام سے باخبر کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایہ کہ

إن الله يعذب الذين يعذبون الناس في الدنيا[78]

(اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔)

[77] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب قول النبی ﷺ یَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، حدیث ۶۱۲۵

[78] القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، دار الکتب، بیروت ۲۰۱۰ء کتاب البر والصلہ والادب، باب الْوَعِيدِ الشَّدِيدِ لِمَنْ عَذَّبَ النَّاسَ بِغَيْرِ حَقٍّ، حدیث ۶۶۵۸

اب انسان اپنی دولت اور طاقت کے نشے میں کسی کے حقوق کو غصب کرے۔ عرصہ حیات اس پر تنگ کر دے۔ ہر قسم کی مذموم حرکات کرے اور انجام سے بے خبر رہے۔ مادی دنیا کو حیات کل سمجھے۔ ان لوگوں کی تربیت رسول خدا ﷺ نے فرمائی اور ان کو یاد دلایا کہ خدا ہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ وہ سمیع و بصیر ہے۔ اس کا احتساب بڑا سخت ہے۔ جو لوگ اس دنیا میں اس کی مخلوق کو تنگ کرتے ہیں، ایذا پہنچاتے ہیں وہ قابل معافی نہیں ہیں۔ اللہ خود ان کا حساب کرے گا۔ ان کے اعمال کی سزا دے گا۔ اس کی سزا بہت دردناک اور سخت ہے۔

• تکبر کی ممانعت

انسانیت کی تخلیق کا عمل یکساں ہے۔ انسان قطرہ آب سے وجود میں آتا ہے۔ کل انسانیت کی حقیقت مٹی اور پانی کا ملاپ ہے۔ تمام حقائق کو مد نظر رکھ کر غور و فکر کیا جائے تو انسان اپنی عاجزی کا اعتراف کرتا نظر آتا ہے۔ تکبر انسان کی شخصیت کو کھوکھلا بنا دیتا ہے۔ انسانی عقل و شعور میں حق و باطل کی پہچان کو ختم کر دیتا ہے۔ انسان صرف اپنی ذات کا سوچتا ہے۔ اپنی صلاحیتوں کو لوگوں کے خلاف استعمال کرتا ہے۔ معاشرتی برتری کی سوچ اس میں راسخ ہو جاتی ہے۔ متکبر آدمی نظم اجتماعی کے تقاضے پورے نہیں کرتا۔ اس سے معاشرے کو نقصان پہنچتا ہے۔ معاشرے کے نظم کو برقرار رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ انسان کی اخلاقی تربیت کی جائے۔ اس کو رزائل اخلاق سے بچایا جائے۔ معاشرتی ترقی اور معاشرتی برابری کا اصول قائم رہے۔ اسلام نے اس لیے تکبر کی شدید مذمت کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ اس کا عملی نمونہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی ذہن سازی فرمائی۔ ان کو تکبر کے نقصانات سے آگاہ فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ساری زندگی عاجزی کے ساتھ بسر کی۔ لوگوں کو اس کے دنیوی اور اخروی منفی نتائج سے خبردار فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

كلوا، واشربوا، وتصدقوا، والبسوا، غير مخيلة ولا سرف[79]
(کھاؤ پیو صدقہ کرو اور پہنو لیکن تکبر نہ کرو اور اسراف بھی نہ کرو۔)

رسول اللہ ﷺ کی ساری تعلیمات اعتدال پر مبنی ہیں۔ اس حدیث سے انسانی زندگی کے چند اصول بھی مل جاتے ہیں۔ اس حدیث میں بھی انسان کے طرز حیات کا خاکہ موجود ہے۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ انسان معاشرے میں زندگی کو بہتر بنانے کے لیے سعی و کوشش کرتا ہے۔ انسان اپنی ضروریات زندگی کی تکمیل کے لیے کوشاں رہتا ہے۔ اسلام کسی کی

---

[79] الشیبانی، احمد بن حنبل، المسند، محقق شعیب الارنووط، مؤسسة الرسالة ۲۰۰۱ء مکثرین من الصحابہ، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ، حدیث ۶۶۹۵

جدوجہد کو ضائع نہیں کرتا۔ انسان کا استحصال نہیں کرتا۔ دین اسلام تمام پہلوؤں پر راہنمائی کرتا ہے تاکہ ایک انسان کی وجہ سے کسی اور کا نقصان نہ ہو یا اجتماعی نظام کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو۔ اس حدیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسان کا انداز رہن سہن اچھا ہو اس کی خوراک بہتر اور لباس قابل دید ہو۔ انسان کو اپنی ضروریات کی تکمیل کا مکمل حق حاصل ہے۔ چند پہلو رسول اللہ ﷺ نے یہاں بیان فرمائے تاکہ انسان محض خواہشات کی پیروی نہ کرنے لگ جائے۔ معاشرے کے افراد کی ضروریات کو نظر انداز نہ کر دے۔ انسان کو زندگی کا معیار بلند کرنے کے ساتھ ہی فضول کرچی اور تکبر سے منع فرما دیا۔ اسراف اور تکبر دونوں ایسی چیزیں ہیں جس سے معاشرے کا استحصال ہوتا ہے۔ حدیث مبارکہ میں صدقے کی ترغیب اور اسراف کی ممانعت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کے انسان نے معاشرے میں بسنے والے دوسرے افراد کا خیال رکھنا ہے۔ لوگوں کی مالی معاونت کرنی ہے۔ عیاشیوں میں مبتلا ہو کر معاشرے میں حالات سے تنگ اور معاشی چکی میں پسنے والے افراد کو بھول نہیں جانا۔ اللہ کی عطاء کردہ نعمتوں میں سے اس کی مخلوق کا خیال رکھنا ہے۔ مالی پہلو کے بیان کے بعد نفسانی پہلو کا بیان ہے۔ محض دولت تقسیم کرنا یا لوگوں کو مال دینا ہی کافی نہیں اس کے ساتھ عاجزی بھی ہونی چاہیے۔ عین ممکن ہے کہ انسان کسی کی مالی معاونت کرے اور اس میں تکبر پیدا ہو جائے۔ وہ لوگوں سے اپنے آپ کا اعلیٰ تصور کرنے لگ جائے۔ اس میں رعونت پیدا ہو جائے۔ اس لیے رسول اللہ نے انفرادی زندگی کی بہتری کے ساتھ دو ایسی باتوں کا جوڑ دیا جو لوگوں کے لیے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہیں۔ انسان مال و دولت کی وجہ سے فخر کرنے لگ جائے۔ اس کی گفتگو اور لباس سے تکبر کا اظہار ہوتا ہو۔ معاشرے میں کوئی خاص انداز لباس متعاراف کروادے جس سے تکبر کا اظہار ہوتا ہو۔ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

بينما رجل يجر إزاره من الخيلاء خسف به فهو يتجلجل في الارض إلى يوم القيامة[80]

(ایک شخص تکبر کی وجہ سے اپنا تہبند زمین سے گھسیٹتا ہوا جارہا تھا کہ اسے زمین میں دھنسا دیا اور اب وہ قیامت تک یوں ہی زمین میں دھنستا چلا جائے گا۔)

نبوی تربیت کا مقصد ہے کہ انسان مال و دولت یا نعمتوں کی فروانی کی وجہ سے تکبر میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اس حدیث سے ایک بات عقل پر دستک دیتی ہے۔ اس کے لیے رسول خدا ﷺ نے ایک اصول عطاء فرما دیا جس سے کسی زمانے میں بھی، کسی ثقافت میں بھی، کسی ریاست میں بھی اگر ایسا کرنے کے بارے میں سوچ پیدا ہو تو اس کو ختم کیا جا سکے۔ کسی بھی خاص انداز، لباس یا انداز گفتگو کی ممانعت کا اصول دے دیا گیا ہے۔ ہر دور میں کوئی بھی ایسی نئی چیز سامنے آئے تو اسکے لیے یہی اصول راہنما ہو

---

[80] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الانبیاء، حدیث ۳۴۸۵

گا۔ ہمارے معاشرے میں مختلف علاقوں میں مختلف فاخرانہ انداز اپنائے جاتے ہیں۔ کسی جگہ بال داڑھی اور مونچوں کو محض اس لیے بڑھالینا تاکہ دیکھنے والا اس کے رعب و دبدبے میں آسکے۔ لباس کو کسی خاص طرز کے ساتھ مخصوص کر دینا تاکہ کسی تنظیم بد سے تعلق کو ظاہر کیا جاسکے۔ اس تنظیم کی شرارتوں سے محفوظ رہنے کے لیے کوئی انسان ان سے حق کی بات نہ کرے اور نہ ہی اپنے حقوق کا مطالبہ کر سکے۔ ایک خاص وقت میں شہر راولپنڈی میں بال داڑھی اور مونچوں کا بے ہنگھم بڑھا کر اور لباس میں قمیص کو ٹخنوں تک سلوا کر اپنے آپ کو ایک مخصوص گروپ کے منسوب کیا جاتا رہا۔ تکبر کے ساتھ معاشرے میں بسنے والے افراد پر اپنا رعب جمایا گیا۔ ایسی تمام چیزیں رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کی روشنی میں تکبر کے زمرے میں آتی ہیں۔ ان سے تکبر کا اظہار ہوتا ہے اور انسان متکبر تصور کیا جاتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ایک عالمگیری، مکاں و زماں کی قید سے آزاد اصول عطاء فرمایا۔ تاکہ انسانیت تکبر کی بجائے عاجزی اختیار کرے۔ معاشرہ امن و سلامتی کے ساتھ زندگی بسر کرے۔

اسلام نے انسان کی تربیت کرتے ہوئے حکمت سے کام لیا ہے۔ انسان کی نفسیات پر کام کیا ہے۔ انسان جیسے کسی کے کام کے بعد اجر کا طلبگار ہوتا ہے ایسے ہی برے کام کے گناہ انجام سے ڈر رکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے تربیت کرتے ہوئے انہی دو چیزوں کا خیال رکھا ہے۔ نیکی پر ثواب اور برائی پر گناہ کا تصور دیا ہے۔ کسی برائی بھی برائی کے نقصانات سے آگاہ کرنے کے ساتھ اس کی اخروی سزا کا ذکر بھی کیا ہے۔ انسانی فکر و شعور کو متوجہ کیا ہے۔ برائی کی اخروی نقصانات سن کر انسان دہل جاتا ہے۔ اس سے کنارہ کشی کر لیتا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے تکبر کے باب میں ممانعت بیان فرمانے کے بعد اس کی اخروی سزا کا تذکرہ بھی فرمایا تاکہ انسان سنبھل جائے۔ دنیا کے ساتھ اپنی آخرت کو تباہ نہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

الا اخبرکم باھل الجنة، کل ضعیف متضاعف لو اقسم علی اللہ لابرہ، الا اخبرکم باھل النار، کل عتل جواظ مستکبر [81]

(کیا میں تمہیں جنت والوں کی خبر نہ دوں۔ ہر کمزور و تواضع کرنے والا اگر قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم پوری کر دے۔ کیا میں تمہیں دوزخ والوں کی خبر نہ دوں ہر تند خو، اکڑ کر چلنے والا اور متکبر۔)

[81] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب الکبر، حدیث ۶۰۷۱

انسانیت کو عاجزی و تو ضع کا اجر اور تکبر کی سزا بتا کر خبر دار کر دیا۔ دنیوی ذلتوں کے ساتھ ساتھ اخروی رسوائیاں بھی اس کا مقدر ہوں گی۔ دنیا میں مخلوق خدا کے ساتھ تکبر کرنے والا کل جہنم کی آگ کا ایندھن ہو گا۔ فانی دنیا کے چند سال، تکبر اور فاخرانہ روایے اس کو ابدی سزا کا مستحق قرار دیں گے۔

• لغو کلام کی ممانت

کلام کی کثرت انسان کے لیے اکثر شرمندگی کا باعث ہوتی ہے۔ انسان غلطیاں زیادہ کرتا ہے۔ اس سے انسانی شخصیت متاثر ہوتی ہے۔ گفتگو میں لذت کی خاطر فحش گوئی، غیبت اور دوسرے کو احساس کمتری کا شکار بنایا جاتا ہے۔ لوگ ایک دوسرے کا مذاق اڑاتے ہیں۔ لوگوں کے جسم، سوچ یا صلاحیتوں کو موضوع گفتگو بنا کر لطف اندوز ہونا۔ جھوٹی باتیں اور افسانے گھڑ کا بیان کرنا ۔ تمام امور ایسے ہیں جس سے انسانی وقت کا ضیائع، انسانی شخصیت کی کمزروی اور لوگوں میں عدم تحفظ (insecurity) لازم آتے ہیں۔ معاشرے میں تناؤ دیکھنے میں نظر آتا ہے۔ بعض اوقات بے بنیاد باتوں یا بے جا مذاق کے باعث تعلقات میں دڑاریں آجاتی ہیں۔ معاشرے پر نفی نتائج مرتب ہونے لگ جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان تمام امور سے روکا اور لوگوں کی تربیت فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے ایسی تمام برائیوں کا سد باب فرمایا۔

إن الله يبغض الفحش و التفحش[82]

(اللہ تعالیٰ بے تکلف یا تکلف کسی قسم کی بے حیائی کو پسند نہیں کرتا۔)

رسول اللہ ﷺ نے معاشرتی نقصان کے ساتھ اس بات سے آگاہ فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ بھی ایسی چیزوں کا پسند نہیں فرماتا۔ یہ انسان کو انفرادی اور معاشرے کو اجتماعی طور پر نقصان پہنچاتے ہیں۔ ایک راہنما، لیڈر اور لوگوں کا پیشوا یا داعی الی الخیر اگر فضول گوئی کرے، فحش باتوں کا موضوع کلام بنائے اور لوگوں کا استہزا کا نشانہ بنائے تو اس کی شخصیت کتنی متاثر ہو گی۔ اس کی آواز قوم وملت میں کتنی کمزور ہو جائے گی۔ اس کا کتنا قیمتی وقت ضائع ہو گا۔ اس کا نقصان انفرادی اور اجتماعی دونوں سطح پر ہو گا۔ اس کے ساتھ منسوب لوگ اس کے بارے میں کیا خیال کریں گے۔ اس کا مشن اور عالی سوچ اس کے ان امور کی وجہ سے اپنی اصل

---

[82] الشیبانی، المسند، ، مکثرین من الصحابہ، مسند عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ، حدیث ۶۸۷۲

وقت اور حیثیت کھو دیں گی۔ انفرادی سطح پر بھی انسان کے لیے یہی کلیہ استعمال ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ نے عام مسلمان اور انسان کے لیے ہدایات فرمائی۔ آپ نے ایک اور موقع پر ارشاد فرمایا کہ

لیس المؤمن بالطعان، ولا اللعان، ولا الفاحش، ولا البذيء[83]

(مومن طعنہ دینے والا، لعنت کرنے والا، بے حیاء اور بدزبان نہیں ہوتا ہے۔)

مومن کی خاص صفت ہے۔ اہل ایمان کا خاص منصب ہے۔ اللہ کا خوف رکھنے والے کی خصوصیت ہے۔ معاشرے کی بہتری اور ترقی کے لیے کوشاں رہنے والے انسان کا طرہ امتیاز ہے کہ وہ کبھی کسی کی ذاتیات پر گفتگو نہیں کرتا۔ خلوت یا جلوت میں کسی کے کردار پر بات نہیں کرتا۔ گالم و گلوچ اور لعنت کا سہارا نہیں لیتا۔ حیاء کی چادر کبھی تار تار نہیں کرتا۔ کسی کے خلاف زبان کو آلودہ نہیں کرتا۔ ثقافتی اقدار کی پامالی نہیں کرتا۔ اخلاقیات کی خلاف ورزی نہیں کرتا۔ اس سے اس کی شخصیت اور معاشرہ دونوں متاثر ہوتے ہیں۔ نظم اجتماعی کے چلانے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ اعتماد اور بروسے کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے لغو کلام کی ممانعت فرما دی تاکہ انفرادی اور اجتماعی مفادات کو حاصل کیا جاسکے۔ معاشرے میں امن و سکون قائم رہے۔ بصد افسوس آج ہمارا معاشرہ اس کا بری طرح شکار ہے۔ سیاسی لیڈر ہیں تو گالی گلوچ، ایک دوسرے کی کردار کشی ایک دوسرے پر الزامات کی بوچھاڑ۔ اس سے ریاست کو قابل تلافی نقصان پہنچ چکا ہے۔ مذہبی طبقہ ہے تو وہ بھی (الا ماشاءاللہ) انہی برائیوں کا شکار نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ سے لوگ مذہب سے بیزار نظر آنے لگ گئے ہیں۔ کسی عالم، مبلغ یا مصلح کی بات کو سننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ معاشرہ میں فکری انارکی کا منظر نامہ پیش کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب مجید اور رسول معظم ﷺ کے ذرائع تمام امور کی تربیت فرمادی ہے۔ اب ضرورت اس امر کی ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ اس کی ترغیب دی جائے تاکہ معاشرہ مادی اور فکری شعور کی منازل طے کر سکے۔

- **امانت**

اخلاقیات کی دنیا میں امانت ایک اہم اخلاقی و ثقافتی قدر ہے۔ بروسہ اور اعتماد انسانی معاشرے کی اہم ضرورت ہیں۔ باہمی تعلقات کی مضبوطی کے لیے بنیادی شرط ایک دوسرے پر اعتماد اور یقین ہے۔ ایک دوسرے کے مال، عزت و آبرو کی حفاظت

---

[83] الترمذی، السنن، کتاب البر والصلہ عن رسول اللہ ﷺ، باب مَا جَاءَ فِي اللَّعْنَةِ، حدیث ۱۹۷۷

معاشرے میں باہمی تعاون کو فروغ دیتی ہے۔ امانت دراصل اعتماد اور یقین کا ہی نام ہے۔ امانت کی پاسداری کی تلقین رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے۔

اد الامانة إلى من ائتمنك، ولا تخن من خانك[84]

(جس نے تمہارے پاس امانت رکھی اسے امانت لوٹادو اور جس نے تمہارے ساتھ خیانت کی ہو تو تم اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔)

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں انسانی حیات کے مختلف پہلوؤں کے لیے نمایاں اصول اخذ کیے جاسکتے ہیں۔ امانت محض کسی کے مال کی حفاظت کا نام نہیں ہے۔ ایک ہی معاشرے میں بسنے والے افراد آپس میں تعلقات کی ڈور سے منسلک ہوتے ہیں۔ کبھی راز کی باتیں، کبھی اپنی کمزوریاں، کبھی کامیابی کے راز، کبھی مستقبل کی منصوبہ بندی الغرض انسان کسی دوسرے پر اعتماد کر کے تمام تر چیزیں بیان کرتا ہے۔ اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے پاس کسی دوسرے کی ہر چیز مال و دولت ہو یا راز کی باتیں یا کسی کے عیب تمام چیزیں امانت ہیں۔ انسان کو اس کی پاسداری کرنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث مبارکہ سے اس بات کو مزید تقویت حاصل ہوتی ہے۔

إذا حدث الرجل الحديث ثم التفت فهي امانة[85]

(جب کوئی آدمی تم سے کوئی بات بیان کرے پھر دائیں بائیں مڑ کر دیکھے تو وہ بات تمہارے پاس امانت ہے۔)

ریاستی خفیہ اہم معلومات کو دشمن کے حوالے کرنا بھی قوم و ملت کے ساتھ سنگین بد دیانتی ہے۔ اس کے خطرناک نتائج پوری قوم ملت کو برداشت کرنے ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں سورہ ممتحنہ کی پہلی آیات کے شان نزول[86] کے واقع میں یہی بات موجود

---

[84] سنن ابی داود، کتاب الاجارہ، باب فِي الرَّجُلِ يَأْخُذُ حَقَّهُ مِنْ تَحْتِ يَدِهِ، حدیث ۳۵۳۵

[85] الترمذی، السنن، کتاب بالبر والصلہ، باب مَا جَاءَ أَنَّ الْمَجَالِسَ أَمَانَةٌ، حدیث ۱۹۵۹۳

[86] يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِٱلْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا۟ بِمَا جَآءَكُم مِّنَ ٱلْحَقِّ يُخْرِجُونَ ٱلرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَن تُؤْمِنُوا۟ بِٱللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِي سَبِيلِي وَٱبْتِغَآءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِٱلْمَوَدَّةِ وَأَنَا۠ أَعْلَمُ بِمَآ أَخْفَيْتُمْ وَمَآ أَعْلَنتُمْ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ ٱلسَّبِيلِ (سورہ الممتحنہ)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر تم میری راہ جہاد کرنے کے لئے اور میری رضاجوئی کی خاطر (وطن چھوڑ کر گھروں سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم ان کے ساتھ دوستی کی طرح ڈالتے ہو، حالانکہ جو حق تمہارے پاس آیا ہے اس کو ماننے سے وہ انکار کر چکے ہیں اور ان کی روش یہ ہے کہ رسول کو اور خود تم کو صرف

ہے۔ حاطب بن ابی بلتعہؓ کا وہ خط رسول اللہ ﷺ اور تمام مسلمانوں کے لیے سنگین نتائج کا باعث بن سکتا تھا۔ مسلمانوں کو مزید مشکلات کو سامنا کرنا پڑھ سکتا تھا۔ اس لیے ریاستی منصبوں پر فائز لوگوں پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ وہ ریاستی رازوں کی حفاظت کریں۔ کمزوریوں کو عیاں نہ کریں اور ملک دشمن عناصر کے ساتھ دوستی قائم نہ کریں۔ قوم و ملت کے راز اور مال و دولت میں امانت داری کا مظاہرہ کریں۔ قومی خزانے کا بے دریغ استعمال اور اپنی تجوریوں کی زینت بنانا سخت جرم ہے۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو تنبیہ فرمائی۔

إن رجالا يتخوضون في مال الله بغير حق، فلهم النار يوم القيامة[87]

(کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کے مال کو بے جا اڑاتے ہیں' انہیں قیامت کے دن آگ ملے گی۔)

وسائل کو غلط استعمال کرنے اور ذاتی تجوریوں کو بھرنے میں وطن عزیز ۲۰۲۳ کی رپورٹ کے مطابق دنیا میں[88] ۲۹ نمبر پر موجود ہے۔ بدعنوانی، خیانت اور رشوت خوری جیسے مہلک امراض میں مبتلا لوگ قوم و ملت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتے ہیں۔ پاکستان کی موجودہ حالت کے تمام ذمہ دار لوگ امانت کا پاس نہیں کرتے۔ مال و دولت، طاقت اور اختیار میں بددیانتی سے کام لیتے ہیں۔ اسلام نے ایک مضبوط اخلاقی نظام کی بنیاد اسی وجہ سے رکھی ہے تاکہ معاشرے میں زندگی بسر کرنے والے افراد ہر جہت سے انفرادی اور اجتماعی خیانتوں سے محفوظ رہیں۔

• عفوودرگزر

انسان کو خطا کا پتلا کہا جاتا ہے۔ انسان اپنی ذہنی استطاعت کے مطابق ہی کسی معاملے کو سرانجام دیتا ہے۔ اس کا فہم اس کا زوایہ فکر کسی جگہ بھی غلط ہو سکتا ہے۔ انسان زندگی گزراتے ہوئے غلطیاں کرتا ہے۔ لیکن ان غلطیوں کی بنا پر اس سے دائمی طور

اس قصور پر جلاوطن کرتے ہیں کہ تم اپنے رب، اللہ پر ایمان لائے ہو۔ تم چھپا کر ان کو دوستانہ پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو علانیہ کرتے ہو، ہر چیز کو میں خوب جانتا ہوں۔ جو شخص بھی تم میں سے ایسا کرے وہ یقیناراہ راست سے بھٹک گیا -

الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان، دار التربیۃ والتراث، مکۃ المکرمہ

[87] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فرض خمس، باب فَأَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهُ، حدیث ۳۱۱۸

[88] Transparency International. "Corruption Perceptions Index 2023." Accessed April 8 2024. https://www.transparency.org/en/cpi/2023.

پر تعلق کو ختم کرنا رسول اللہ ﷺ نے اس چیز سے منع فرمایا ہے۔ انسان کو اپنی غلطی کا احساس ہو جانے کے بعد اس سے عفو در گزر کا معاملہ کرنا نبوی تعلیمات میں سے ہے۔ اس کے ثمر و فوائد اور احسن جزء کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔

امر نبي الله صلى الله عليه وسلم ان ياخذ العفو من اخلاق الناس[89]

(نبی اکرم ﷺ کو حکم دیا گیا کہ وہ لوگوں کے اخلاق میں سے عفو کو اختیار کریں۔)

لا يحل لرجل ان يهجر اخاه فوق ثلاث ليال، يلتقيان فيعرض هذا ويعرض هذا، وخيرهما الذي يبدا بالسلام[90]

(کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ اپنے کسی بھائی سے تین دن سے زیادہ کے لیے ملاقات چھوڑے، اس طرح کہ جب دونوں کا سامنا ہو جائے تو یہ بھی منہ پھیر لے اور وہ بھی منہ پھیر لے اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو سلام میں پہل کرے۔)

تفتح ابواب الجنة يوم الاثنين، ويوم الخميس، فيغفر لكل عبد لا يشرك بالله شيئا، إلا رجلا كانت بينه وبين اخيه شحناء، فيقال: انظروا هذين حتى يصطلحا، انظروا هذين حتى يصطلحا، انظروا هذين حتى يصطلحا[91]

(پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور ہر اس بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا، اس بندے کے سوا جس کی اپنے بھائی کے ساتھ عداوت ہو، چنانچہ کہا جاتا ہے: ان دونون کو مہلت دو حتی کہ یہ صلح کر لیں، ان دونوں کو مہلت دو حتی کہ یہ صلح کر لیں۔ ان دونوں کو مہلت دو حتی کہ یہ صلح کر لیں۔)

• عاجزی و انکساری

عقل و دانش رکھنے والا ہر شخص غور و فکر کرتا ہے۔ انسان تدبر کے بعد اپنی حقیقت کا ادراک کر لیتا ہے۔ انسان اپنی مادی حیثیت سے واقف ہو جاتا ہے۔ تمام قرائن کو پرکھ کر انسان اپنے عجز تسلیم کر ہی لیتا ہے۔ لوگوں کے ساتھ اس کا رویہ عجز و انکساری پر مبنی ہو جاتا ہے۔ لوگ اس کی اس صفت سے فائدہ بھی اٹھاتے ہیں۔ ظاہری طور پر انسان بعض اوقات اپنی اپنے آپ کو دوسروں

---

89 سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فِي الْعَفْوِ وَالتَّجَاوُزِ فِي الأَمْرِ، حدیث ۴۷۸۴

90 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب الھجرہ، حدیث ۶۰۷۷

91 القشیری، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلہ والادب، باب النَّهْيِ عَنِ الشَّحْنَاءِ وَالتَّهَاجُرِ، حدیث ۶۵۴۴

کے مقابلے میں کمزور محسوس کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک پرامن اور خوشحال معاشرے کی تعمیر کے لیے اس صفت کی تحسین بیان فرمائی ہے۔

ما نقصت صدقة من مال، وما زاد الله عبدا بعفو إلا عزا، وما تواضع احد لله إلا رفعه الله [92]
(صدقے نے مال میں کبھی کوئی کمی نہیں کی اور معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کو عزت ہی میں بڑھاتا ہے اور کوئی شخص اللہ کی خاطر تواضع اختیار نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ اس کا مقام بلند کر دیتا ہے۔)

• محنت اور رزق حلال

کسی بھی معاشرے کی بقاء اور ترقی کے لیے محنت کلیدی ثقافتی قدر ہے۔ انسانیت کی عظمت اور ترقی و خوشحالی کا راز محنت ہے۔ اسلام نے محنت ومشقت اور حلال رزق کی کوشش کا حکم دیا ہے۔ انسان کی فکری آزادی اور عملی حریت کا دارومدار اس کی معاشی خود مختاری پر ہوتا ہے۔ انسان اگر کسی کے مال پر نظر رکھے یا کسی کے مال پر زندگی گزار رہا ہو تو اس کے تابع ہو جاتا ہے۔ اس کی فکری اڑان ختم ہو جاتی ہے۔ اس کا نصب العین گم ہو جاتا ہے۔ اس کو خوشامد سے کام لینا پڑتا ہے۔ حق گوئی جیسی صفت اس میں ختم ہو جاتی ہے۔ مشکلات میں عملی اقدامات کرنے کا حوصلہ اس میں ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے محنت اور کسب حلال کی طرف زور دیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

ما اكل احد طعاما قط، خيرا من ان ياكل من عمل يده [93]
(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی انسان نے اس شخص سے بہتر روزی نہیں کھائی، جو خود اپنے ہاتھوں سے کما کر کھاتا ہے۔)

انسان کو ذہنی طور پر محنت کے لیے آمادہ کرنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے اس کی عظمت بتائی۔ لوگوں کو اس طرف مائل کرنے کے لیے اس کی اہمیت پر زور دیا۔ گداگری سے براءت کا اظہار فرمایا۔ عصر حاضر میں ہم اگر اپنے ملک کی طرف نظر کریں تو ہر جگہ گداگر نظر آتے ہیں۔ پیشہ ورانہ گروہ ہر چوک ہر بازار اور ہر سگنل پر نظر آتے ہیں۔ نت نئے طریقوں سے کام کرتے ہیں۔ اخبار میں پاکستان میں نظام گداگری کے موضوع پر مضمون میں محتاط اندازے کے مطابق اڑھائی کروڑ لوگ اس میں ملوث ہیں۔[94] پاکستان کی اتنی بڑی آبادی محنت سے کنارہ کش ہے۔ اس ملک کی تعمیر و ترقی میں ان لوگوں کی شراکت داری

---

[92] القشیری، الجامع الصحیح، کتاب البر والصلہ والادب، باب استحباب العفو والتواضع، حدیث ۶۵۲۹

[93] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب البیوع، باب کسب الرجل وعمل بیدہ، حدیث ۲۰۷۲

[94] https://www.pakistantoday.com.pk/2024/01/03/begging-system-in-pakistan.

نظر نہیں آتی۔ انہی مسائل کے حل کے لیے رسول اللہ ﷺ نے محنت کی اہمیت و عظمت بیان فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے محض محنت پر زور نہیں دیا بلکے گداگری کی بھی سخت مذمت فرمائی۔ اس کی حوصلہ شکنی فرمائی۔ رسول خدا ﷺ فرماتے ہیں کہ

لان يغدو احدكم فيحطب على ظهره، فيتصدق به ويستغني به من الناس خير له من ان يسال رجلا اعطاه او منعه ذلك [95]

(تم میں سے کوئی شخص صبح کو نکلے اپنی پشت پر لکڑیاں اکھٹی کر لائے اور اس سے صدقہ کرے اور لوگوں سے بے نیاز ہو جائے وہ اس سے بہتر ہے کہ کسی آدمی سے مانگے، وہ اسے دے یا محروم رکھے۔)

اس حدیث مبارکہ نے انسانی نفسیات کو جنجھوڑا اور انسانی عظمت کو بیدار فرمایا ہے۔ محنت دراصل کامیابی کے حصول کا راستہ ہے۔ کسی بھی پیشے میں محنت کے سوا منزل پانا ممکن نہیں ہے۔ معیشت، سیاست، کھیل الغرض کوئی بھی میدان ہو اس میں محنت کے علاوہ کو چارہ نہیں ہے۔ ایک معروف فٹبالر Cristiano Ronaldo سے جب ایک ایوارڈ شو میں انکی کامیابی کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نہایت دلچسپ جواب دیا۔ اس نے کہا میرے لیے یہ بتانا تو ممکن نہیں ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ قابلیت محنت کے علاوہ عبث ہے۔[96] اسی طرح برٹش سیاست دان Iain Duncan Smith اپنی تقریر میں ایک جملہ کہا جو شہرت حاصل کر گیا۔

"Luck is great, but most of life is hard work"

ان تمام باتوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی انفرادی اور معاشرے کی اجتماعی عظمت محنت میں پوشیدہ ہے۔ کسی قوم و ملک کی ترقی کا انحصار اس ملت کے ذوق محنت پر انحصار کرتی ہے۔ انسان کو محنت سے کبھی منہ نہیں موڑنا چاہیے۔ اس اہم ثقافتی قدر کی ترغیب رسول اللہ ﷺ نے جابجا فرمائی ہے۔ ان تعلیمات کو مد نظر رکھ کر اگر انسان کوشش کرے تو ناکام نہیں ہو گا۔ اس کی صلاحیتیں ضائع نہیں ہوں گی۔ اس کی قابلیتوں کو دیمک نہیں چاٹے گی۔ انسان کی عزت اور اس کا وقار محنت میں ہے۔

---

[95] القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الزکاۃ، باب کراھۃ المسالۃ للناس، حدیث ۲۴۰۰

[96] YouTube. "The Oxygen Trees Make." *YouTube Shorts Video*, accessed April 02, 2025. https://www.youtube.com/shorts/HfQwQtTiOxg.

• حصول علم

ثقافتی اقدار میں علم کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔ترقی پسند ثقافت میں علم کو ہمیشہ بلند مقام حاصل رہاہے۔اس کی ضرورت و اہمیت سے دنیا کی کوئی ثقافت انکار نہیں کر سکتی۔شعور ہی اقوام کو ترقی کی راہوں پر گامزن کرتا ہے۔علم ہی سے ثقافتی اقدار مکمل ہوتی نظر آتی ہیں۔دنیا کی ہر خطے میں بسنے والی اقوام اس ثقافتی قدر کی اہمیت سے واقف ہیں۔جدید دنیا میں اپنی ساخت کو محفوظ کرنے اور ثقافتی پہچان بنانے کے لیے جدید علوم کا حصول اشد ضروری ہے۔علم کی دولت ہی انسان کو ثقافتی اقدار سے روشناس کرواتی ہے۔ثقافتی اقدار کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔علم ہی سے اقوام اپنی ثقافتی اقدار کی حفاظت اور فروغ کا اہم کام لیتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے علم کے حصول پر بہت زور دیا ہے۔رسول اللہ ﷺ کی طرف نازل کیا جانے والا پہلا پیغام (ہدایت ربانی) ہی انسان کو علم سے روشناس کرواتا ہے۔[97] اسلام انسان کو شعور و آگاہی کی منزل کا مسافر کر ہونے پر زور دیتا ہے۔کائنات میں موجود نشانیوں پر غور و فکر کرنے کی دعوت دیتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے بھی امت کو اس اہم ثقافتی قدر کی اہمیت سے آگاہ فرمایا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے مسلم امت کے حصول علم کو اللہ کی بارگاہ سے منسوب فرمایا۔ارشاد نبوی ہے کہ

من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله حتى يرجع[98]
(جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے نکلے تو وہ لوٹنے تک اللہ کی راہ میں ہو گا۔)

دینی علوم ہوں یا عصر حاضر کے علوم دونوں انسان کو تقرب الہیٰ کی دولت عطاء کرتے ہیں۔عصری علوم انسان کو دنیا میں موجود نشانیوں پر غوروفکر کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔انسانیت کے لیے آسانی کا راستہ واضح کرتے ہیں۔قوم و ملت کو ترقی کی راہ پر گامزن کرتے ہیں۔دینی علوم بھی انسان کو اللہ کا قرب اور انسانیت سے ہمدردی کا سبق دیتے ہیں۔انسان کی تمام طر علمی کوشش جو کہ مثبت ہو اور انسانیت کے لیے مفید ہو اس کو اللہ کی راہ میں ہی تصور کیا جائے گا۔انسان کو مذہب اور ثقافتی اقدار انسانیت کی فلاح و بہبود کا درس دیتے ہیں۔منفی انداز فکر، تخریب کاری اور انسانی معاشروں کی تباہی کی سوچ مذہب مخالف اور ثقافت اقدار

---

[97] اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّـذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْـرَمُ اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (العلق ۱۔۵)
اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے سب کو پیدا کیا۔انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا۔پڑھیے اور آپ کا رب سب سے بڑھ کر کرم والا ہے۔جس نے قلم سے سکھایا۔انسان کو سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

[98] الترمذی، السنن، کتاب العلم عن الرسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی فضل طلب العلم، حدیث ۲۶۴۷

کے متضاد ہے۔ اسلام نے ثقافتی اقدار کا درس مثبت انداز میں دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ ایسی ثقافتی اقدار پر زور دیا جو معاشرے کی بہتری کے لیے مفید ہوں۔ علم انسانی معاشروں میں ثقافتی اقدار کا زندہ رکھنے کا کام کرتا ہے۔ علم کا حصول کوئی امر محال نہیں ہے لیکن اس میں محنت درکار ہوتی ہے۔ انسان کو اپنے وقت اور صلاحیتوں کا صحیح استعمال کرنا ہوتا ہے۔ یحییٰ بن ابی کثیرؒ کا یہ قول اس بات کو مزید مستحکم کرتا ہے۔

لا يستطاع العلم براحة الجسم[99]
(علم آرام طلبی سے حاصل نہیں ہوتا۔)

علم کے راستے میں محنت و مشقت اور شوق ایسی چیزیں ہیں جو کہ علم کی گہرائی اور مضبوطی کا سبب بنتی ہیں۔ انسان اگر بغیر محنت کے علم حاصل کرنا چاہیے تو ایسا ممکن نہیں ہے۔ علم کے حصول کا شوق اور جذبہ اصحاب صفہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ کس قدر محنت اور جانفشانی سے انہوں نے علم حاصل کیا۔ ان کے تن بدن پر پورے کپڑے موجود نہ تھے۔ خوراک کی قلت تھی۔ ان بلند بخت لوگوں کا بستر بھی مسجد نبوی کا فرش ہوا کرتا تھا۔[100] ان عظیم لوگوں نے اسلام کی اشاعت میں اہم کردار ادا کیا ۔لوگوں کو اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی احادیث سکھائی۔ حصول علم کے لیے محنت اور شوق بنیادی اکائی ہیں۔ انسانیت کو علم دوست ہونا چاہیے۔ ثقافتی اقدار کی حفاظت اور فروغ علم سے ممکن ہے۔

5. قدرتی وسائل کی حفاظت

اللہ تعالیٰ نے کائنات کو رنگینی اور حسن سے قائم فرمایا ہے۔ پہاڑ، جنگلات، دریا، ندی نالے اور چشمے اس کے حسن میں اضافہ کرتے ہیں۔ آسمانوں میں موجود تارے، سیارے تمام کائنات کی راہنمائی میں مصروف ہیں۔ الغرض کائنات ہر چیز شمار میں لے آئیں وہ اس کا حسن ہے اور اس کائنات میں موجود تمام مخلوقات کی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کو بے فائدہ اور عبث پیدا نہیں فرمایا۔[101] اس دنیا میں جس پر انسانیت آباد ہے اس میں اس کے زندگی بسر کرنے کے تمام تر وسائل موجود ہیں۔ ہر وہ چیز جو انسان کو اپنا وجود قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے اللہ نے پیدا فرمائی ہے۔ ہوا، پانی، آگ جو کہ بنیادی عناصر ہیں

---

[99] القشیری، الجامع الصحیح، کتاب المساجد والمواضع الصلوۃ، باب اوقات الصلوۃ الخمس۔ حدیث ۱۳۹۰

[100] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصلوۃ، باب نوم الرجال فی المسجد، حدیث ۴۴۰

[101] رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ہٰذَا بَاطِلًا (آل عمران ۱۹۱)
اے پروردگار تو نے کوئی چیز بے فائدہ پیدا نہیں کی

ہر ایک کے لیے اس دنیا میں پیدا کیے ہیں۔قدرتی وسائل کا استعمال اور حفاظت دونوں کی تعلیم رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔ثقافتی اقدار میں اپنے وسائل کی حفاظت کرنا ایک اہم قدر ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اس کے لیے باقاعدہ ترغیب و ترہیب کا انتظام فرمایا۔رسول اللہ ﷺ نے تین قسم کے لوگوں کے بارے میں آگاہ فرمایا جن کی طرف اللہ تعالیٰ نگاہ رحمت نہیں فرمائے گا ان میں ایک ایسا شخص جو پانی پر قابض ہو

ورجل منع فضل ماء، فيقول الله يوم القيامة: اليوم امنعك فضلي كما منعت فضل ما لم تعمل يداك[102]

(وہ شخص جس نے ضرورت سے فالتو پانی مانگنے والے کو نہیں دیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے کہے گا کہ جس طرح تونے اس زائد ضرورت، فالتو چیز سے دوسرے کو روکا جسے تیرے ہاتھوں نے بنایا بھی نہیں تھا، میں بھی تجھے اپنا فضل نہیں دوں گا۔)

انسانیت سے انکی بنیادی ضروریات کو چھین لینے والا معاشرتی مجرم ہے۔معاشرے کے ساتھ اس کائنات کا خالق اسے معاف نہیں کرتا۔اسلام کسی صورت میں لوگوں کی بنیادی ضروریات اور ان کی حقوق تلفی کرنے والے کو معاف نہیں کرتا۔پانی دراصل انسان کی ضرورت اور اللہ کا انسانیت کے لیے اہتمام ہے جس پر سب کا برابر حق ہے۔اسلام میں عبادات کے باب میں وضو کو خاص اہمیت حاصل ہے۔اس میں بھی پانی کا استعمال ہوتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے وضو میں بھی پانی کے اسراف کا ناپسند فرمایا۔یہ واقع اس بات پر شاہد ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کی کس منہج پر تربیت فرماتے تھے۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مر بسعد وهو يتوضا، فقال:" ما هذا السرف"؟ فقال: افي الوضوء إسراف؟ قال:" نعم وإن كنت على نهر جار

(رسول اللہ ﷺ سعدؓ کے پاس سے گزرے، وہ وضو کر رہے تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیسا اسراف ہے؟ انہوں نے کہا کیا وضو میں بھی اسراف ہوتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں چاہے تم بہتی نہر کے کنارے ہی کیوں نہ بیٹھے ہو۔)

رسول اللہ ﷺ نے قدرتی ذخائر کے بے جا استعمال سے منع فرمایا۔عصر حاضر میں زمین میں موجود پانی کو نکال کر اپنے نام کا کاروبار کرنے والوں کو اسلام کی ان تعلیمات پر غور و فکر ضرور کرنا چاہیے۔پانی جو کہ زمینی ذخائر میں سے ہے۔آسمان سے بارش کا پانی اس کی کمی کو پورا کرتا ہے۔یہ سلسلہ خالق نے اپنی مخلوق کے لیے یکساں رکھا ہے۔اس پر تمام انسانیت کا برابر حق ہے۔تمام لوگوں کے اس حق کی پرواہ نہ کرتے ہوئے زمینی پانی کو نکال کر فروخت کرنا بھی ایک جرم ہے۔

---

[102] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ، حدیث ۷۴۴۶

ماحول کی حفاظت بھی ثقافتی اقدار کا حصہ ہے۔ہوا بھی قدرتی وسائل میں سے ہے۔ہر انسان زندہ رہنے کے لیے سانس لیتا ہے۔صاف اور پاکیزہ ہوا ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔سائنسی تحقیق کے مطابق ایک درخت سال میں 260 پاونڈز آکسیجن پیدا کرتا ہے۔دو درخت مل کر چار افراد کے ایک خاندان کی سالانہ آکسیجن پوری کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔[103] رسول اللہ ﷺ درخت لگانے کی تلقین فرمائی۔اس سے انسانیت کے لیے زندگی گزرنے میں آسانی پیدا ہو۔آپ ﷺ نے ارشاد فرمایہ کہ

ما من مسلم يغرس غرسا فياكل منه إنسان، او دابة، او طير، إلا كانت له صدقة[104]

(جو مسلمان درخت لگائے پھر اس میں سے کوئی آدمی، جانور، یا پرندہ کھائے تو یہ اس کے لئے صدقہ ہے۔)

ماحول کی حفاظت اور انسانیت کا فائدہ دونوں اہم کاموں کی طرف توجہ مبذول کروائی گئی۔درخت انسان کی بہت سی ضرورتوں کو پورا کرتا ہے۔انسان کے لیے صاف ہوا، خوراک اور سایہ فراہم کرتا ہے۔اپنے ماحول کی حفاظت سے ہی انسان بہتر زندگی بسر کر سکتا ہے۔صنعتی انقلاب کے ساتھ ساتھ ماحول کی تباہی کا سلسلہ بھی عروج پکڑ گیا۔فیکٹریوں کا گندا مادہ پانی اور ان کا زہریلا دھواں ہوا کو تباہ کرتا ہے۔انسان کی بنیادی ضروریات کو زہریلا کیا جارہا ہے۔ AQLI کی رپورٹ کے مطابق پاکستان میں ۲۲ کڑوڑ سے زائد افراد ایسی جگھوں پر رہائش پذیر ہیں جو کہ who کی جاری کردہ ہوا کی کوالٹی کے میزان سے بہت بلند ہے[105]۔ہوا کی آلودگی کے باعث ۲۰۱۹ میں ۱۲۸۰۰۰ افراد لقمہ اجل بنے۔شہر لاہور دنیا کے سب سے زیادہ ہوائی آلودگی والے شہروں میں شامل ہے۔[106] ان تمام چیزوں کو مد نظر رکھیں تو رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کی اہمیت سمجھ میں آتی ہے۔مادیت پرستی کی دوڑ میں جنگلات اور آباد زمینوں کو سوسائیٹیز میں تبدیل کیا جارہا ہے۔زرعی زمینوں کو ان رہائشی آبادیوں میں تبدیل کیا جارہا ہے۔اس کا مقصد محض روپیہ پیسہ ہے۔انسان کی زندگی کو اجیرن کیا جارہا ہے۔درجہ حرارت میں عالمی سطح پر ہر سال 1.35 ڈگری اضافہ ہو رہا ہے۔صنعتی انقلاب کے بعد دنیا میں گلوبل وارمنگ کے مسائل نے جنم لیا ہے۔۱۸۵۰ سے لے کر ۲۰۲۳ تک تاریخ کے ۱۰ گرم ترین سال ۲۰۱۴۔۲۰۲۳ ریکارڈ کیے گئے ہیں۔[107] انسانیت کو مادیت پرستی نے موت کے گھاٹ اتار دیا ہے۔

---

[103] https://www.thoughtco.com/the-oxygen-trees-make-1343498

[104] الدارمی، عبداللہ بن عبدالرحمٰن، السنن، دار المغنی للنشر والتوزیع ۱۴۱۲ھ، سنن، کتاب البیوع، باب فضل الغرس، حدیث ۲۶۴۶

[105] AQLI Pakistan Fact sheet 2022

[106] https://foreignpolicy.com/2021/11/29/pakistan-lahore-pollution-fossil-fuels-climate

[107] https://www.climate.gov/news-features/understanding-climate/climate-change-global-temperature

حاصل بحث:

رسول اللہ ﷺ معلم کائنات ہیں۔ آپ ﷺ کی ذمہ داریاں منصب کے تقاضوں کے باعث بہت زیادہ تھیں۔ اللہ کی مدد اور راہنمائی کے سبب رسول اللہ ﷺ نے اپنی تمام ذمہ داریاں احسن انداز میں پوری کی فرمائیں ۔ معاشرے کی بہتری، ثقافتی اقدار کی اصلاح اور دینی و مذہبی راہبری کی تمام جہات کو مد نظر رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ایک بنیادی لائحہ عمل عطاء فرمایا۔ معاشرے کو مذہبی اور ثقافتی طور پر ایک نمونہ بنا دیا۔ انسان ہمیشہ ایک رہبر و راہنما کا راستہ دیکھتا ہے۔ وہ لیڈر اس کے وقت کے تقاضوں سے روشناس کرواسکے۔ قابل عمل راہ تجویز کرے۔ سب سے بڑھ کر وہ خود اس پر عمل کرنے والا ہو۔ اسلام کی کامیابی کی بڑی وجہ رسول اللہ ﷺ کا عملی نمونہ ہونا تھا۔ قول و فعل میں کسی قسم کا تضاد نہ تھا۔ اسلام کی روشنی سے بہرہ مند ہونے والا ہر انسان اپنے راہنما کو انہی اصولوں پر کار فرما دیکھتا جو انہوں نے بیان کیے تھے۔ معاشرہ اس مثالی کردار کے باعث ان تمام اقدار کو اپناتا چلا گیا جو اصلاح اور ترقی کے لیے ضروری تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک ثقافت کی اقدار کا مشاہدہ کیا ۔ایسی اقدار جو معاشرے کے لیے مفید تھیں ان کو ترواتیج دی۔ جو اقدار معاشرے کے لیے نقصان کا سبب تھیں ان کو ختم فرمایا ۔ ایسی ثقافتی اقدار کی تعلیم عام کی جو فطرت انسانی سے قریب تھیں ۔ معاشرے میں باہمی تعاون اور محبت کی فضا قائم ہوئی۔ بروسے اور اعتماد کا رواج عام ہوا۔ لوگ اپنے آپ کو محفوظ محسوس کرنے لگے۔ اعلیٰ ثقافتی اقدار کے سبب عرب کا معاشرہ مختصر وقت میں ایک مثالی معاشرہ بن گیا۔ اس وقت کی موجودہ مہذب قوموں کی فہرست میں شامل ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرت سے ہمیں عصر حاضر میں مستفید ہونے کی ضرورت ہے۔ آج کے درپیش مسائل کا حل سیرت محمدی ﷺ سے تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ مسائل کے حل کے لیے حائل رکاوٹوں سے جس طرح رسول خدا ﷺ نبرد آزما ہوئے وہ جذبہ اور راستہ تلاش کرنے کی ضرورت ہے۔ جدید دور میں منزل گم گشتہ ڈھونڈنے کی ضرورت ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم بطور مسلمان سیرت نبوی ﷺ میں غوطہ زن ہوں کر درپیش مسائل کے حل کے لیے وہ اصول تلاش کریں جو رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمائے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اساسی اصول فراہم کیے ہیں جو کہ انسانیت کے لیے ترقی کا باعث ہیں۔ قیامت تک آنے والے مسائل کے لیے اصول سیرت میں موجود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ قیامت تک کے لیے نبی اور رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ اس لیے قیامت تک کے لیے راہنمائی سیرت نبوی ﷺ میں موجود ہے۔

باب سوم : عہد نبوی ﷺ کی ریاست میں ثقافتی اقدار کا فروغ اور تحفظ

فصل اول: عہد نبویؐ میں رائج ثقافتی اقدار

فصل دوم: عہد نبویؐ میں ثقافتی اقدار کا فروغ

فصل سوم: عہد نبویؐ میں ثقافتی اقدار کا تحفظ

باب سوم : عہد نبوی ﷺ کی ریاست میں ثقافتی اقدار کا فروغ اور تحفظ

فصل اول: عہد نبویؐ میں رائج ثقافتی اقدار

معاشرے میں زندگی گزرانے والے افراد اس کے اصول و ضوابط کے مطابق زندگی بسر کرتے ہیں۔ ہر معاشرہ ثقافتی اقدار کا حامل ہوتا ہے۔ ثقافتی اقدار ہی اس معاشرے کی منفرد پہچان ہوتی ہیں۔ اقدار سے ہی اس معاشرے کی شناخت ہوتی ہے۔ کسی معاشرے کے علوم و فنون، رہن سہن (مشروبات و ماکولات، لباس) رسم و رواج اور نظریات ہی اس کی ثقافتی پہچان ثابت ہوتے ہیں۔ عرب کے معاشرے میں بھی ان کی ثقافتی اقدار موجود تھیں۔ اقدار کی سمت غلط اور صحیح ہو سکتی ہے لیکن اقدار ہر معاشرے میں اپنا وجود رکھتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جس معاشرے میں آنکھ کھولی اور جس معاشرے میں پوری زندگی بسر کی اس کی اپنی منفرد ثقافتی اقدار تھیں۔ ثقافتی اقدار میں تنوع پایا جاتا ہے۔ اس لیے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حالات و واقعات کے بدل جانے سے اقدار بدلتی رہتی ہیں۔ کھانے پینے کا انداز، لباس کا طریقہ کار اور غور و فکر کے زوایے بھی تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ نظریات میں بھی تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی ہیں۔ اس لیے ہر معاشرے میں چیزیں وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ عرب معاشرے میں بھی ہر طرح کی اقدار موجود تھیں۔ وہ ان اقدار کی تقلید کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ

نے ان تمام اقدار کا مشاہدہ کرنے کے بعد ان میں تبدیلیاں فرمادی۔ایسی اقدار جو مکمل طور پر درست تھیں ان کو اسی طرح جاری فرمایا۔ جن اقدار میں تبدیلی کی گنجائش موجود تھی ان کو تبدیل کر کے جاری فرمادیا۔ ثقافتی اقدار میں کچھ ایسی اقدار تھیں جو معاشرے کے لیے ضرر رساں تھیں آپ ﷺ نے ان کو مکمل طور پر ختم فرمادیا۔اس فصل میں عہد نبوی ﷺ میں موجود ثقافتی اقدار کا اجمالی نقشہ پیش کیا جائے گا۔ ثقافتی اقدار کو مختصر طور پر بیان کیا جائے گا۔

1.ماکولات و مشروبات

خوراک انسانی زندگی کی ایک بدیہی حقیقت ہے۔ دنیا کے قیام سے لے کر آج تک انسان اپنے مادی جسم کی توانائی خوراک سے حاصل کرتا آیا ہے۔ مکاں اور زماں کی تبدیلی سے خوراک کا انداز تبدیل ہوتا رہتا ہے مگر خوراک کا انتظام ہر تمدن میں کیا جاتا ہے۔ ہر انسان اپنی من پسند خوراک کا اہتمام کرتا ہے۔ قرآن مجید نے بھی کھانوں کا ذکر کئی مقامات پر کیا ہے۔ احادیث مبارکہ میں بھی مختلف کھانوں کا ذکر ملتا ہے۔ قرآن مجید نے سابقہ انبیاء اور اقوام کی خوراک ذکر کیا ہے۔ قرآنی آیات اس بات پر شاہد ہیں کہ سابقہ اقوام کے لوگ بھی اس بنیادی ضرورت سے مبرہ نہ تھے۔ وہ لوگ بھی اپنی خوراک کی ضروریات کو مختلف طریقوں سے پورا کرتے تھے۔

• قرآن مجید میں کھانوں کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں انسانیت کو رزق دینے کی بات کی ہے۔ اللہ ہی کی ذات ہے جو تمام مخلوقات کو رزق عطاء کرتی ہے۔ انسانیت کا رزق اللہ کی ذات کے ذمہ ہے۔ یہ اعلیٰ ذات انسانیت کی اس بنیادی ضرورت کو پورا کرنے کے اسباب پیدا فرماتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ يُطْعِمُ وَ لَا يُطْعَمُ ؕ......[108]
(کہو ، اللہ کو چھوڑ کر کیا میں کسی اور کو اپنا سرپرست بنالوں؟ اس خدا کو چھوڑ کر جو زمین و آسمان کا خالق ہے اور جو روزی دیتا ہے روزی لیتا نہیں ہے؟)

تمام مخلوقات کا رزق اس بزرگ و برتر ذات کے حوالے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خوراک کے اصول بھی قرآن مجید میں ذکر فرمائے ہیں۔ قرآن مجید سابقہ اقوام کے کھانوں کا ذکر بھی فرماتا ہے۔

---

[108] الانعام:15

قرآن مجید نے حضرت موسیٰؑ کی قوم کا ذکر قرآن مجید میں متعدد بار فرمایا۔بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔اس قوم پر ایک خاص رحمت من و سلوٰی اتاری گئی۔یہ ایک خاص قسم کا کھانا تھا۔

وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰی ؕ[109]

(ہم نے تم پر ابر کا سایہ کیا، من و سلویٰ کی غذا تمہارے لیے فراہم کی)

اس آیات مبارکہ کی تفسیر میں من و سلوٰی کی وضاحت سامنے آتی ہے۔امام طبریؒ نے جامع البیان میں من و سلوٰی کے بارے میں بہت سے اقوال نقل کیے ہیں۔من شہد کی مانند ایک غذا تھی اور سلوٰی بٹیر تھا جو بنی اسرائیل کی خوراک ہوا کرتا تھے۔یہ ان پر خدا کی رحمت تھی۔بغیر کسی محنت و مشقت کے وہ عمدہ خوراک کا استعمال کیا کرتے تھے۔انسانی طبعیت میں بھی تنوع ہوتا ہے اس لیے قوم موسیٰؑ نے بھی مزید کھانوں کا مطالبہ کیا جس کو قرآن مجید نے کچھ اس انداز میں ذکر فرمایا

وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِ جْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَ قِثَّآىِٕهَا وَ فُوْمِهَا وَ عَدَسِهَا وَ بَصَلِهَا ؕ-قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ-------- ؕ110

(یاد کرو، جب تم نے کہا تھا کہ "اے موسیٰ علیہ السلام، ہم ایک ہی طرح کے کھانے پر صبر نہیں کر سکتے۔اپنے رب سے دعا کرو کہ ہمارے لیے زمین کی پیداوار ساگ، ترکاری، گیہوں، لہسن، پیاز، دال وغیرہ پیدا کریں"۔تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا "کیا ایک بہتر چیز کے بجائے تم ادنیٰ درجے کی چیزیں لینا چاہتے ہو؟)

انسان خوراک کے معاملے میں پسند اور ناپسند کا خیال کرتا ہے۔بعض اوقات عمدہ اور خوش ذائقہ چیز سے بھی جی اکتا جاتا ہے۔اسی بنا پر اس قوم کا نیا مطالبہ بھی سامنے آیا۔ان آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ خوراک کا استعمال اور پسند اور ناپسند کا معاملہ آج کی طرح سابقہ اقوام میں بھی موجود تھا۔کھانے میں مختلف اقسام کے کھانے کی طلب ہر قوم اور ثقافت میں موجود ہے۔قرآن مجید نے اسی طرح چند دیگر واقعات کو بھی بیان فرمایا۔

---

[109] البقرہ:57

[110] البقرہ:61

حضرت عیسیٰؑ اور حضرت مریمؑ کا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا اور اس سے الوہیت کی دلیل دی۔ ان کے بشر ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی خوراک کو علت کے طور پر بیان فرمایا۔ خدا کی ذات ان تمام چیزوں سے پاک ہے اور یہ برگزیدہ بندے ہیں۔ ان کی ضروریات بھی عام انسانوں والی ہیں۔ بشریت کی تقاضوں پر یہ زندگی بسر کرتے ہیں۔

كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ-------[111]
(وہ دونوں کھانا کھاتے تھے -)

قرآن مجید نے ایک اور زماں کی بات کی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ انبیاء اور ان کی اقوام بھی اس بنیادی ضرورت کو پورا کرتے تھے۔

حضرت عزیرؑ،[112] حضرت یوسفؑ[113]، اصحاب کہف[114] اور دیگر مقامات پر بھی کھانے کا ذکر کیا ہے۔ مشرکین مکہ کے اعتراض[115] کا جواب بھی اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا۔[116] قرآن مجید نے انسانی ضروریات کا ذکر فرمایا ہے۔ تمام واقعات اور شواہد لانے سے مقصود یہ ہے کہ خوراک انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ دنیا کے قیام سے لے کر قیامت تک انسانیت اپنی بنیادی ضرورت سے ہاتھ نہیں چھڑوا سکتی۔ ثقافتی اقدار کے سبب کھانے کا انداز اور اہتمام کا طریقہ کار مختلف ہو سکتا ہے۔ انسانی سوچ کے ارتقاء سے اس کے ذائقے میں بہتری اور اقسام میں اضافہ ہو سکتا ہے لیکن اس سے انسان کبھی مبرا نہیں ہو سکتا۔

---

[111] المائدہ:75

[112] البقرہ:259

[113] یوسف:37

[114] الکھف:19

[115] وَ قَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَ يَمْشِيْ فِى الْاَسْوَاقِؕ-لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا(الفرقان ۷)
اور بولے اس رسول کو کیا ہوا کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے کیوں نہ اُتارا گیا ان کے ساتھ کوئی فرشتہ کہ اُن کے ساتھ ڈر سناتا

اس اعتراض کو امام طبریؒ نے تفسیر جامع البیان میں اس آیت کے تحت نقل کیا ہے۔

[116] وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَ يَمْشُوْنَ فِى الْاَسْوَاقِؕ(الفرقان ۲۰)
اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب ایسے ہی تھے کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے

اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کے اس اعتراض کا جواب دیا کہ تمام سابقہ انبیاء بھی اپنی اس بنیادی ضرورت کو پورا کرتے تھے۔ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے محنت و مشقت سے کام لیا کرتے تھے حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی بھی اسی طرح بشری تقاضوں کے مطابق زندگی بسر کرتی ہے۔ یہ اعتراضات محض گمراہی اور دین الہیٰ سے دشمنی کے سبب ہیں۔

• عہد نبوی ﷺ میں خوراک کی ثقافتی قدر

عصر حاضر میں خوراک کی بہت سی اقسام موجود ہیں۔ گوشت، سبزی یا دونوں کو ملا کر کافی سالن تیار کیے جاتے ہیں۔ آجکل خوراک کے حوالے سے اہم تقسیم سبزی خور اور گوشت خور کی ہے۔ لوگ اپنی طبیعت کے حساب سے خوراک کا چناؤ کرتے ہیں۔ موجودہ زمانے میں لوگ انہی بنیادی اجزاء سے کھانے کو مختلف شکلوں میں کھاتے ہیں۔ ہر ثقافت میں خوراک کا انداز جدا ہے۔ عرب کی ثقافت میں گوشت کو خاصی اہمیت حاصل ہے۔ تاریخ میں مختلف اقسام کے گوشت کا ذکر ملتا ہے۔ عرب کے لوگ اونٹ، بھیڑ، بکری، مچھلی، ہرن اور گائے کا گوشت استعمال کیا کرتے تھے۔ محض گوشت اور گوشت کو باقی سبزیوں کے ساتھ ملا کر بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ احادیث مبارکہ اور تاریخ میں متعدد ایسے واقعات موجود ہیں جس میں خوراک کے بارے میں تفصیل ملتی ہے۔

گوشت رسول اللہ ﷺ کو ذاتی طور پر خاصہ پسند تھا۔ احادیث شریف میں گوشت کے ان حصوں کا ذکر موجود ہے جو رسول اللہ ﷺ پسند فرمایا کرتے تھے۔

سید طعام اهل الدنيا و اهل الجنة، اللحم[117]

(اہل دنیا اور اہل جنت کے کھانوں کا سردار گوشت ہے۔)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو گوشت موغوب تھا۔ آپ گوشت کا استعمال بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک حدیث مبارکہ میں ذکر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ بکرہ تناول فرما رہے تھے۔

تعرق رسول الله صلى الله عليه وسلم كتفا[118]

(نبی کریم ﷺ نے شانے کی ہڈی کا گوشت کھایا۔)

شانے کا گوشت عموماً لذیز ہوتا ہے۔ پٹھ کا گوشت بھی ذائقے میں کافی بہتر ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کبھی گوشت نوچ کر اور کبھی کاٹ کر تناول فرمایا کرتے تھے۔ گوشت کو دونوں طریقوں سے کھانا درست ہے۔ جدید دور میں چھری کانٹے کا استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کی دلیل بھی اس حدیث مبارکہ سے ملتی ہے۔

---

[117] ابن ماجہ، السنن، کتاب الاطعمہ، باب اللحم، ح۳۳۰۵

[118] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاطعمۃ، باب النھش والانتشال اللحم، ح۵۴۰۴

رايت النبي صلى الله عليه وسلم" ياكل من كتف يحتز منها
(جعفر بن عمرو بن امیہ نے اپنے دادا سے بیان کیا ہمیں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ کا گوشت کاٹ کر کھا رہے تھے۔)

رسول اللہ ﷺ کا ہر انداز امت کے لیے راہنمائی ہے۔ دراصل انسانی نفسیات کا مسلہ ہے کہ وہ جس معاشرے میں زندگی بسر کر رہا ہوتا ہے اس کے مطابق انداز حیات کو اپنانا چاہتا ہے۔ آجکل اگر کسی مہنگے ریسٹورینٹ میں کھانا کھایا جائے تو وہاں چھری کانٹے کا استعمال ہوتا ہے۔ انسان اگر اس طریقے سے مانوس نہ ہو تو مشکل میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ان احادیث سے ہمیں یہ راہنمائی بھی ملتی ہے کی انسان کو اپنی آسانی مد نظر رکھنی چاہیے۔ کھانے کا مہذب انداز اپنانا چاہیے۔ کھانے کے طریقہ کار سے کسی کو حقیر نہیں سمجھنا چاہیے۔

اشترى مني رسول الله صلى الله عليه وسلم بعيرا بوقيتين ودرهم او درهمين، قال: فلما قدم صرارا امر ببقرة، فذبحت فاكلوا منها[119]

(حضرت جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دو اوقیہ اور ایک یا دو درہموں میں اونٹ خریدا۔ جب آپ صرار آئے تو آپ نے گائے کا حکم دیا، وہ ذبح کی گئی، لوگوں نے اسے کھایا۔)

یہ مثال عرب معاشرے کا عمومی نقشہ پیش کرتی ہے۔ لوگ گوشت کو کس طرح تناول کیا کرتے تھے۔ ان کی مرغوب غذا کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ سفر میں بھی گوشت کو فوقیت دی جاتی تھی۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ گوشت میں طاقت کا تناسب زیادہ ہوتا ہے۔ عرب لوگ سخت جان اور مشکل کام کرنے والے تھے۔ سفر کی شدت اور راہ کی دشواری ان کو زیادہ طاقت والی چیز کھانے پر مجبور کرتی ہو۔ اسی طرح خرگوش کے شکار اور اس کے گوشت کھانے کا ذکر بھی روایات میں ملتا ہے۔ صحابی خرگوش کے شکار اور اس کے گوشت کھانے کا ذکر کرتے ہیں۔

انفجنا ارنبا ونحن بمر الظهران، فسعى القوم فلغبوا، فاخذتها، فجئت بها إلى ابي طلحة، فذبحها، فبعث بوركيها، او قال: بفخذيها إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقبلها[120]

---

[119] القشیری، الجامع الصحیح، کتاب المساقاہ، باب بیع البعیر واستثناء رکوبہ، ح ۴۱۰۵

[120] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الزباح والصید، باب الارنب، ح ۵۵۳۵

(ہم نے ایک خرگوش کا پیچھا کیا۔ ہم مر الظہران میں تھے۔ لوگ اس کے پیچھے دوڑے اور تھک گئے پھر میں نے اسے پکڑ لیا اور اسے ابو طلحہؓ کے پاس لایا۔ انھوں نے اسے ذبح کیا اور اس کے دونوں کولہے یا دونوں رانیں نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجیں اور نبی کریم ﷺ نے انہیں قبول فرمایا۔)

خرگوش کا شکار دراصل مشقت والا کام ہے۔ خرگوش کے پھرتیلے ہونے کی وجہ سے اس کا شکار تھوڑا مشکل ہوتا ہے۔ صحابی بیان کرتے ہیں کہ شکار بعد جب گوشت رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کھانے کے لیے پیش کیا گیا تو آپ نے اس کو قبول فرمایا۔ اسی طرح عرب میں دیگر قسم کے گوشت بھی استعمال کیے جاتے تھے۔ موجودہ دور میں مرغ کے گوشت کو خاصی اہمیت حاصل ہے۔ سالن، روسٹ اور فاسٹ فوڈز کے لیے مرغ کا گوشت استعمال کیا جاتا ہے۔ عرب معاشرے میں مرغ کا گوشت خوراک کا حصہ تھا۔ روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مرغ کا گوشت تناول فرمایا کرتے تھے۔

رایت النبي صلى الله عليه وسلم ياكل دجاجا[121]
(ابو موسیٰ یعنی الاشعریؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مرغی کھاتے دیکھا ہے۔)

دنیا کی کوئی بھی ثقافت ہو اس میں کھانوں کا ذکر ملتا ہے۔ مختلف اقسام کے گوشت استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح عرب کی سرزمین پر حلال جانور کا گوشت استعمال کیا جاتا تھا۔ جو جانور اس خطے میں موجود تھے اور ان کا کھانا جائز تھا رسول اللہ ﷺ ان کو تناول فرمایا کرتے تھے۔ مچھلی کا ذکر بھی روایات میں ملتا ہے۔ عرب چونکہ زیادہ صحرا پر مشتمل علاقہ تھا اس کے سبب مستقل طور پر ان کے کھانوں میں مچھلی کا ذکر کم ملتا ہے۔ عرب کا کچھ حصہ سمندر سے بھی ملتا ہے اس لیے مچھلی کا گوشت بھی کھایا جاتا تھا۔ سمندری گوشت کے احکامات بھی شریعت مطہرہ میں موجود ہیں۔

غزونا جيش الخبط، وامر ابو عبيدة فجعنا جوعا شديدا فالقى البحر حوتا ميتا لم ير مثله، يقال له: العنبر، فاكلنا منه نصف شهر[122]

(ہم غزوہ خبط میں شریک تھے، ہمارے امیر الجیش ابو عبیدہؓ تھے۔ ہم سب بھوک سے بیتاب تھے کہ سمندر نے ایک مردہ مچھلی باہر پھینکی۔ ایسی مچھلی دیکھی نہیں گئی تھی۔ اسے عنبر کہتے تھے، ہم نے وہ مچھلی پندرہ دن تک کھائی۔)

---

[121] ایضا، باب الدجاج، ح ۵۵۱۷
[122] ایضا، باب قول الله تعالى أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ ، ح ۵۴۹۳

اس واقع سے معلوم ہوتا ہے کہ مچھلی کے گوشت کو بھی خوراک کا اچھا ذریعہ تصور کیا جاتا ہے۔ اس سے ایک اور بات بھی سامنے آتی ہے۔ گوشت کو کئی دنوں تک محفوظ کر کے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ آجکل فریج میں سٹور کر کے خوراک کو استعمال کیا جاتا ہے جو کہ ایک درست عمل ہے۔

• سبزیوں (غیر لحمی) پر مشتمل کھانے

عرب ثقافت میں کھانوں میں سبزیوں کا استعمال بھی موجود تھا۔ بعض اوقات گوشت کے ساتھ سبزی کو ملا کر کھانا تیار کیا جاتا تھا۔ اس کو دستر خوان کی زینت بنایا جاتا تھا۔ سبزیوں کو سالن بھی تیار کیا جاتا تھا۔ کتب احادیث اور سیرت میں ایسی روایات موجود ہیں جن میں سبزیوں کو بطور خوراک استعمال کرنے کا ذکر موجود ہے۔ ہر ثقافت میں سبزیوں کو کھانوں میں استعمال کرنے کا طریقہ کار مختلف ہوتا ہے۔ علاقائی سطح پر بھی اس میں تبدیلیاں واقع ہوتی رہتی ہیں ۔ عرب کی ثقافت میں کدو (لوکی)، لہسن، پیاز، چقندر، ککڑی وغیرہ استعمال کیے جاتے تھے۔

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اتى مولى له خياطا، فاتي بدباء، فجعل ياكله، فلم ازل احبه منذ رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم ياكله[123]

(رسول اللہ ﷺ اپنے ایک درزی غلام کے پاس تشریف لے گئے، پھر آپ ﷺ کی خدمت میں کدو پیش کیا گیا اور آپ ﷺ اسے کھانے لگے۔ اسی وقت سے میں بھی کدو پسند کرتا ہوں کیونکہ میں نے اسے نبی کریم ﷺ کو کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔)

اس حدیث مبارکہ اور اس عنوان کی باقی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کدو شوق سے تناول فرمایا کرتے تھے۔ لوگوں کا پکا کر رسول اللہ ﷺ کو پیش کرنا اس بات پر دلیل ہے کہ یہ کھانا عرب ثقافت میں موجود تھا۔ کدو کا سالن کوئی نئی ایجاد نہ تھی۔ اس علاقے کے لوگ گھروں میں اس کو پکایا اور کھایا کرتے تھے۔ آجکل بھی پاکستانی معاشرے میں بھی کدو کے سالن کو تیار کیا جاتا ہے۔ گوشت کے ساتھ ملا کر بھی کدو کو خوراک میں استعمال کیا جاتا ہے۔ کدو کے علاوہ چقندر کو بھی کھانے

---

[123] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاطعمہ، باب الدباء، ح ۵۴۳۳

میں استعمال کیا جاتا تھا۔اس کو سبزی کے طور پر پکایا جاتا تھا۔ایک روایت میں صحابہ اکرامؓ نے چقندر کے سالن پر خوشی کا اظہار کیا۔

إن كنا لنفرح بيوم الجمعة كانت لنا عجوز تاخذ اصول السلق، فتجعله في قدر لها، فتجعل فيه حبات من شعير إذا صلينا زرناها، فقربته إلينا [124]

(ہمیں جمعہ کے دن بڑی خوشی رہتی تھی۔ہماری ایک بوڑھی خاتون تھیں وہ چقندر کی جڑیں لے کر اپنی ہانڈی میں پکاتی تھیں، اوپر سے کچھ دانے جَو کے اس میں ڈال دیتی تھیں۔ہم جمعہ کی نماز پڑھ کر ان کی ملاقات کو جاتے تو وہ ہمارے سامنے یہ کھانا رکھتی تھیں۔)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ لوگ چقندر کو سالن کے طور پر پکایا کرتے تھے۔چقندر کے ساتھ جو کے شامل کرنے کا ذکر موجود ہے۔اس سے ایک اور بات واضح ہوتی ہے کہ کھانوں کو خوش ذائقہ بنانے کے لیے مختلف اناج شامل کیے جاتے تھے۔عصر حاضر میں بھی لوگ چقندر کا استعمال کرتے ہیں۔چقندر کا جوس نکال کر پیا جاتا ہے۔اس کو خشک اور پکا کر بھی کھانوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ہر خطے میں سبزیوں کی پیداوار اور ان کا استعمال مختلف ہوتا ہے۔انسان اپنے ذائقوں کے مطابق کھانے تیار کرتے ہیں۔بعض اوقات کسی انسان کی طبیعت سبزیوں کی طرف مائل نہیں ہوتی اور کچھ لوگ وہی شوق سے کھاتے ہیں ۔خوراک میں انسانی منشاء کا عمل دخل ہر ثقافت اور معاشرے میں پایا جاتا ہے۔انسان کی اپنی صحت کو مد نظر رکھتے ہوئے خوراک کا چناؤ کرتا ہے۔اگر انسان کسی بیماری میں مبتلا ہو تو عام کھائی جانے والی چیزیں بھی اس کو منع کر دی جاتی ہیں۔اسلام نے کھانے کے اصول عطاء کیے ہیں۔ان کو مد نظر رکھتے ہوئے خوراک تیار کی جاتی ہے۔اسلام نے حفظان صحت کی بات بھی کی ہے۔انسان کو جو چیز نقصان سے اس کو ترک کر دینا چاہیے۔اس کی عام مثال یہ ہے کہ اگر کسی کو ذیابطیس کی بیماری ہو۔اس کو چینی، شکر مکمل طور پر منع کر دی جاتی ہے۔تمام پرہیز اس کو بتا دیے جاتے ہیں۔اب وہ مریض اگر پرہیز نہیں کرے گا تو اپنی جان پر ظلم کرے گا۔اپنی جان کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈالے گا۔اسلام نے اس چیز سے منع کیا ہے۔ایک روایت میں ام منذرؓ بتاتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے۔آپ کے ساتھ علیؓ تھے، ان پر کمزوری طاری تھی ہمارے پاس

[124] ایضا، باب السلق والشعیر، ح ۵۴۰۳

کھجور کے خوشے لٹک رہے تھے، رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر انہیں کھانے لگے، علیؓ بھی کھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو روک دیا اور فرمایا کہ

فطفق رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لعلي مه إنك ناقه، حتى كف علي رضي الله عنه، قالت وصنعت شعيرا وسلقا، فجئت به، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم يا علي اصب من هذا فهو انفع لك[125]

(تو آپ نے علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا ٹھہرو کیونکہ تم ابھی کمزور ہو یہاں تک کہ علی رضی اللہ عنہ رک گئے، میں نے جو اور چقندر پکایا تھا تو اسے لے کر میں آپ کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے فرمایا علیؓ اس میں سے کھاؤ یہ تمہارے لیے مفید ہے۔)

اس حدیث مبارکہ سے دو چیزیں ثابت ہوتی ہیں۔(۱) حفظ صحت کے لیے پرہیز (۲) کدو عمومی طور پر خوراک میں شامل تھا۔

اس حدیث مبارکہ سے حفظ صحت کا ایک اصول بھی ملتا ہے۔ انسان کو پرہیز کرنا چاہیے۔ وہ چیزیں جو اس کی صحت کے لیے خطرہ ہوں ان سے رک جانا چاہیے۔ اگر ہم معاشرے پر نظر کریں تو ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں جن سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم اس اہم اصول کو کس طرح نظر انداز کرتے ہیں۔ تمباکو نوشی، فاسٹ فوڈز کا زیادہ استعمال، تیار شدہ پیک کھانوں کا استعمال وغیرہ۔

انسان کو اسلام نے ایک معتدل راستہ عطاء کیا ہے اس پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ اس حدیث مبارکہ میں کدو اور جو کا سالن اس بات پر دلیل ہے کہ عرب معاشرے کے لوگ صرف گوشت خور نہیں بلکے سبزی بھی استعمال کیا کرتے تھے۔ اسی طرح ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ککڑی (کھیرا) استعمال فرمایا کرتے تھے۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ

رایت النبي ﷺ یاکل الرطب بالقثاء[126]

(میں نے نبی کریم ﷺ کو کھجور کو ککڑی کے ساتھ کھاتے ہوئے دیکھا۔)

اس روایت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اس معاشرے میں ککڑی نہ صرف موجود تھی بلکے اس کا استعمال بھی کیا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کھجور اور ککڑی ایک ساتھ استعمال فرمایا کرتے تھے۔ اس کے صحت پر نہایت مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ککڑی

---

[125] سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب الحمیۃ، ح ۳۸۵٦

[126] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاطعمہ، باب القثاء، ح ۵۴۴۷

دراصل ٹھنڈی تاثیر رکھتی ہے۔۱۹۹۷ میں ایک ریسرچ کے مطابق ککڑی معدے کی تیزابیت اور گرمی کو دور کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔اس میں کثیر فائبر موجود ہوتا ہے جو انسانی نظام انہضام کو بہتر بناتا ہے۔اگر ککڑی کے ساتھ کھجور استعمال کی جائے تو اس کی منفی اثرات کو بھی ختم کرتا ہے۔[127] رسول اللہ ﷺ کی خوراک میں جو حکمت عملی تھی وہ آج کی جدید عقل نے ثابت کر دی ہے۔ عرب کے اس گرم خطے میں گرم تاثیر کے حامل کھجور کو ککڑی کے ساتھ استعمال کرنا رسول اللہ ﷺ کے حفظان صحت کے اصولوں پر عمل کرنے کی دلیل ہے۔ کھجور کے فوائد حاصل کرنے کے ساتھ ککڑی کا استعمال جو اس کے صحت پر منفی اثرات کو ختم کرے نہایت مفید ہے۔اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ خطے کا اعتبار کرتے ہوئے خوراک کا استعمال کرنا چاہیے۔خوراک کے چناؤ میں جغرافیائی حالات کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ صحت کا خاص خیال رکھنا چاہیے۔

قرآن مجید نے زیتون کا ذکر فرمایا ہے۔[128] اس کے بھی کثیر فوائد ہیں۔رسول اللہ ﷺ اس کا استعمال فرمایا کرتے تھے۔ آج بھی عرب لوگ زیتون کو خوراک کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔زیتون کا اچار بنا کر استعمال کیا جاتا ہے۔زیتون کو کھانوں کا ذائقہ بنانے کے لیے شامل کیا جاتا ہے۔زیتون کے تیل میں کھانا تیار کیا جاتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

كلوا الزيت فإنه مبارك، وائتدموا به[129]

(زیتون کا تیل کھاؤ، بیشک وہ بابرکت ہے، اور اس سے سالن بناؤ۔)

زیتون بھی صحت کے لیے نہایت مفید ہے۔ عصر حاضر میں اطباء اور ڈاکٹر حضرات اس کے استعمال کا مشورہ دیتے ہیں۔ خاص طور پر وہ لوگ جن کے کولیسٹرول لیول حد سے تجاوز کر چکا ہو۔

• عرب ثقافت کے مشہور کھانے

ثقافتی سطح پر ہر خطے اور علاقے کے مشہور کھانے موجود ہوتے ہیں۔وہ اپنے ذائقے کے اعتبار سے شہرت پا جاتے ہیں۔ مشہور کھانے ان علاقوں میں نسبتا عام کھانوں کے زیادہ بنائے اور کھائے جاتے ہیں۔رواں دور میں ہوٹلوں کا ایک لامتناہی سلسلہ

- [127] Appel LJ, Moore TJ, Obarzanek E, A clinical trial of the effects of dietary patterns on blood pressure. DASH Collaborative Research Group 17April1997

[128] التین:1

[129] الدارمی، السنن، کتاب الاطعمۃ، باب فضل الزیت، دائر البشائر الاسلامیہ المکہ المکرمہ ۱۴۱۲ھ، ح۲۰۸۹

موجود ہے۔ مشہور کھانے ہوٹلوں کی پہچان بن جاتے ہیں۔لوگ اس کو کھانے کے لیے دور دراز علاقوں سے بھی آتے ہیں ۔عرب کے معاشرے میں بھی اس وقت کے مشہور کھانے موجود تھے۔کتب میں ان کھانوں کا ذکر ملتا ہے۔ثرید، تلبینہ اور حیس کا ذکر احادیث میں آتا ہے۔

تلبینہ	دودھ، جو، شہد / کھجور
حیس / حیساء	کھجور، گھی، ستو
ثرید	روٹی، گوشت کا سالن

تلبیہ، حیس اور ثرید کے بارے میں روایت موجود ہیں۔رسول اللہ ﷺ حیس اور ثرید کو پسند فرمایا کرتے تھے۔ایک روایت میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام[130]

(عورتوں پر عائشہ کی فضیلت ایسی ہے جیسے تمام کھانوں پر ثرید کی فضیلت ہے۔)

ثرید شوربے میں روٹی ڈال کر بنایا جاتا ہے۔یہ زود ہضم ہوتا ہے۔پاکستانی ثقافت میں اس کو ثوبت کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔یہ گوشت سے تیار کی جاتی ہے۔ بیل، بکرا اور مرغ کے سالن سے اس کو تیار کیا جاتا ہے۔

حیس بھی عرب کی پسندیدہ غذاؤں میں شامل ہے۔اس سے متعلق ایک حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کا حکم دیا کہ تیار کی جائے۔حضرت عائشہؓ حیس کا فائدہ بتاتے ہوئے فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ

التلبينة مجمة لفؤاد المريض تذهب ببعض الحزن[131]

(تلبینہ مریض کے دل کو تسکین دیتا ہے اور اس کا غم دور کرتا ہے۔)

[130] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاطعمہ، باب الثرید، ح۵۴۱۹

[131] ایضا، باب التلبینۃ، ح۵۴۱۷

• مشروبات

مشروبات بھی کھانوں کی طرح انسان کی بنیادی ضرورت ہیں۔ پانی اللہ کی ایسی نعمت ہے جو انسانیت کی بقا کا لازمی جزء ہے۔ پانی کا استعمال پوری دنیا میں ہر ثقافت ہر معاشرے میں کیا جاتا ہے۔ بعض مشروبات کا تعلق علاقائی موسمی حالات پر بھی منحصر ہوتا ہے۔ گرم علاقوں میں ٹھنڈے مشروبات استعمال کیے جاتے ہیں۔ ٹھنڈے ماحول میں گرم مشروبات سے لطف اندوز ہوا جاتا ہے۔ مشروبات کی اقسام میں تغیر دراصل جسمانی حرارت کو مدنظر رکھتے ہوئے آتا ہے۔ جسم کی ضرورت اور موسمی شدت سے محفوظ ہونے کے لیے مشروبات کو تبدیل کیا جاتا ہے۔ عرب کا علاقہ سال بھر گرم رہتا ہے۔ جسم کو ایسے مشروبات کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کو پانی کی کمی محفوظ کریں۔ موسمی حرارت کی شدت کو کم کریں۔ روایات میں عہد نبوی ﷺ میں استعمال ہونے والے مشروبات کا ذکر موجود ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت طلحہؓ انصاری کے باغات اور پانی کا کنواں تھا۔ یہ کنواں ان کو بہت عزیز تھا۔ اس کنواں کا پانی رسول اللہ ﷺ پیا کرتے تھے۔

كان احب ماله إليه بيرحاء، وكانت مستقبل المسجد، وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدخلها ويشرب من ماء فيها طيب[132]

(ان کا سب سے پسندیدہ مال بیر حاء کا باغ تھا۔ یہ مسجد نبوی کے سامنے ہی تھا اور رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے جاتے تھے اور اس کا عمدہ پانی پیتے تھے۔)

پانی انسانی صحت کا بنیادی عنصر ہے۔ انسان پانی کی ضرورت ہر لحظہ محسوس کرتا ہے۔ موسم سرد ہو یا گرم پانی کی ضرورت انسانی جسم ہوتی ہے۔ عرب کا ماحول چونکہ گرم تھا اس لیے رسول اللہ ﷺ ٹھنڈا اور میٹھا پانی پسند فرماتے تھے۔ مذکورہ حدیث مبارکہ میں بھی اسی بات کا بیان ہے۔ زم زم کا پانی بھی عرب شوق سے استعمال کیا کرتے تھے۔ اس پانی میں اللہ تعالیٰ نے خصوصی برکات رکھی ہیں۔ اسماعیلؑ کے اس دور سے لے کر آج تک انسانیت اس بابرکت چشمے سے فیض یاب ہو رہی ہے۔ پانی کے علاوہ بھی مشروبات عرب میں موجود تھے۔ تاریخی روایات میں اکثر دودھ کا ذکر ملتا ہے۔ احادیث میں رسول اللہ ﷺ کا خود دودھ دوہنا اور دودھ نوش فرمانا دونوں تذکرے ملتے ہیں۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم شرب لبنا[133]

---

[132] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاشربۃ، باب استعذاب الماء، ح۵۶۱۱

[133] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاشربۃ، باب شرب اللبن، ح۵۶۰۳

(رسول اللہ ﷺ نے دودھ پیا۔)

دودھ انسانی جسم کی اہم ضرورت ہے۔اس کے فوائد ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔بچہ پیدا ہونے کے بعد ماں کے دودھ سے پروان چڑھتا ہے۔دودھ اس کی تمام ضروریات کے لیے کفایت کرتا ہے۔جوانی اور بزرگی کے ایام میں بھی فائدہ مند ہے۔غذائیت سے بھرپور یہ مشروب انسان کی اہم ضرورت ہے۔اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کے دودھ نوش فرمانے کا ذکر ہے۔عرب بکریاں، اونٹنیاں پالا کرتے تھے۔وہ معاشرہ ان کے دودھ اور گوشت سے خوراک کا انتظام کیا کرتے تھے۔دودھ کے علاوہ بھی عرب ثقافت میں مشروب موجود تھے۔شراب کی حرمت کے بعد لوگ اس کو مکمل طور پر چھوڑ چکے تھے لیکن باقی حلال مشروب پیا کرتے تھے۔

عرب ثقافت میں نبیذ بھی بطور مشروب استعمال کیا جاتا تھا۔نبیذ کھجور کو پانی میں ڈال کر تیار کی جاتی تھی۔کھجور اور پانی کو برتن میں ڈال کر اوپر سے بند کر دیا جاتا تھا۔اس کو کچھ دن ایسے ہی چھوڑ دیا جاتا تھا اور پھر استعمال کیا جاتا تھا۔اس کی حدود بھی رسول کریم ﷺ نے مقرر فرمادی تھیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ زیادہ دیر اس عمل میں رہنے سے یہ بھی نشہ آور ثابت ہو جاتی ہے اس لیے اس کے بارے میں آپ نے ہدایت فرمادی۔حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ

ينتبذ له اول الليل فيشربه إذا اصبح يومه [134]

(رسول اللہ کے لیے اول رات میں نبیذ بھگو دیتے آپ اس کو صبح کے وقت پیتے۔)

مشروب کا استعمال موسم اور علاقوں کی تبدیلی سے بدل جاتا ہے۔انسان کی ذاتی پسند کا بھی اس میں عمل دخل موجود ہے۔عصر حاضر میں تو مشروبات کی اقسام کا ایک لامتناہی سلسلہ نظر آتا ہے۔ہر دن نئی چیز دیکھنے میں ملتی ہے۔لوگ اپنی پسندیدگی کی بنا پر مشروبات کا چناؤ کرتے ہیں۔عصر حاضر میں مشروبات کی رنگارنگی ایک سوال پیدا کرتی ہے۔وہ سوال ہر صاحب ایمان کے ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ ہزاروں کمپنیوں کے لاکھوں مشروبات ہیں۔قومی اور بین الاقوامی ہر طرح کا مشروب موجود ہے۔ہر ذائقے میں دستیاب ہے۔ان مشروبات کے پینے کے لیے اسلام نے کیا اصول دیا ہے؟ کیا کوئی ایسا اصول موجود ہے جس کی روشنی میں چیزوں کو پرکھ کر استعمال کیا جاسکے؟

---

[134] القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الاشربۃ، باب اباحۃ النبیذ الذی لم یشتد ولم یصر مسکراً، ح ۵۲۲۶

انسانی ذہن میں پیدا ہونے والے اس ایمانی سوال کا جواب رسول خدا ﷺ کی حدیث مبارکہ میں موجود ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ کو یمن کا گورنر بنا کر روانہ کیا گیا۔ ابو موسیٰ ؓ نے رسول اللہ ﷺ سے وہاں بننے اور استعمال ہونے والے مشروبات کی بابت پوچھا۔ حضرت نے ان مشروبات کا نام اور بنانے کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ایک خاص اصول عطاء فرمایا۔ اس روایت میں ہمیں بھی وہ اصول ملتا ہے جو حضرت ابو موسیٰ اشعری ؓ کو ملا تھا۔

كل مسكر حرام[135]

(ہر نشہ آور چیز پینا حرام ہے۔)

اس روایت میں جن دو مشروبات کا پوچھا گیا وہ بتع اور مزر تھے۔ بتع شہد سے تیار کی جانے والی نبیذ اور مزر جو سے تیار کی جانے والی نبیذ تھی۔ یہ مشروب حجاز میں استعمال نہیں ہوتا تھا۔ جب گورنر وہاں پہنچے تو ان کو تشویش ہوئی کہ اس کا حکم شریعت میں کیا ہوگا۔ اس کی وجہ یہی تھی کہ وہ اس سے ناآشنا تھے۔ ان کے لیے اک نیا مشروب تھا۔ اس کی بابت انہوں نے سوال کیا اور جواب میں ایک اہم اصول مل گیا۔ جدید دور میں مشروبات کا استعمال کرتے ہوئے احتیاط کرنی چاہیے۔ جن مشروبات کا علم ہو استعمال کریں۔ ایسے مشروبات جن کا علم نہ ہو تو ان کے اجزاء کو دیکھ کر یقین کر لیں کہ وہ نشہ آور نہ ہو۔

2. تفریحی سرگرمیاں

انسانی کی طبیعت کی نشاط کے لیے تفریح ایک ضروری چیز ہے۔ عہد نبوی ﷺ میں بھی تفریحات کا ثبوت موجود ہے۔ کھیل، شعر و شاعری، قصہ گوئی اور سفر کا ذکر اکثر روایات میں آتا ہے۔ انسان ترو تازہ رہنے اور طبیعت کی شادمانی کے لیے بندوبست کرتا ہے۔ کھیل کود کو اسلام نے منع نہیں کیا۔ اسلام نے اس کے لیے اصول وضع کیے ہیں۔ ایسے کھیل یا تفریحی سرگرمیاں جو اسراف یا کسی نقصان کا باعث ہوں جائز نہیں۔ عرب میں جاہلیت کی بنا پر ایسے کھیل موجود تھے جو اسراف اور نقصان کا باعث بنتے تھے۔ وہ لوگ پرندوں اور جانوروں کو باندھ کر نشانہ بنایا کرتے تھے۔ قمار بازی بھی اس معاشرے میں موجود تھی۔ ایسی تمام چیزوں پر پابندی لگائی گئی جو فطرت کے خلاف اور شر و فساد کا باعث بنتی تھیں۔ اسلام نے حدود کے اندر رہتے ہوئے معاشرے کو تفریحی سرگرمیوں کی اجازت دی ہے۔

---

[135] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب بعث ابی موسیٰ و معاذ الی یمن قبل الحجۃ الوادع، ح ۴۳۴۳

• کھیل

عصر حاضر میں کھیل کھیلنا اور لوگوں کا اس کو دیکھنا کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ کھیل ثقافتی اقدار کا حصہ ہیں۔ عرب کے معاشرے میں بھی فوجی کھیل (Martial arts) تیر اندازی، گھڑ سواری، کشتی اور دوڑ کے مقابلے ہوتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی اجازت حاصل تھی بلکہ خود رسول خدا ﷺ ان کو دیکھا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ تیاری کے لیے گھوڑوں کی دوڑ کروایا کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دوڑ منعقد کروائی جس میں ایسے گھوڑوں کو شامل کیا گیا جو تیار نہیں تھے۔

سابق بين الخيل التي لم تضمر وكان امدها من الثنية إلى مسجد بني زريق[136]

(نبی کریم ﷺ نے ان گھوڑوں کی دوڑ کرائی تھی جنہیں تیار نہیں کیا گیا تھا اور دوڑ کی حد ثنیۃ الوداع سے مسجد بنی زریق رکھی تھی۔)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی طبیعت کی نشاط کے لیے ایسے کھیل ضروری اور جائز ہیں۔ ان سے میدان جنگ میں مدد بھی حاصل ہوتی اور طبیعت میں تازگی بھی آتی ہے۔ عصر حاضر میں بھی ایسے مشاغل موجود ہیں لیکن ان کے مقاصد تبدیل ہو چکے ہیں۔ لوگ اس کو دیکھ کر تفریح کرتے ہیں لیکن اس کھیل پر جوا کھیلا جاتا ہے۔ جدید دور میں کھیلوں کی دنیا کو قمار بازی سے پراگندا کر دیا گیا ہے۔ کسی قسم کا کھیل ہو اس پر مادیت پرست لوگ تفریح کی بجائے روپے پیسے کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ کھیل کو خالص رکھا جائے تو لوگ کی تفریح کا حق ادا ہو سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ خود بھی شریک کھیل ہوا کرتے تھے۔ رسول خدا ﷺ کی اونٹنی قصوٰی جو کے دوڑ کے میدان میں جیت حاصل کیا کرتی تھی۔ یہ اونٹنی باقی اونٹنیوں سے جیت جایا کرتی تھی۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ قصوٰی میدان میں ہمیشہ جیت حاصل کرتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی تیز رفتار تھی۔ ایک مرتبہ کسی دیہاتی کا اونٹ قصوٰی سے میدان میں جیت گیا اور مسلمان پریشان ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ کو جب مسلمانوں کی پریشانی کا علم ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ

حق على الله ان لا يرتفع شيء من الدنيا إلا وضعه[137]

(اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ دنیا میں جو چیز بھی بلند ہوتی ہے اسے وہ گراتا بھی ہے۔)

---

[136] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجھاد والسیر، باب الاضمار الخیل للسبق، ح ۲۸۶۹

[137] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجھاد والسیر، باب ناقۃ النبی ﷺ، ح ۲۸۷۲

اس روایت سے دو چیزیں سامنے آتی ہیں۔(۱)اونٹ کی دوڑ کا مقابلہ (۲) کھیل میں جیت اور ہار کے امکانات

رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی اس کھیل میں شریک ہوتی تھی۔لوگ گھوڑوں کے علاوہ اونٹوں کے کھیل سے بھی شغف رکھتے تھے۔اونٹوں کی دوڑ کا بھی اہتمام کیا جاتا تھا۔ عرب ثقافت میں یہ کھیل موجود تھا اور لوگ اس میں شریک ہوتے تھے۔انسان کی فطرت میں ہمیشہ جیتنے کی خواہش شامل ہے۔انسان ہر میدان میں اپنا نام سننا چاہتا ہے۔اس روایت میں بھی اصحاب نبی پر یہ بات شاق گزری کہ رسول خدا ﷺ کی اونٹنی جیت نہ پائی۔وہ لوگ پریشان ہوئے۔یہ بات جب رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے ان کو حوصلہ دیتے ہوئے سمجھایا کہ جیت ہار تو کھیل کا حصہ ہے۔اس میں رسول اللہ ﷺ کی خوش دلی اور جذبہ قابل دید ہے۔ کھیل تفنن طبع کا ایک ذرائع ہے۔اس میں انا، غرور اور ہمیشہ جیت کا تصور درست نہیں ہوتا۔ کھیل کی دنیا میں ہار جیت اس کھیل کا حصہ ہوتا ہے۔

• تیر اندازی

عرب کی ثقافت میں تیر اندازی کو بڑی اہمیت حاصل تھی۔قبائلی جنگوں میں استعمال ہونے والا اہم ہتھیار تھا۔ جنگجو معاشرے کے لوگوں کا پسندیدہ کھیل اور ہنر تھا۔ تیر اندازی سیکھنا اور اپنے ہنر کا مظاہرہ کرنا عرب ثقافت کا اہم حصہ تھا۔رسول اللہ ﷺ نے تیر اندازی سیکھی اور اس کی ترغیب بھی دی۔عقبہ بن عامرؓ کا کہتے ہیں میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

سمعت رسول الله ﷺ وهو على المنبر يقول واعدوا لهم ما استطعتم من قوة الا إن القوة الرمي، الا إن القوة الرمي، الا إن القوة الرمي[138]

(میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا: آپ آیت کریمہ وأعدوا لهم ما استطعتم من قوة تم ان کے مقابلہ کے لیے اپنی طاقت بھر قوت کی تیاری کرو پڑھ رہے تھے اور فرمارہے تھے سن لو، قوت تیر اندازی ہی ہے، سن لو قوت تیر اندازی ہی ہے، سن لو قوت تیر اندازی ہی ہے۔)

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا کھیل جو ہنر ہو اور دشمن کے مقابلے میں کام آئے سکھنا ضروری ہے۔ تیر اندازی جسمانی صحت اور نشاط کے لیے بہت مفید ہے۔ جنگی حالات میں اس کا فائدہ بھی عرب کی تاریخ میں اظہر من الشمس ہے۔اس سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ ایسا ہنر جو جنگی ضرورت ہو سیکھنا چاہیے۔اب تیر اندازی کی جدید دور میں جگہ باقی نہیں رہی

---

[138] سنن ابی داؤد، کتاب الجھاد، باب الرمی، ح ۲۵۱۴

۔اب ہتھیار مختلف نوعیت کے ہیں۔ پستول اور گنز جیسے ہتھیار استعمال میں ہیں۔ انسان کو ان کے استعمال کا علم ہونا چاہیے۔ اس کی مشق کرنی چاہیے۔ عہد نبوی ﷺ کا ایک اور واقع تیر اندازی کی اہمیت واضح کرتا ہے۔ سلمہ بن اکوعؓ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا بنو اسلم سے گزر ہوا تو وہ تیر اندازی میں مصروف تھے۔ تیر اندازی کی مشق کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ

ارموا بني إسماعيل فإن اباكم كان راميا ارموا، وانا مع بني فلان، قال: فامسك احد الفريقين بايديهم، فقال رسول الله ﷺما لكم لا ترمون، قالوا كيف نرمي وانت معهم؟ قال النبيﷺ ارموا فانا معكم كلكم

آپ ﷺ نے فرمایا: اسماعیل علیہ السلام کے بیٹو! تیر اندازی کرو کہ تمہارے بزرگ دادا اسماعیل علیہ السلام بھی تیر انداز تھے۔ (ہاں! تیر اندازی کرو، میں بنی فلاں کی طرف ہوں۔ بیان کیا، جب آپ ﷺ ایک فریق کے ساتھ ہو گئے تو دوسرے ایک فریق نے ہاتھ روک لیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا بات پیش آئی، تم لوگوں نے تیر اندازی بند کیوں کر دی؟ دوسرے فریق نے عرض کیا جب آپ ﷺ ایک فریق کے ساتھ ہو گئے تو بھلا ہم کس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا اچھا تیر اندازی جاری رکھو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔)

اس واقع سے معلوم ہوتا ہے کہ تیر اندازی کا کھیل عرب معاشرے میں عمومی طور پر کھیلا جاتا تھا۔لوگ اس میں دلچسپی ظاہر کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے مخاطب ہو کر ان کی حوصلہ افزائی کی۔ ان کے اس کھیل اور مشق کو سراہا۔ رسول اللہ ﷺ کی اس کھیل میں شرکت نے کھیل کے جواز کو ایک مزید مستحکم دلیل دے دی۔ کھیلوں میں شامل ہونا ان کو دیکھنا اور کھیلنا ان تمام چیزوں کی دلیل سیرت نبوی ﷺ سے ملتی ہے۔ انسان کا کسی ہنر کو سیکھ کر بھلا دینا یا اس کا درست استعمال نہ کرنا کفران نعمت میں شمار ہوتا ہے۔ تیر اندازی بھی ایسا ہی مشکل ہنر ہے۔ ہر آدمی اس میں ماہر نہیں ہوتا۔ اس کھیل میں شامل ہونے کے لیے مشق کی ضرورت ہوتی ہے۔ عبد الرحمٰن بن شمامہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ تیر اندازی کو سیکھ کر بھلا دینے والے پر رسول اللہ ﷺ نے غضب کا اظہار فرمایا ہے۔ فقیم لخمی نے عقبہ بن عامرؓ کو بڑھاپے کی عمر میں تیر اندازی کی مشق کرتے ہوئے پایا۔ عقبہ بن عامرؓ سے سوال کیا کہ آپ اس عمر میں ایسی مشقت کیوں کر رہے ہیں؟ عقبہ بن عامرؓ نے فرمایا کہ اگر میں نے رسول خدا ﷺ کا فرمان نہ سنا ہوتا تو نہ کرتا۔ اس نے پوچھا کہ کیا کہا گیا تھا۔ عقبہ بن عامر نے فرمایا کہ میں نے سنا تھا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ

من علم الرمي ثم تركه فليس منا او قد عصى[139]

(جو کوئی تیر مارنا سیکھے پھر چھوڑ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے یا گنہگار ہے۔)

• کشتی

کشتی ایسا کھیل ہے جو انسانی جسم کو مضبوط اور چست رکھتی ہے۔ اس کھیل کو کھیلنے والا انسان مضبوط جسم اور مضبوط اعصاب کا مالک ہوتا ہے۔ عصر حاضر میں بھی ایسے بہت سے کھیل موجود ہیں۔ کبڈی، ریسلنگ، کراٹے اور باکسنگ جیسے کھیل اسی کے زمرے میں آتے ہیں۔ جدید دور میں لوگ یو ایف سی جیسے ادارے کی جانب سے کروائے جانے والی کشتی کو شوق سے دیکھتے ہیں ۔ عرب کے معاشرے میں لوگ کشتی کا کھیل کھیلا کرتے تھے۔ پہلوان اپنے فن کا مظاہرہ کیا کرتے تھے۔ تاریخ میں ایسے واقعات ملتے ہیں جن سے ثبوت ملتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ بھی اس کھیل میں حصہ لیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ بھی اس فن کے ماہر تھے۔ روض الانف کے مصنف نے ایک ایسی روایات لائی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی کشتی کرنے کا ذکر موجود ہے۔ رکانہ بن عبد یزید جو کہ قریش کا ایک طاقتوار اور بہادر پہلوان تھا۔ ایک روز کسی گھاٹی میں اس کا رسول اللہ ﷺ سے آمنا سامنا ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا کہ

یارکانۃ الا تتقی اللہ وتقبل ما ادعوک الیہ

(اے رکانہ کیا تو اللہ سے ڈرتا نہیں اور جس کی دعوت میں دیتا ہوں قبول نہیں کرتا۔)

پھر رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اگر میں تم کو کشتی میں بچھاڑ دوں تو کیا اسلام قبول کرے گا۔ دراصل رسول اللہ ﷺ نے اس کی نفسیات پر وار کیا جس سے وہ طیش میں آیا۔ پہلوان کی فطرت میں لڑنا اور کسی کے چیلینج کو قبول کرنا ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

فقم حتیٰ اصارعک

(تو اٹھ تا کہ میں تجھ سے کشتی لڑوں)

---

[139] القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الامارۃ، باب فضل الرمی والحث علیہ وذم من علمہ ثم نسیہ، ح ۴۹۴۹

جن کھیل شروع ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو زمین پر لیٹا دیا۔اس طرح تین بار اس کی جانب سے مقابلے پر رسول اللہ ﷺ نے اس کو زمین پر گرادیا۔[140]

جسم کو مضبوط اور چست بنانے کے لیے کشتی کا فن سیکھنا اور اس کی مشق کرنا ثقافت کا حصہ رہا ہے۔دنیا کی مختلف ثقافتوں میں اس طرز کے کھیل پائے جاتے ہیں۔جدید دنیا میں اس کو بین الاقوامی طور ہر متعارف کروایا گیا ہے۔تماشائی میدان میں بیٹھ کر اور اپنے موبائل اور ٹی وی پر لوگ گھروں میں بھی دیکھتے ہیں۔کشتی کی طرح تیراکی کا فن بھی جسم کے لیے بہت مفید ہے۔عرب میں پانی کی کمی کے باعث لوگ تیراکی کی طرف کم رجحان رکھتے تھے۔بعض ایسے علاقے بھی تھے جہاں پانی کے تلاب موجود تھے۔وہاں کے لوگ تیراکی سیکھا کرتے تھے۔بکر بن عبد اللہ انصاری کی روایت میں آتا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

علموا أبناءكم السباحة والرماية[141]
(اپنے بچوں کو تیراکی اور تیراندازی سیکھاؤ۔)

ان تمام سرگرمیوں سے یہ چیز معلوم ہوتی ہے کہ عرب کی ثقافت میں جسمانی صحت کا خیال رکھا جاتا تھا۔لوگ ایسے کھیل کھیلتے تھے جو ان کو اپنے موجودہ وقت اور حالات میں مدد کرتے تھے۔قبائلی جنگوں کے دور میں تیراندازی، گھڑسواری، کشتی تمام کھیل جسم کو مضبوط اور چست بنانے کے ساتھ ساتھ جنگ میں بھی مدد کرتے تھے۔عرب ثقافت میں بچوں کے کھیل بھی موجود ہیں لیکن مذکورہ کھیل مشہور و معروف تھے۔

3. تہوار و تقریبات

ثقافت کی خوبصورتی اس کے تہوار و تقریبات میں پائی جاتی ہے۔خاص مذہبی اور علاقائی تہوار و تقریبات ثقافتی اقدار کا حصہ ہوتے ہیں۔لوگ ان تہوار و تقریبات کو اپنی ثقافتی اقدار کو مدنظر رکھتے ہوئے مناتے ہیں۔تہوار و تقریبات میں علاقائی سطح پر ثقافتی میلے، ثقافتی دن اور تقریبات میں خوشی اور غم دونوں طرح کے مواقع شامل ہیں۔شادی بیاہ اور ان کی رسومات، وفات اور ان کے معاملات تمام چیزیں اس میں شامل ہوتی ہیں۔اسلام میں دو اہم تہوار ہیں جو اجتمائی خوشیوں کا ساماں فراہم کرتے ہیں

---

[140] سہیلی، ابو قاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ، الروض الانف فی التفسیر السیرۃ النبویہ لابن ہشام، دار العلمیہ بیروت لبنان، ج ۱، ص ۱۷۴

[141] ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، الجامع السنن والمسانید، دار الفکر ۱۹۹۴ء، مسند بکر بن عبد اللہ، ج ۲، ص ۳۲۰

۔اللہ تعالیٰ نے اسلام میں (۱) عید الفطر (۲) عید الاضحیٰ کے دو اہم مذہبی تہوار عطاء فرمائے ہیں۔رمضان المبارک کے بعد عید الفطر کا تحفہ ان کی محبت صبر اور احکام خداوندی کو بجالانے کے سبب ملتا ہے۔تمام مسلمان عید کی ادائیگی کے بعد خوشیاں سمیٹتے ہیں۔اپنی ثقافت کے مطابق عید کے اس دن کو بسر کرتے ہیں۔دوسرا بڑا تہوار عید الاضحیٰ کا ہے۔اس میں عید کی ادائیگی کے بعد قربانی کا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے۔یہ دونوں تہوار مسلمانوں کے مذہبی تہوار ہیں۔مسلمان ان کو اپنی ثقافت کے رنگ میں مناتے ہیں۔عرب ثقافت میں بھی خاص تہواروں کو ثقافتی اقدار کے مطابق منایا جاتا تھا۔عیدین سے پہلے اہل مدینہ سال میں دو دن کھیل کود اور لہو لھب کے لیے خاص رکھتے تھے۔ان میں خوشی منایا کرتے تھے۔حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان ایام کو عیدین سے تبدیل فرمایا تھا۔

كان لاهل الجاهلية يومان في كل سنة يلعبون فيهما فلما قدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة قال كان لكم يومان تلعبون فيهما وقد ابدلكم الله بهما خيرا منهما يوم الفطر ويوم الاضحى[142]

(اہلیت کے لوگوں کے لیے سال میں دو دن ایسے ہوتے تھے جن میں وہ کھیل کود کیا کرتے تھے، جب نبی اکرم مدینہ آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے لیے دو دن تھے جن میں تم کھیل کود کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان کے بدلہ ان سے بہتر دو دن دے دیئے ہیں: ایک عید الفطر کا دن اور دوسرا عید الاضحی کا دن)

یہ دو خاص تہوار مسلمانوں کے لیے خاص تحفہ تھا۔ان میں مسلمان اللہ کی بندگی کے ساتھ تہوار کی خوشی بھی منایا کرتے تھے۔احادیث اور تاریخی روایات میں ان تہواروں پر خاص سرگرمیوں کے تذکرے ملتے ہیں۔عید کی نماز کی تیاری، غسل کرنا ،خوشبو لگانا، نیا لباس پہننا اور خواتین اپنی زیب و آرائش کرتیں۔یہ مواقع بھرپور طریقے سے منائے جاتے تھے۔عید کے دن بھی لوگ خاص قسم کے کھیل کھیلا کرتے تھے۔اس دن کی خوشی کو دوبالا کیا کرتے تھے۔حدیث مبارکہ میں آتا ہے کہ عید کے دن رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں حضرت عائشہؓ مسجد نبوی میں کھیلا جانے والا کھیل دیکھ رہی تھیں۔کچھ حبشی نوجوان عید کے دن کرتب دیکھا رہے تھے۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں بیزار ہوئی تو لوٹ گئی مگر رسول اللہ ﷺ کھڑے دیکھتے رہے۔[143] اس واقع سے معلوم ہوتا ہے کہ خاص تہوار جو شریعت کی جانب سے عطاء کیے گئے ہیں ان میں خوشی منانی چاہیے۔حدود قیود کا خیال رکھتے ہوئے مختلف کھیل یا تفریحی سرگرمیوں کا اہتمام کرنا چاہیے۔ثقافت کے ساتھ سلامی تعلیمات کا

---

[142] النسائی، احمد بن شعیب، السنن، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، قاھرۃ ۱۹۳۰ء، کتاب صلاۃ العیدین، ح ۱۵۵۷

[143] القشیری، الجامع الصحیح، کتاب صلاۃ العیدین، باب الرخصہ فی اللعب الذی لا معصیۃ فیہ فی ایام العید، ح ۲۰۶۴

خیال کرتے ہوئے تفریحی انتظامات کرنے چاہیے۔ عید کے دن طبیعت کی نشاط کے لیے اشعار اور ساز سننا بھی رسول اللہ ﷺ کے عمل سے ثابت ہے۔ حضرت عائشہؓ کی روایت میں عید کے موقع پر دف اوراشعار سننے کا ذکر موجود ہے۔

ان ابا بكر دخل عليها والنبي ﷺعندها يوم فطر او اضحى , وعندها قينتان تغنيان بما تقاذفت الانصار يوم بعاث فقال ابو بكر مزمار الشيطان مرتين فقال النبي ﷺدعهما يا ابا بكر إن لكل قوم عيدا وإن عيدنا هذا اليوم[144]

(ابو بکر صدیقؓ ان کے یہاں آئے تو نبی کریم ﷺ بھی وہیں تشریف رکھتے تھے عید الفطر یا عید الاضحی کا دن تھا دو لڑکیاں یوم بعاث کے بارے میں وہ اشعار پڑھ رہی تھیں جو انصار کے شعراء نے اپنے فخر میں کہے تھے۔ ابو بکرؓ نے کہا یہ شیطانی گانے باجے دو مرتبہ انہوں نے یہ جملہ دہرایا لیکن آپ ﷺ نے فرمایا ابو بکر انہیں چھوڑ دو۔ ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور ہماری عید آج کا یہ دن ہے۔)

اس تاریخی واقع سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانی طبیعت کی نشاط کے لیے خاص تہوار پر ایسا کرنا جائز ہے۔ اسلامی تعلیمات کو سامنے رکھتے ہوے ہوئے خاص ایام کو خوبصورتی سے منانا چاہیے۔ پاکستان کی ثقافت میں ان تہواروں پر عزیز و اقارب کے گھر جانا ،دوستوں کی دعوت دینا، بڑوں کا بچوں کو عیدی دینا اور تحفے تحائف کا تبادلہ تمام اقدام باہمی محبت کا باعث بنتے ہیں۔ ثقافتی کھیلوں کا انعقاد، شعر و شاعری کی مجالس اور تفنن طبع کے لیے مختلف پروگرامز دراصل اس دن کی خوشی منانے کے لیے کیا جاتا ہے۔

• شادی بیاہ کی تقریب

اس کائنات میں ہمیشہ سے انسان شادی کرتے آئے ہیں۔ ہر تہذیب اور ثقافت میں شادی بیاہ کا تصور پایا جاتا ہے۔ ثقافتی اقدار مختلف ہوتی ہیں۔ رسم و رواج میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ لوگ اپنی علاقائی ثقافت کے مطابق اس کو مناتے ہیں۔ بقائے نسل انسانی کے لیے ہر انسان شادی کرتا ہے۔ مذہب کی دنیا میں اس کے لیے چند اصول و ضوابط موجود ہیں لیکن اس تقریب کے رسم و رواج میں ثقافت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ عرب میں بھی رسول اللہ ﷺ کی آمد سے قبل بھی نکاح کا رواج موجود تھا۔ اس تقریب کی رسم و رواج کا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ دور جاہلیت میں کئی قسم کے نکاح اور ناپسندہ رسم و رواج موجود تھے جن کی اصلاح نبی ﷺ

[144] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب مناقب الانصار، باب مقدم النبی واصحابہ فی المدینۃ، ح ۳۹۳۱

نے فرمائی۔ عرب میں شادی کے موقع پر خوشی منائی جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ خود خوشی منانے کا حکم ارشاد فرمایا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کا پہلا نکاح ۲۵ سال کی عمر میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے ہوا۔ نکاح کا خطبہ رسول اللہ ﷺ کی جانب سے آپ ﷺ کے شفیق چچا ابو طالب نے دیا۔ مہر ۲۰ اونٹ مقرر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ کی ساری اولاد سوائے حضرت ابراہیمؑ کے خدیجہ الکبریٰؓ کے بطن سے پیدا ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے آپ کی وفات تک کوئی دوسرا نکاح نہ کیا۔[145] رسول اللہ ﷺ کے تمام نکاح اور شادی کی عام رسومات ثقافتی اقدار کے مطابق ہوئیں جن کی مثالیں کتب احادیث اور تاریخ میں ملتی ہیں۔ نکاح اور ولیمہ عرب ثقافت کا ایک اہم حصہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے ولیمے کے حوالے سے احادیث موجود ہیں۔ حضرت انسؓ کی روایت ہے جس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے درمیان ہونے والا طویل مکالمہ نقل کیا ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ نے ان سے آخر میں شادی سے متعلق سوال کیا اور ولیمہ کی تلقین فرمائی جس کے الفاظ کچھ یوں ہیں کہ

اولم ولو بشاة146

(کہ دعوت ولیمہ کر خواہ ایک بکری ہی کی ہو۔)

رسول اللہ ﷺ کا خود اپنا ولیمہ کرنا اور اس کی تلقین کرنا اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ نکاح کے بعد ولیمہ ضرور کیا جانا چاہیے۔ ثقافتی اقدار کا لحاظ رکھتے ہوئے لوگوں کو مدعو کرنا اور کھانا کھلانا ایک درست عمل ہے۔ نکاح میں گواہان، ایجاب و قبول اور مہر کا ہونا ضروری ہے۔[147] اس کے بعد دعوت ولیمہ سنت سے ثابت ہے۔ ولیمہ میں اپنی استطاعت سے کھانا کھلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ پاکستانی ثقافت میں کئی مقامات پر پورے پورے خاندان کو مدعو کیا جاتا ہے۔ لوگ اپنی استطاعت اور رواج کے مطابق ولیمے کا بندوبست کرتے ہیں۔

---

[145] ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنھایۃ، مرکز البحوث والدرسات الاسلامیہ والعربیہ بدار الھجر، ۱۹۹۷، ج ۳، ص ۴۶۳

[146] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب الولیمۃ ولو بشاۃ، ح ۵۱۶۷

[147] برھان الدین، علی بن ابی بکر الفرغانی، الھدایہ، مکتبہ الرحمانیہ اردو بازار لاہور، کتاب النکاح، ج ۲، ص ۳۲۵

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمۃ الزہرہؓ کی شادی حضرت علی کرم اللہ وجھہ سے بنی ﷺ نے کی۔ حضرت ام سلمہؓ نے اس واقع کو مکمل طور پر بیان فرمایا ہے۔

امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم، ان نجهز فاطمة حتى ندخلها على علي، فعمدنا إلى البيت، ففرشناه ترابا لينا من اعراض البطحاء، ثم حشونا مرفقتين ليفا، فنفشناه بايدينا، ثم اطعمنا تمرا وزبيبا وسقينا ماء عذبا، وعمدنا إلى عود، فعرضناه في جانب البيت ليلقى عليه الثوب، ويعلق عليه السقاء، فما راينا عرسا احسن من عرس فاطمة[148]

(رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم فاطمہ رضی اللہ عنہا کو تیار کریں اور علیؓ کے پاس بھیجیں، چنانچہ ہم گھر میں گئے، اور میدان بطحاء کے کناروں سے نرم مٹی لے کر اس گھر میں بطور فرش ہم نے بچھادی، پھر دو تکیوں میں کھجور کی چھال بھری، اور ہم نے اسے اپنے ہاتھوں سے دھنا، پھر ہم نے لوگوں کو کھجور اور انگور کھلایا، اور میٹھا پانی پلایا، اور ہم نے ایک لکڑی گھر کے ایک گوشہ میں لگادی تاکہ اس پر کپڑا اڈالا جاسکے، اور مشکیزے لٹکائے جاسکیں چنانچہ ہم نے فاطمہؓ کی شادی سے بہتر کوئی شادی نہیں دیکھی۔)

اس روایت سے عرب کی ثقافت کا ایک نقشہ سامنے آجاتا ہے۔ عرب لوگ اس خاص تقریب کے لیے کس قدر خوش ہوتے اور کیا کیا انتظام و انصرام کیا کرتے تھے۔ ضرورت کا سامان لوگوں کو کھانا کھلانا(ولیمہ) اور گھر کو صاف ستھرا کرنا تمام تر بنیادی کام کیے جاتے تھے۔ عرب معاشرہ اپنی ثقافتی اقدار کے مطابق ضرورت کی چیزیں فراہم کیا کرتا تھا۔ پاکستانی معاشرے میں جہیز کا تصور کوئی نیا نہیں ہے قدیم ثقافتوں میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔ پاکستانی معاشرے میں جہیز کو لازم سمجھنے والی فکر رائج ہوتی جارہی ہے۔ شادی کے موقع پر اصرار کر کے خاتون سے چیزیں منگوانا اور اور اگر وہ نہ لاسکے تو اس کو طعنہ وتشنی کا نشانہ بنانہ غلط فکر اور عمل ہے۔ اس سوچ کو بدلنا ہوگا تاکہ معاشرہ بروقت نکاح کرنے کے قابل ہوسکے۔ شادی جو کہ خوشیوں بھری ایک خاص تقریب ہے اس میں خوشی کے مواقع پر انسان اپنی نشاط کا بندوبست بھی کرتا ہے۔ خوشی کے اس موقع سے لطف اندواز ہونے کے لیے موسیقی کا انتظام بھی کرلیتا ہے۔ تمام تر چیزیں مسلم معاشروں میں ہوتی چلی آئی ہیں مگر اسلامی تعلیمات کی حدود قیود کا لحاظ رکھتے ہوئے۔ حدیث میں آتا کہ مسرت وشادمانی کے اس موقع پر رسول اللہ ﷺ ربیع بنت معوذ کے گھر تشریف لے گئے تو وہاں کچھ بچیاں دف بجارہی تھیں۔

---

[148] ابن ماجہ، السنن، کتاب النکاح، باب الولیمہ، ح ۱۹۱۱

يندبن من قتل من آبائي يوم بدر إذ قالت إحداهن: وفينا نبي يعلم ما في غد، فقال دعي هذه، وقولي بالذي كنت تقولين [149]

(میرے باپ اور چچا جو جنگ بدر میں شہید ہوئے تھے، ان کا مرثیہ پڑھنے لگیں اتنے میں، ان میں سے ایک لڑکی نے پڑھا اور ہم میں ایک نبی ہے جو ان باتوں کی خبر رکھتے ہے جو کچھ کل ہونے والی ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ چھوڑ دو۔ اس کے سوا جو کچھ تم پڑھ رہی تھیں وہ پڑھو۔)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خوشی کی تقریبات میں موسیقی اور اس سے متعلقہ آلات کو بجایا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا خود موجود ہونا اور اشعار کی درستگی کروانا اس امر کی دلیل ہے کہ شرعی ضابطوں کا خیال رکھتے ہوئے ان کا اہتمام کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عائشہؓ کا ایک یتیم انصاری لڑکی کی شادی پر تشریف لے کر گئیں تو واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ آپ نے کیا کیا؟ حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ میں نے شادی کی مبارک باد دی۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ

يا عائشة ما كان معكم لهو فإن الانصار يعجبهم الله [150]

(عائشہ! تمہارے پاس لہو نہیں تھا، انصار کو دف پسند ہے۔)

اس حدیث مبارکہ کی شرح میں ابن حجرؒ نے لکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آپ کے پاس ایک گانے والی نہیں تھی جو دف بجاتی اور گاتی۔ حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ کیا گاتی؟ تو رسول اللہ ﷺ نے اشعار بھی بتائے جن جو شارح نے نقل کیا ہے۔ [151]

خوشی کی تقریبات میں ثقافتی اقدار کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ مذکورہ تمام واقعات میں عرب کی ثقافت کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے نکاح، ولیمہ، شادی کی تیاریاں اور اس موقع پر لہو ولعب کی اجازت دینا یہ تمام چیزیں ثابت کرتی ہیں کہ خوشی کے لمحات کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ شرعی حدود و قیود کا خیال رکھتے ہوئے خوشی کا بھرپور اظہار کرنا چاہیے۔ محفل موسیقی و غزل یا خاص مجالس کا اہتمام کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ثقافتی کھیل یا خاص رسم و رواج پر عمل کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے اگر وہ دین اسلام کے مزاج سے ٹکراتی نہ ہوں۔ انسان کی زندگی کے خاص لمحات کو بھرپور خوشی کے ساتھ منانا چاہیے۔

---

[149] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب ضرب الدف فی النکاح والولیمۃ، ح ۵۱۴۷

[150] ایضا، باب النسوۃ اللا ایضا، باب النسوۃ اللاتی یھدین المرأۃ الی زوجھا، ح ۵۱۶۲

[151] ابن حجر عسقلانی، ابو الفصل احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار السلام الریاض، ۲۰۰۰ء، ج ۹ ص ۲۸۲

• تقریب غم

انسان اس دنیامیں اپنی زندگی بسر کرتا ہے۔ معاشرے میں لوگوں سے روابط قائم کرتا ہے۔ سماجی تقریبات اور رسم ورواج میں شامل ہوتا ہے۔ دنیا کے قانون کے مطابق خوشی اور غم کا امتزاج دیکھتا ہے۔ ایک خاص مقررہ وقت پر وہ اس دنیا سے رشتہ ناطہ توڑ کر جسم کو الوادع کہہ دیتا ہے۔ ہر انسان خوشی اور غم سے بھرے حالات کو دیکھتا اور محسوس کرتا ہے۔ ہر معاشرے میں سماجی روایات اور تمدنی رسم ورواج پائے جاتے ہیں۔ یہ روایات اور رسم ورواج انسانی معاشرے کی کوکھ سے ہی پیدا ہوتے ہیں ۔ غم کے مواقعے پر ہر معاشرہ اپنے طے شدہ ضابطوں اور رسم ورواج پر عمل کرتا ہے۔ انسان کا اس دنیا سے رخصت ہونا ایک اٹل حقیقت ہے۔ انسان کے مرنے کے بعد اس کے ساتھ کیے جانے والے معاملات خالص مذہبی اور سماجی ہوتے ہیں۔ میت کو کبھی تو سپرد زمین کیا جاتا اور کبھی جلا دیا جاتا ہے۔ الغرض تمام چیزیں مذہب اور ثقافتی اقدار سے تعلق رکھتی ہیں۔ عرب کے معاشرے میں بھی کسی کی موت پر نوحہ، گریبان چاک کرنا، بلند آواز میں رونا اور پیٹنا شامل تھا۔ سماجی روایت کے مطابق تمام معاملات طے پاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے قابل قبول ثقافتی اقدار کو اسلام میں شامل کیا اور کچھ روایات کی ممانعت فرما دی۔ تاریخ اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح اہل عرب اس غم کی گھڑی میں روایات اور رسوم کو ملحوظ رکھتے تھے۔

4. دور جاہلیت میں عرب روایت

اہل عرب رسم ورواج میں بندھے ہوئے لوگ تھے۔ وہ اپنی رسوم کو ہر موقع پر ادا کیا کرتے تھے۔ کسی کے فوت ہو جانے پر نوحہ، گریبان چاک کرنا، پیٹنا اور سر منڈوادینا ایک عام رسم تھی۔ طرفہ بن عبد عرب کا مشہور شاعر ایک وصیت کرتا ہے کہ

فان مت فانعيني بما انا اهله
وشقي علي الجيب ياابنة معبد[152]
اے معبد کی بیٹی میں جب مر جاوں تو شان کے ساتھ اعلان کرنا اور اپنا گریبان پھاڑ دینا

لبید نے اپنی بیٹیوں کو وصیت کی کہ وہ عرب کی عام رسم ادا نہ کریں۔

ولا تخمشا وجها ولا تحلقا شعر[153]

---

[152] علی الجندی، فی تاریخ الادب الجاھلی، مکتبۃ دار التراث، بیروت لبنان، ۱۴۱۲ھ، ص ۳۰۰،

[153] جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، ج۹، ص ۱۵۵

اور نہ اپنا چہرہ نوچنا اور نہ ہی اپنے سروں کو منڈوانا

ان سے عرب کی جاہلانہ رسم ورواج کا علم ہوتا ہے۔ فوت ہو جانے والے کے محامد میں مبالغہ آرائی اور سالہا سال اس کو رونا ان کے لیے عام بات تھی۔

• رسم بلیہ

یہ رسم بھی عرب قبائل میں موجود تھی۔ کسی معزز آدمی کے فوت ہو جانے پر اونٹنی کو تکلیف اور اذیت دی جاتی تھی۔ اس کو قبر کے ساتھ بھوکا پیاسا باندھ دیا جاتا تھا۔ وہ اسی جگہ تکلیف سے مر جاتی تھی۔ ان کے خیال میں جس کی یہ رسم ادا کی جاتی تھی وہ بعثت[154] کے وقت سواری پر گا اور باقی پاپیادہ ہوں گے۔[155]

5. فوتگی پر عرب روایت کی اصلاح

اسلام نے انسان کو معتدل زندگی بسر کرنے کی تعلیم دی ہے۔ انسانی شخصیت کو بکھرنے سے بچایا ہے۔ غم کے مواقع پر انسان اپنے حوش و حواص کھو بیٹھتا ہے۔ چیخ و پکار، نوحہ اور شکوے شروع کر دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اصلاح فرماتے ہوئے ان چیزوں کی ممانعت فرما دی جو انسانی وقار کے خلاف تھیں۔ احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ اور صحابیات کو قدیم عربی روایات سے روک دیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس چچا جعفر بن ابی طالبؓ اور مزید صحابہ کے شہید ہو جانے کی خبر آئی۔ رسول اللہ ﷺ انتہائی غمگین تھے۔ ایک شخص آیا اور اس نے خبر دی کہ جعفرؓ کے گھر والے بلند آواز میں رو رہی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کو منع کرو۔ وہ شخص دوبارہ آیا اور کہا وہ نہیں روکے۔ پھر آپ ﷺ نے منع کرنے کا حکم دیا۔ وہ دوبارہ آیا اور یہی شکایت کی تو آپ

---

[154] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب کے کچھ قبائل مر جانے کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کو تسلیم کرتے تھے۔ اس لیے وہ اونٹنی کو بطور سواری ساتھ بھیجنے کا بندوبست کیا کرتے تھے۔

[155] محمود شکری الآلوسی، بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب، مکتبۃ ابن تیمیۃ للنشر والتوزیع، القاہرۃ، مصر، ۲۰۱۲ء، ج ۲، ص ۳۰۷

ﷺ نے فرمایا جا اور ان کے منہ میں خاک ڈال دے[156] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ چیزوں کی ممانعت فرمادی تھی۔ حدیث مبارکہ میں تین چیزوں کی ممانعت ملتی ہے۔

لیس منا، من ضرب الخدود، او شق الجیوب، او دعا بدعوی الجاھلیة[157]
(جس نے رخسار پیٹے یا گریبان چاک کیا یا اہل جاہلیت کی طرح پکارا، وہ ہم میں سے نہیں۔)

اس حدیث مبارکہ سے ایک اصول مل گیا کہ انسان کو غم کے موقع پر بھی صبر کا دامن نہیں چھوڑنا چاہیے۔ انسان کو کوئی ایسا عمل نہیں کرنا چاہیے جو اس کے شکوے پر دلالت کرتا ہو۔ ایسے موقع پر انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا چاہیے۔ دنیا سے رخصت ہو جانے والے کے لیے دعائے مغفرت کرنی چاہیئے۔ رسول اللہ ﷺ کی تربیت کا اثر تاریخی واقعات سے ظاہر ہوتا ہے جس میں خواتین اپنے شہید ہو جانے والے پیاروں پر صبر کرتی دکھائی دیتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان قربان کر دینے والوں پر رشک کرتی ہیں۔ اسلام نے انسانیت کو سنبھل جانے کا درس دیا ہے۔ انسان کو مایوسی اوور شکووں سے دور کیا ہے۔ اس کی شاندار مثال بنو دینار کی اس عورت کی ہے جس کے والد، بھائی اور خاوند غزوہ احد میں شہید ہو گئے۔ اس عظیم عورت کے لبوں پر شکوہ تھا نہ کوئی مایوسی۔ اس نے رسول خدا ﷺ کی عافیت دریافت کی اور زیارت کر کے کہا۔ "کل مصیبت بعد جلل[158]"

رسول اللہ ﷺ جب احد سے واپس مدینہ تشریف لائے تو حمنہ بنت جحشؓ سے ملاقات ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ان کے بھائی عبد اللہؓ کی شہادت کی خبر دی تو انہوں کمال صبر کیا اور مغفرت مانگی۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں ان کے ماموں حمزہ بن ابی طالبؓ کی شہادت کی خبر دی تو انہوں نے صبر کا مظاہرہ کیا اور ان کے لیے مغفرت طلب کی۔ رسول اللہ ﷺ نے جب ان کو ان کے خاوند مصعب بن عمیرؓ کی شہادت کی خبر دی تو ان کا صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں۔ اس پر رسول خدا نے فرمایا۔ "ان الزوج المراۃ منھا لبمکان" شوہر کی موت کا دکھ انتہائی صدمے والا ہوتا ہے۔ اس کا برداشت کرنا بڑا مشکل کام ہے۔

ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ نے لوگوں کی عمدہ تربیت فرمائی تھی۔ غم کی اسلامی روایت کو فروغ دیا۔ کسی کا پیارا جب رخصت ہو جائے تو اس پر صبر کرنے کی تلقین اور عملی مظاہرہ کر کے دکھایا۔ حضرت قاسمؓ اور حضرت ابراہیم کی وفات

---

[156] القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب تشدید فی النیاحۃ، ح ۲۱۶۰

[157] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المناقب، باب ماینھی من دعوۃ الجاھلیۃ، ح ۳۵۱۹

[158] ابن کثیر، البدایہ والنھایہ، ج ۵، ص ۴۴۹

،بنات رسول کی وفات تمام ایسے شدید صدمے آپ ﷺ نے برداشت کیے۔ حضرت ابرہیمؓ کی وفات پر کمال صبر اور اللہ پر توکل کا مظاہرہ فرمایا۔ روایت کے الفاظ ہیں کہ

لما توفي ابن رسول الله صلى الله عليه وسلم إبراهيم بكى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال له المعزي إما ابو بكر، وإما عمر: انت احق من عظم الله حقه، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:" تدمع العين، ويحزن القلب، ولا نقول ما يسخط الرب، لولا انه وعد صادق وموعود جامع، وان الآخر تابع للاول، لوجدنا عليك يا إبراهيم افضل مما وجدنا، وإنا بك لمحزونون[159]

(جب رسول اللہ ﷺ کے صاحب زادے ابراہیم کا انتقال ہو گیا، تو رسول اللہ ﷺ رو پڑے، آپ سے تعزیت کرنے والے نے کہا آپ سب سے زیادہ اللہ کے حق کو بڑا جاننے والے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آنکھ روتی ہے، دل غمگین ہوتا ہے، اور ہم کوئی ایسی بات نہیں کہتے جس سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہو، اور اگر قیامت کا وعدہ سچا نہ ہوتا، اور اس وعدہ میں سب جمع ہونے والے نہ ہوتے، اور بعد میں مرنے والا پہلے مرنے والے کے پیچھے نہ ہوتا، تو اے ابراہیم ہم اس رنج سے زیادہ تم پر رنج کرتے، ہم تیری جدائی سے رنجیدہ ہیں۔)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عملی میدان میں اپنی باتوں پر عمل کر کے دکھایا۔ دنیا میں کوئی بھی انسان ہو جس کا بیٹا فوت ہو جائے اس کے دل کی حالت کون جان سکتا ہے۔ اس پر غم کا جو پہاڑ ٹوٹتا ہے اس کا اندازہ بس وہی باپ کر سکتا ہے جو اس سے گزرا ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے دستور حیات دینے کے بعد خود عمل کر کے انسانیت کو بتایا کہ ایک قابل عمل دستور دیا جارہا ہے۔

انسان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد سماجی و مذہبی ضابطوں کے مطابق اس کی تدفین کی جاتی ہے۔ میت کو غسل دیا جاتا ہے۔ اس کی قبر کشائی کی جاتی ہے۔ اس کی نمازے جنازہ ادا کی جاتی ہے۔ اہل مدینہ کا بھی یہی عمل اور سماجی روایت تھی۔ اہل عرب چونکہ دین ابراہیمی (اگرچہ انہوں نے تحریفات کرلی تھیں) کے قائل تھے۔ وہ طہارت کا بندوبست کیا کرتے تھے۔ میت کو غسل دیا کرتے تھے۔ اسی سماجی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے میت کو غسل دینے کا حکم ارشاد فرمایا۔ کفن پہنانے کا حکم دیا۔ تمام چیزیں تاریخی اور احادیث کی کتب سے ملتی ہیں۔ احادیث کی کتب میں کتاب الجنائز میں میت

[159] ابن ماجہ، السنن، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی البکاء علی المیت، ح۱۵۸۹

کے حوالے سے تمام احکام ملتے ہیں۔ یہ دراصل عرب کی سماجی روایت اور اسلامی تعلیم کا امتزاج ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کا انتقال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے چند چیزوں کا حکم ارشاد فرمایا۔ ام عطیہؓ فرماتی ہیں کہ

دخل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم حين توفيت ابنته , فقال: اغسلنها ثلاثا او خمسا او اكثر من ذلك، إن رايتن ذلك بماء , وسدر واجعلن في الآخرة كافورا او شيئا من كافور، فإذا فرغتن فآذنني، فلما فرغنا آذناه فاعطانا حقوه , فقال: اشعرنها إياه تعني إزاره[160]

(جب رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کی وفات ہوئی آپ ﷺ وہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ تین یا پانچ مرتبہ غسل دے دو اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ دے سکتی ہو۔ غسل کے پانی میں بیری کے پتے ملالو اور آخر میں کافور یا کچھ کافور کا استعمال کر لینا اور غسل سے فارغ ہونے پر مجھے خبر دے دینا۔ چنانچہ ہم نے جب غسل دے لیا تو آپ ﷺ خبر دیدی۔ آپ ﷺ نے ہمیں اپنا ازار دیا اور فرمایا کہ اسے ان کی قمیص بنادو۔ آپ ﷺ کی مراد اپنے ازار سے تھی۔)

اس حدیث مبارکہ سے میت کے غسل اور کفن کا معلوم ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا کا حکم کے غسل زیادہ دیا جائے اس بات پر دلیل ہے کہ مکمل طہارت اور پاکیزگی میت کو حاصل ہو جائے۔ اس کو کفن پہنایا جائے۔ کفن کے بارے میں تعلیمات موجود ہیں کہ کفن نیا اور محبوب رنگ سفید ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سفید لباس پہنو کیونکہ بہترین کپڑوں میں سے ہے اور اپنے مردوں کو بھی اسی کا کفن دو۔[161] میت اللہ کی بارگاہ میں پیش ہونے جارہی ہوتی ہے اس لیے طہارت اور سفید کفن کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ میت کو چارپائی یا تختہ پر غسل دیا جاتا اور قبرستان کی جانب لے کر جایا ہے۔

اسلام میں انسان کے فوت ہو جانے کے بعد اس کا جنازہ ادا کرنا مذہبی فریضہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کے جنازوں کی امامت فرمائی۔ آج تک امت مسلمہ اس پر عمل کرتی آرہی ہے۔ یہ مسلمانوں کا دینی شعار ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے غلط رسم و رواج کی اصلاح کی اور امت کو اعتدال کا راستہ بتایا۔ غم واندوکی کی کیفیت میں انسان کو صبر کی تلقین کی اور عملی مظاہرہ کر کے بھی دکھایا۔ مسلمانوں کو اس موقع کے لیے مکمل راہنمائی کی گئی ہے۔ آداب کی تعلیم دی گئی ہے۔ عرب معاشرے میں کسی کا جنازہ (میت) گزر رہی ہو تو اہل عرب اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ سے بھی ملتی ہے۔ ایک مرتبہ ایک جنازہ گزرا تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے۔ جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں ہم بھی ساتھ تھے۔ رسول

---

160 البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب غسل المیت ووضوئہ بالماء والسدر، ح ۱۲۵۳

161 الترمذی، السنن، کتاب الجنائز عن الرسول ﷺ، باب مایستحب من الاکفان، ح ۹۹۴

اللہ ﷺ کی اتباع میں ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو یہودی کا جنازہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا إذا رایتم الجنازۃ فقوموا[162] جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں جنازے اور میت کو لے کر کچھ آداب بھی موجود تھے۔ اسی طرح جنازے میں چل کر جانا بھی عرب کی روایت میں تھا۔ ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ کو جنازے کے آگے پیدل چلتے ہوئے دیکھا تھا۔[163] اس طرح جنازے اور میت کو لے کر قبرستان تک جایا جاتا تھا۔ میت کو قبر میں دفنایا جاتا تھا۔ اسلامی تعلیمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اسلام نے لحظہ لحظہ اور قدم قدم پر مکمل راہنمائی فراہم کی ہے۔ یہ تعلیمات تربیت کتب احادیث میں باب الجنائز میں موجود ہیں۔ عرب کی ثقافتی اقدار بھی ایسی ہی تھیں۔ ایک خاص روایت جس کا ذکر خاص طور پر ملتا ہے وہ اہل میت کے لیے کھانا پکانے کی ہے۔ انسانی ہمدردی کے ناطے لوگ اپنے قرب جوار میں اس قدر کو اپنایا کرتے تھے۔ جن کا پیارا دنیا سے رخصت ہو جائے وہ غم سے نڈھال ہوتے ہیں۔ ان کی ضروریات کا خیال رکھنا ایک مسلمان اور انسان ہونے کے ناطے بہت ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ اہل جعفر کے لیے کھانا تیار کرو ان پر ایسا امر ہوا کہ اس نے انہیں موقع نہیں دیا[164] انسان کو انسانیت کا درس دیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے عرب کی اچھی اقدار کو جاری فرمایا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ وہ انسانیت کے لیے فائدہ مند تھیں ۔ معاشرے کے لیے مفید تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے زندگی کے ہر موقع کے لیے مثالی راہ کا انتخاب فرمایا۔ خوشی کا موقع ہو یا غم کی گھڑیاں ثقافتی اقدار کو ہمیشہ مد نظر رکھا۔ عرب کی ثقافت میں حکمت عملی کے ساتھ انقلاب لایا۔ جذباتی راہنمایا جو شیلے لیڈر کی طرح سب قائم شدہ اقدار کر کو یکسر تبدیل نہیں فرمایا۔ معاشرے کے لیے مفید چیزوں کو جاری کیا اور قابل اصلاح رسم و رواج اور روایات میں اصلاح فرمادی۔

6. شعر و شاعری

ثقافتی اقدار میں فنون (آرٹ) کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ دنیا میں موجود تمام ثقافتوں کا رنگ اس کے ادب میں نمایاں نظر آتا ہے۔ شعر و شاعری کی ثقافتی قدر نمایاں قدر ہے۔ شعر کا اسلوب اور اس کی اقسام میں ثقافتی رنگ پایا جاتا ہے۔ دنیائے ادب میں عرب کو ایک خاص مقام حاصل تھا۔ شعر و شاعری میں عرب شاعر ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ عرب کے لوگ اپنے جذبات کا

---

[162] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب من قام لجنازۃ یہودی، ح ۱۳۱۱

[163] سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، بابالمشی امام الجنازۃ، ح ۳۱۷۹

[164] ایضا، باب صنعۃ الطام اہل میت، ح ۳۱۳۲

اظہار اپنی اسی قابلیت کے لباس میں میں کرتے تھے۔ عرب کے لوگ اس فن میں اپنا خاص مقام رکھتے تھے۔ انسان کے تخیل پر ماحول کا گہرا اثر ہوتا ہے۔ عرب کی شاعری بھی اسی چیز کی عکاسی کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔ عرب کے باشندے وسیع صحرا، گرم موسم، روشن راتیں، چاند کی چاندنی، چمکتے تارے، خوشگوار صبحیں اور حسین شامیں محسوس کرنے کے عادی تھے۔ گھوڑے، اونٹ اور گدھوں، خچروں پر سواری کرتے تھے۔ شراب و شباب کے رسیا تھے۔ ان کا فکری سرمایہ یہی چیزیں تھیں۔ ان کا عکس ہی عرب شاعری میں نظر آتا ہے۔ ان کی شاعری میں لیل و نہار کی باتیں احساسات و جذبات ہوتے تھے۔ زبان کی فصاحت و بلاغت عرب شعراء کا خاصہ تھا۔ عرب کی شاعری کو دو بڑے حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ زمانہ جاہلیت کی عرب شاعری کا اسلوب مختلف تھا۔ اس میں ہر قسم کے الفاظ اور معنی و مفہوم کی باتیں کی جاتی تھیں۔ رسول اللہ کے اعلان نبوت کے بعد مسلمانوں کا انداز تبدیل ہو گیا۔ تربیت نبوی کے مطابق انہوں نے اپنی اصلاح کی۔

• شعراء کی اقسام

عربی ادب و سخن میں ہر دور میں شاعر موجود تھے۔ ان کو زمانہ جاہلیت اور بعد از اسلام کے لحاظ سے بھی تقسیم کیا گیا ہے۔ 3 طبقوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔[165]

- طبقہ جاہلی
- طبقہ مخضرمی
- طبقہ اسلامی

طبقہ جاہلی

یہ طبقہ ایام جاہلیت کا ہی ہے۔ جو اسلام کے نور سے پہلے ہی فوت ہو گئے۔ جاہلیت کے ایام میں شعر و شاعری کا فن دکھایا اور اسلام کے دور تک نہ پہنچ سکے۔ دور جاہلیت میں بھی بڑے عبقری شعراء پیدا ہوئے۔ امرو القیس کو عرب شاعری میں ایک بلند مقام حاصل ہے جو صرف اسی کا خاصہ تھا۔

---

[165] ابو علی الحسن بن رشیق القیروانی، العمدة في محاسن الشعر وآدابه، دار الجیل، بیروت لبنان، ۱۹۸۱ء، ج ۱، ص ۱۱۳

طبقہ مخضرمی

اس طبقہ کے شعراءنے دور جاہلیت اور دور اسلام دونوں پائے تھے۔ جاہلیت کے دور میں بھی شاعری کرتے رہے اور بعد از قبول اسلام بھی شاعری کرتے رہے۔ حضرت حسان بن ثابت اس قافلے کے سالار ہیں۔

طبقہ اسلامی

اس طبقہ کے لوگ دور اسلام میں شاعری کرتے تھے۔ اسلام کے اصولوں پر شاعری کرتے تھے۔

• شعر کی اقسام

دنیا کی ہر ثقافت میں ادب کی اصطلاحات مختلف ہوتی ہیں۔ ہر ثقافت، علاقے اور خطے کے لوگوں کا ادب کا اپنا معیار ہوتا ہے۔ عرب شاعری کا خاصہ یہ ہے کہ وہ ہر جذبے کے اظہار کے لیے شعر کا سہارا لیتے تھے۔ مافی الضمیر چیزوں کو تخلیقی ادب کے ذریعے بیان کرتے تھے۔ اس کے سبب عرب کی اشعار کی مختلف اقسام ہیں۔ ہر جذبے کی نمائندگی کے لیے شعر کی قسم موجود ہے۔ عرب شعراء کئی قسم کے شاعری کیا کرتے تھے۔ ان میں زیادہ تر غزل، مدح، فخر، ہجو، مرثیہ، وصف، معذرت، رجز، قصیدہ، حدی اور تشبیب شامل ہیں۔[166]

- غزل: خواتین کے حسن و جمال اور عشق و محبت کا تذکرہ غزل کہلاتا ہے۔
- مدح: کسی شخص کے اوصاف جمیلا کی تعریف کرنے کو مدح کہا جاتا ہے۔
- فخر: خاندانی عظمت و شرافت، شجاعت اور محاسن کی برتری بیان کرنا فخر کہلاتا ہے۔
- ہجو: کسی انسان کی برائیوں اور کمی کوتائیوں کو بیان کرنا ہجو کہلاتا ہے۔
- مرثیہ: دنیا سے رخصت ہونے والے کے اظہار غم میں اس کی خوبیوں کو بیان کرنا مرثیہ کہلاتا ہے۔
- وصف: سننے والے کے ذہن میں کسی چیز کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے اس چیز سے ملتی جلتی ظاہری تصویر کشی کرنا وصف کہلاتا ہے۔
- سننے والے کے ذہن میں کسی چیز کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے اس چیز ملتی کی بعینہ خارجی تصویر کھینچنے کو کہتے ہیں۔

---

[166] جواد علي، المفصل في تاريخ العرب قبل الإسلام، دار الساقي، بيروت لبنان، ۲۰۰۱ء، ج ۱۷، ص ۱۴۲

- معذرت: اپنی غلطی کو تسلیم کر کے اس پر افسوس کرنا معذرت کہلاتا ہے۔
- رجز: میدان جنگ میں جذبات کو جلا دینے اور جنگی ہمت کو بڑھانے کے لیے کہے جانے والے اشعار رجز کہلاتے ہیں۔
- قصیدہ: مبالغہ آرائی کرتے ہوئے کسی کی تعریف کرنا قصیدہ کہلاتا ہے۔
- حدی: اونٹوں کی سرعت رفتار اور خوراک کے لیے جو اشعار کہیں جاتے ہیں حدی کہلاتے ہیں۔
- تشبیب: کسی کے حسن کا ذکر اور جوانی کے عشق کی باتیں تشبیب کہلاتی ہیں۔

• سبع معلقات

عرب کے ثقافتی دستور میں میلے اور تجارتی منڈیاں شامل تھیں۔ عکاظ کے سالانہ میلے (بازار، منڈی) میں شعراء کی محفل سجا کرتی تھی۔ شعراء اپنا اپنا جوہر کلام دکھایا کرتے تھے۔ جن ساتھ شعراء کا کلام سب سے عمدہ ہوتا وہ خانہ کعبہ کے ساتھ لٹکا دیا جاتا ۔یہ ثقافتی دستور کے مطابق ایک مکمل سال تک وہاں موجود رہتا تھا۔ سال گزر جانے کے بعد دوبارہ عکاظ کے میلے میں مقابلہ ہوتا تھا۔ یہ کلام ہی عرب کی اصل شاعری کا حسین چہرہ ہوا کرتے تھے۔ یہ عرب معاشرے میں کامل شاعری تسلیم کی جاتی تھی۔[167]

سبع معلقات زمانہ جاہلیت کا بہترین عربی کلام ہے۔ آج بھی کتابی صورت میں اس کو جمع کیا گیا ہے۔ اس میں ساتھ مشہور شعراء کے کلام موجود ہیں۔ معلقات کے شعراء درج ذیل ہیں۔

- امرئ القیس
- طرفة بن العبد
- زهير بن أبي سلمى
- لبيد بن ربيعة
- عمرو بن كلثوم
- عنترة بن شداد

---

[167] احمد بن ابراهيم الهاشمي، جواهر الأدب في أدبيات وإنشاء لغة العرب، مؤسسة المعارف، بيروت لبنان، ج۲، ص۲۹

- الحارث بن حلزۃ[168]

• سبع معلقات کے چند اشعار

زمانہ جاہلیت کے نامور شعراء کا کلام ہے۔ ان میں اہل عرب کی فصاحت وبلاغت، ادب دانی اور انداز فکر کا علم ہوتا ہے۔ ان کے تخیلات کا محور معلوم ہوتا ہے۔ عرب شاعری کا اسلوب فہم میں آتا ہے۔ عرب کی ثقافتی روایت کی گہرائی معلوم ہوتی ہے۔ عرب کے باشندوں کے احوال معلوم ہوتے ہیں۔ ان کا رہن سہن اور انداز فکر سمجھ میں آتا ہے۔ سبع معلقات میں شعراء کا کلام طویل ہے۔ وہ اپنے مافی الضمیر کو شاعری کا سہارا لیتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔ اس مقام پر ان کے چند شعر نقل کئے جائیں گے جس سے ان کی روایت کا علم حاصل ہو سکے۔

- امرو القیس کے اشعار کا نمونہ

وُقوفًا بها صَحْبِي عَلَيّ مَطِيَّهُمْ
يقولونَ لا تهلِكْ أسىً وتَجَمَّلِ

میں رو رہا تھا اور احباب میرے پاس سواریاں روکے ہوئے کہہ رہے تھے ہلاک نہ ہو اور صبر اختیار کر

وإنَّ شِفائي عَبْرَةٌ مُهَراقَةٌ
فهلْ عندَ رَسمٍ دارِسٍ مِنْ مُعَوَّلِ[169]

جواباً میں کہتا تھا میں رونے سے کیسے رک سکتے ہوں میری شفاء یہی بہے ہوئے آنسو ہیں کیا ان مٹے ہوئے نشانوں کے پاس کوئی فریاد رس ہے

- طرفۃ بن عبد کے اشعار کا نمونہ

ومَا زَالَ تَشْرَابِي الْخُمورَ وَلَذّتِي
وَبَيْعِي وإنْفاقي طَرِيفي ومُتْلَدي

میر اشراب پینا اور مزے اڑانا اور خود پیدا کردہ اور موروثی مال کو بیچنا اور خرچ کرنا برابر جاری رہا۔

إلى أنّ تحامَتْني العشيرة كُلّها
وَأُفْرِدْتُ إفْرادَ البَعيرِ الْمُعَبَّدِ

---

[168] حسین بن احمد بن حسین الزّوْزَنی، شرح المعلقات السبع، دار احیاء التراث العربی، ۲۰۰۲ء

[169] ایضا

یہاں تک کہ تمام خاندان نے مجھ سے کنارہ کشی کرلی اور میں خارشتی تارکول ملے ہوئے اونٹ کی طرح یکہ وتنہا کر دیا گیا۔

- زھیر بن أبي سلمى

بها العِينُ والأَرْآم يَمشينَ خِلْفَة
وأطْلاؤهَا يَنْهَضْنَ من كل مِجْثَمِ

ان مکانات میں نیل گائے اور ہرن بکثرت پھرتے ہیں اور ان کے بچے ہر جگہ سے اٹھتے ہیں۔

وقفْتُ بها من بعدِ عشرِينَ حِجَّةً
فلأيًا عَرَفْتُ الدّار بَعْدَ تَوهمِ

میں اس مکان میں بیس سال کے بعد ٹھہرا تو غور وفکر کے بعد مشکل سے ان گھروں کا پہچانا

- لبید بن ربیعة

وَلَقَد حَمَيْتُ الْحَيَّ تَحمُلُ شِكَّتي
فُرُطٌ وَشاحِيَ إِذ غَدَوتُ لِجامُها

میں نے اس حال میں قبیلہ کی حمایت کی جب ایک تیز روشنی گھوڑی میرے ہتھیار اٹھائے ہوئے تھی کہ جب صبح کو چلا تو اس کی لگام میرا ہار تھا

فَعَلَوتُ مُرتَقِبًا عَلى ذي هَبْوَةٍ
حَرِجٍ إِلى أَعلامِهِنَّ قَتَامُها

تو میں ایک ایسے ٹیلہ پر چڑھا جو تنگ اور غبار آلود تھا۔ جس کا غبار ان کے جھنڈوں تک تھا

- عمرو بن کلثوم

أَلَا هُبّي بصحنِكِ فاصبحينا
وَلَا تُبْقِي خُمُورَ الأَنْدَرِينا

ہاں بیدار ہو اور اپنے بڑے پیالے سے ہمیں شراب پلا اور اندرین کی شرابیں باقی نہ چھوڑ

مُشَعْشَعَةً كَأَنّ الْحُصَّ فِيهَا
إِذَا مَا الْمَاُء خَالَطَهَا سَخِينَا

پانی ملی ہوئی شراب جب اس میں گرم پانی ملے تو گویا اس میں زعفران معلوم ہو

- عنترۃ بن شداد

إِنْ كُنْتِ أَزْمَعْتِ الفِرَاقَ فَإِنَّمَا
زُمّتْ رِكَابُكُمْ بِلَيْلٍ مُظْلِمِ

اگر تونے جدائی کا پختہ ارادہ کر لیا ہے تو یہ چیز کوئی غیر متوقع نہیں کیونکہ تاریک رات میں تمہاری سواریوں کی نکیلیں ڈھیلی ہو گئیں تھی

مَا رَاعَنِي إِلَّا حَمُولَةُ أَهْلِهَا
وَسْطَ الدّيارِ تَسَفّ حَبَّ الْخِمخِمِ

مجھے محبوبہ کے خاندان کے باربرداری والے اونٹوں نے ہی خوفزدہ کر دیا حالانکہ وہ پڑاو کے دوران کلاں چبا رہے تھے

- الحارث بن حلزۃ

بَعْدَ عَهدٍ لَها بِبُرقَةِ شَمّاءَ
فَأَدْنَى ديارَها الْخَلْصَاءُ

محبوبہ تم نے جدائی کی خبر اس ملاقات کے بعد دی جو شماء کی پتھریلی زمین میں ہوئی جس کے قریب ترین مکانات میں سے خلصاء ہے۔

لا أَرى مَن عَهِدتُ فيها فَأَبكي
الـيَومَ دَلْهًا وَما يُحِيرُ البُكاءُ

میں محبوبہ کو کسی مقام پر نہیں دیکھتا جہاں ملاقات کرتے تھے پس آج شدت غم و رنج میں رو رہا ہوں اور کیا رونا کوئی چیز واپس دلا سکتا ہے

• اہل عرب کے چند شعری نمونے

دور اسلام میں بھی اہل عرب نے اپنی اس ثقافتی قدر کو زندہ رکھا۔ رسول اللہ ﷺ اور اصحابہ کرام بھی مختلف مواقع پر شعر پڑھا کرتے تھے۔ دور اسلام کی شاعری میں جاہلیت کا رنگ نہیں پایا جاتا تھا۔ اللہ کی حمد و ثناء، رسول خدا ﷺ کی تعریف شامل ہوتی تھی۔ مسلمان شعراء ہر قسم کا شعر کہتے تھے لیکن اخلاقیات کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے۔

مدح و ثناء

غزوہ احزاب کے موقع پر رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء میں اشعار پڑھ رہے تھے۔ اللہ کی تعریف اور اپنی عاجزی کا اظہار رسول خدا ﷺ شعری صورت میں فرما رہے تھے۔

ولا انت ما اھتدینا نحن ولا تصدقنا ولا صلینا
فانزلن سکینة علینا[170]

اگر تو نہ ہوتا تو ہم نہ ہدایت پاتے نہ ہم صدقہ دیتے نہ نماز پڑھتے۔ پس ہم پر دل جمعی نازل فرما۔

رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ

اصدق كلمة قالها الشاعر: كلمة لبيد الا كل شيء ما خلا الله باطل[171]

سب سے سچی بات جو کوئی شاعر کہہ سکتا تھا وہ لبید شاعر نے کہی ہاں اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف کرنا اور اپنی بندگی اور عاجزی کا اظہار کرنا مسلمان ثقافت کا حصہ ہے۔ اہل عرب اسی جذبے کو شعری لباس میں پیش کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ خود اور جماعت صحابہ بھی اشعار پڑھا کرتے تھے۔ یہ عرب کی ثقافت کا حصہ تھا۔ اسی طرح شاعر صحابہ کرامؓ بھی رسول اللہ ﷺ کی شان میں اشعار لکھا کرتے تھے۔ رسول کریم ﷺ کی مدح بیان کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی تعریف و ثناء میں حضرت حسانؓ کے یہ اشعار مقبول ترین اشعار میں شامل ہیں۔ آج بھی مسلمان ان اشعار کو ورد زبان بناتے ہیں۔

وأَحسنُ منكَ لم ترَ قطُّ عيني
وَأَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النّسَاءُ

آپ ﷺ سے زیادہ خوبصورت میری آنکھ نے نہیں دیکھا
اور آپ ﷺ سے زیادہ حسین کسی عورت نے جنم ہی نہیں دیا

خلقتَ مبراً منْ كلّ عيبٍ
كأنكَ قدْ خلقتَ كما تشاءُ[172]

---

[170] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التمنی، باب قول الرجل لولا اللہ ما اھدینا، ح۷۲۳۶

[171] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب مناقب الأنصار، باب قسامۃ فی الجاھلیۃ، ح۳۸۴۱

[172] محمد أحمد درنيقه،معجم أعلام شعراء المدح النبوي، دار ومكتبة الهلال،ص۱۱۸

اللہ نے آپ ﷺ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا
گویا آپ ﷺ اس طرح پیدا ہوئے جیسا کہ آپ ﷺ نے چاہا

حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ بھی بڑے جلیل القدر شاعر تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مدح میں اشعار لکھے۔ ان اشعار میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف و توصیف کے ساتھ منکرین و مشرکین کی ہجو بھی ہے۔ ان اشعار سے ان کی ادب پر دسترس کی دلیل ملتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سن کر فرمایا کہ تمہارے بھائی نے کوئی غلط بات نہیں کی۔

وفينا رسول الله يتلو كتابه
إذا انشق معروف من الفجر ساطع
ارانا الهدى بعد العمى فقلوبنا
به موقنات ان ما قال واقع
يبيت يجافي جنبه عن فراشه
إذا استثقلت بالكافرين المضاجع[173]

اور ہم میں اللہ کے رسول ﷺ ہیں جو اس کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں اس وقت جب فجر کی روشنی پھوٹ کر پھیل جاتی ہے۔ ہمیں انہوں نے گمراہی کے بعد ہدایت کا راستہ دکھایا۔ پس ہمارے دل اس امر پر یقین رکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے جو کچھ فرمایا وہ ضرور واقع ہو گا۔ آپ ﷺ رات اس طرح گزارتے ہیں کہ ان کا پہلو بستر سے جدا رہتا ہے جب کہ کافروں کے بوجھ سے ان کی خواب گاہیں بوجھل ہوئی رہتی ہیں۔

صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ سے والہانہ عشق کرتے تھے۔ وہ صحابہؓ جو شاعر تھے اپنے عشق کا اظہار اشعار کی صورت میں کیا کرتے تھے۔ عرب روایت کے مطابق وہ اپنے محبوب کی تعریف اس کے حسن و جمال کے تذکرے اور اوصاف جمیلا کو بیان کیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام ﷺ اظہار عشق کے ساتھ ہی آپ ﷺ کے مخالفین کی ہجو بھی کیا کرتے تھے۔

رجز و فخر

[173] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب التھجد، باب فضل من تعار من اللیل فصلی، ح ۱۱۵۵

میدان جنگ میں شعر پڑھنا اہل عرب کا خاص عمل تھا۔ خون کو گرمانے اور ماحول کو پرجوش کرنے کے لیے ایسے اشعار پڑھے جاتے تھے۔ غزوہ حنین کے موقع پر جب مسلمانوں کی جماعت بکھڑی گئی تب رسول اللہ ﷺ ثابت قدم رہے۔ اللہ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ سفید خچر پر بیٹھے تشریف لائے۔ آپ ﷺ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔[174]

انا النبي لا كذب
انا ابن عبد المطلب

میں نبی ہوں اور یہ جھوٹ نہیں ہے۔ میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

اسی طرح حضرت علیؓ بھی جب مرحب کے مقابلے میں نکلے تو رجز پڑھے۔ اس اشعار سے خود اعتمادی، بہادری اور طاقت کی تصویر نظر آتی ہے۔

انا الذي سمتني امي حيدره
كليث غابات كريه المنظره
اوفيهم بالصاع كيل السندره[175]

میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا۔ مثل اس شیر کے جو جنگلوں میں ہوتا ہے نہایت ڈراؤنی صورت۔ میں لوگوں کو ایک صاع کے بدلے سندرہ دیتا ہوں

اہل عرب کے ہاں ہر قسم کی شاعری ملتی ہے۔ زمانہ جاہلیت اور زمانہ اسلام میں بھی شعراء اپنے فن کے جوہر دکھایا کرتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں اخلاقی قدروں کا خیال نہیں رکھا جاتا تھا۔ اسلام نے آکر تربیت کا نظام قائم کیا۔ لوگوں کی اصلاح کی۔ اسلام نے عرب کی اس ثقافتی روایت کا ختم نہیں کیا۔ یہی وہ وجہ ہے کہ دور رسول ﷺ میں بھی صحابہ اشعار کہا کرتے تھے۔ حضرت علیؓ کا شعری دیوان بھی موجود تھا۔ مدح و ثناء، رجز، شجاعت اور ہجو وغیرہ لکھے اور پڑھے جاتے تھے۔ اہل عرب کی ثقافتی روایت آج تک قائم ہے۔

---

[174] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب من قاد دابۃ فی غیرہ الحرب، ح۲۸۶۴

[175] القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الجهاد والسیر، باب غزوۃ ذی قرد وغیرھا، ح۴۶۷۸

فصل دوم: عہد نبویؐ میں ثقافتی اقدار کا فروغ

انسانی معاشروں کی تاریخ میں ثقافتی اقدار ہی قوم وملت کی پہچان ثابت ہوتی ہیں۔ دنیا میں اپنا خاص نام اور مقام پیدا کرنے کے لیے ثقافتی اقدار کا اہم کردار ہوتا ہے۔ کسی قوم کی مضبوط ثقافتی بنیادیں ہی اس کو دنیا میں قابل ذکر بناتی ہیں۔ اسلام کی آمد کے بعد اہل عرب کی ثقافتی اقدار و روایت نے دنیا میں اپنا نام پیدا کیا۔ معاشرتی، معاشی اور سیاسی ہر ایک سطح پر ایک ایسی روایت قائم کی جو دنیا کے لیے مثال بنی۔ رسول اللہ ﷺ نے عرب کی ثقافت کی اصلاح فرمائی۔ برائی کو جڑ سے ختم کرنے کے لیے اصول وضع فرمائے۔ لوگوں کی تربیت کے لیے منظم نظام تشکیل دیا۔ ثقافتی اقدار کا بغور مشاہدہ فرما کر اس میں اصلاحات فرمائیں۔ ثقافتی اقدار کی اصلاح کے بعد ان اقدار کے فروغ کے لیے کام کیا۔ آپ ﷺ نے لوگوں کی تربیت اس منہج پر کی کہ

لوگ ان اقدار کو اپنالیں۔ ثقافتی اقدار کے فروغ کے لیے رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی ذہن سازی فرمائی۔ ہر وہ قدر جس کا فروغ مقصود تھا آپ ﷺ نے اس کے مثبت نتائج اور ثمرات بتائے۔ اہل ثقافت کو حکم ربانی کے دلائل کے ساتھ چیزوں کو سمجھایا۔ اقدار کے فروغ کا کام کیا۔ رسول اللہ ﷺ کی حکمت عملی اتنی موثر ثابت ہوئی کہ لوگ اس پر عمل کرنا شروع ہو گئے۔ دین کا حصہ سمجھتے ہوئے لوگوں نے آپ کے ان فرمان پر عمل کیا۔ اسلام بنیادی طور پر معاشرے کی اصلاح کرتا ہے۔ دین مبین لوگوں کے لیل ونہار کو سنوارتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اسی اصول کے تحت ثقافتی اقدار کو فروغ دیا تاکہ مستقبل میں بھی معاشرہ اس سے فائدہ حاصل کرتا رہے۔

1. عدل کی ثقافتی قدر کا فروغ

معاشرے کی تعمیر وترقی کا ضامن نظام عدل ہوتا ہے۔ لوگوں کا نظام پر اعتماد اور یقین عدل وانصاف کی فراہمی سے قائم ہوتا ہے۔ عرب کا ماحول قبائلی عصبیت، نفرت اور طاقت کے سہارے کھڑا تھا۔ مضبوط اور طاقتور قبائل کا عدل کی ثقافتی قدر سے دور دور تک تعلق نہیں تھا۔ ان کے لیے عدل کی تعریف ہی مختلف تھی۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس کا نظام قائم تھا۔ کمزور اور غریب قبائل ظلم واستبداد کی چکی میں پیس جاتے تھے۔ ان کی دادرسی کرنے والا کوئی نہ ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا نقشہ تبدیل فرمادیا۔ عدل کی ثقافتی قدر کے فروغ کے لیے آپ ﷺ خود میدان عمل میں تشریف لائے۔ عملی میدان میں عدل پر مبنی فیصلے کیے۔ لوگوں کو اس کے ثمرات اور وعید بتاکر سمجھایا۔ قوم کی ذہنی حالت تبدیل فرمائی۔ قرآن مجید کے فرامین کو بطور استدلال اور حکم کے ان کے سامنے رکھا۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ[176]
(اللہ عدل کا حکم دیتا ہے۔)

اسی موضوع اور عنوان کی تمام آیات کو لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر عدل کی ثقافتی قدر قائم فرمایا اور اس کے فروغ کے لیے اقدامات کیے۔

ان امراۃ سرقت علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فقالوا: ما نکلمہ فیھا ما من احد یکلمہ إلا حبہ اسامۃ فکلمہ، فقال:" یا اسامۃ , إن بني إسرائیل ھلکوا بمثل ھذا، کان إذا سرق

---

[176] النحل:90

فيهم الشريف تركوه، وإن سرق فيهم الدون قطعوه، وإنها لو كانت فاطمة بنت محمد لقطعتها[177]

(ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چوری کی، ان لوگوں نے کہا اس سلسلے میں ہم آپ سے بات نہیں کر سکتے، آپ سے صرف آپ کے محبوب اسامہ ہی بات کر سکتے۔ چنانچہ انہوں نے آپ سے اس سلسلے میں عرض کیا تو آپ نے فرمایا اسامہ ٹھہرو، بنی اسرائیل انہی جیسی چیزوں سے ہلاک ہوئے، جب ان میں کوئی اونچے طبقے کا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر ان میں کوئی نچلے طبقے کا آدمی چوری کرتا تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتے۔ اگر اس جگہ فاطمہ بنت محمد بھی ہوتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔)

اس واقع سے بات مکمل طور پر ظاہر ہو جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے نظام عدل کو قائم کرنے کے لیے فکری اور عملی ہر دو طرح کے اقدامات اٹھائے۔ عرب کی قدیم ثقافتی روایت کے مطابق چوری کرنے والے کے ہاتھ کاٹ دیئے جاتے تھے۔ اسی ثقافتی اقدر کو رسول اللہ ﷺ نے جاری فرمایا تھا۔ اسلامی شرعی سزا میں اس کو شامل کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انسانی سوچ کو مثبت نتائج اور اخروی انعام کا علم دے کر ثقافتی اقدار کو فروغ دیا ہے۔

إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ، عَنْ يَمِينِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ، الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا[178]

بے شک انصاف کرنے والے اللہ کے ہاں رحمن عزوجل کے دائیں جانب نور کے منبروں پر ہوں گے۔ جب کہ اللہ کے دونوں ہاتھ دائیں ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوں گے، جو اپنی رعایا، اپنے اہل وعیال اور اپنے ماتحت لوگوں میں عدل وانصاف کرتے ہوں گے۔

اس حدیث مبارکہ میں بھی انسانی فطرت کے دروازے پر دستک دی ہے۔ انسان کو دنیوی ثمرات کے بعد اخروی انعامات کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ثقافتی اقدار کے فروغ میں ہر جگہ یہی حکمت عملی نظر آتی ہے۔

---

[177] النسائی، السنن، کتاب قطع السارق، ذکر اختلاف الفاظ الناقلین لخبر زھری فی المخزومیۃ التی سرقت، ح۴۹۰۱

[178] القشیری، الجامع الصحیح، کتاب لامارۃ، باب فضیلۃ الإمام العادل وعقوبۃ الجائر والحث علی الرفق بالرعیۃ والنھي عن إدخال المشقۃ علیھم، ح۱۸۲۷

2. تقسیم وارثت کی قدر کا فروغ

عرب کا معاشرہ کسی منظم نظام کے تحت نہ ہونے کی وجہ سے بکھرا ہوا تھا۔ کسی قسم کا قانون موجود نہیں تھا۔ حقوق کی ادائیگی میں غفلت برتی جاتی تھی۔ خواتین کو ان کے ہر حق سے ہی محروم کر دیا جاتا تھا۔ کوئی شخص فوت ہو جاتا تو ترکہ میں مال چھوڑ جاتا تھا۔ اس مال کی منصفانہ تقسیم کی بجائے اصل حقداروں کو محروم کر دیا جاتا تھا۔ یتیم، بیوا اور چھوٹے بچوں کو کوئی حصہ نہیں دیا جاتا تھا۔ قرآن مجید نے اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا

وَ تَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا[179]

(اور میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو اور مال کی محبت میں بری طرح گرفتار ہو۔)

قرآن مجید نے تاریخ کے سیاہ واقعات کی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ ترکہ کا مال وارثین کا حق ہوتا ہے لیکن وہ اپنے اس حق سے محروم کر دیے جاتے تھے[180]۔ اہل عرب نے اس ثقافتی قدر کو مکمل طور پر فراموش کر دیا تھا۔ عورت کو وراثت کے حق سے محروم کرنے کے ساتھ ساتھ وہ لوگ خواتین سے بدتر سلوک بھی کیا کرتے تھے۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں جب کوئی فوت ہو جاتا تو اس کے وارث عورت کے بھی حقدار بن جاتے۔ دل چاہا تو شادی کر لیتے نہیں تو نہ کرتے۔[181] الغرض زمانہ جاہلیت میں میراث کا کوئی منظم انتظام موجود نہیں تھا۔

اسلام نے مرد و زن، بزرگ و جوان ہر ایک کا حصہ مقرر کیا۔ ترکہ میں مال کی تقسیم کا پورا اصول بیان کیا۔ سورہ النساء میں اللہ تعالیٰ نے مکمل راہنمائی فرمادی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَفْرُوضًا[182]

---

[179] فجر: 20-19

[180] فخر الدین الرازی، مفاتیح الغیب، ج ۳۱، ص ۱۵۷

[181] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاکراہ، باب من الاکراہ، ح ۶۹۴۸

[182] النساء: 7

(مردوں کے لیے اس مال میں حصّہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، اور عورتوں کے لیے بھی اس مال میں حصّہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہو، خواہ تھوڑا ہو یا بہت، اور یہ حصّہ اللہ کی طرف سے مقرر ہے۔)

ہر انسان جس کو تھوڑا یا زیادہ حق موجود ہے وہ اس کو دیا جائے گا۔ تقسیم وراثت کی ثقافتی قدر کا تحفظ اور فروغ اسلام نے اپنی تعلیمات کے ذریعے کیا ہے۔ سورہ نساء میں تقسیم وراثت کے احکام موجود ہیں۔[183] باپ، ماں، خاوند، بیوی، بہن، بھائی، بیٹے، بیٹی، دادا اور دادی الغرض ہر رشتے کے متعلق احکامات موجود ہیں۔ اسلام نے ثقافتی قدر کو فکری طور پر فروغ دینے کے ساتھ ہی عملی بنیادوں پر نافذ کر دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں بھی وراثت کی تقسیم فرمائی۔ لوگوں کو ان کا حق لے کر دیا۔ روایت میں ہے کہ سعد بن ربیع کی زوجہ اپنی بیٹیاں رسول اللہ ﷺ کے پاس لائیں۔ عرض گزار ہوئی کہ سعد غزوہ احد میں شہید ہو گئے ہیں اور ان کے چچا نے تمام ترکہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اب مال کے علاوہ عورت سے مال کے بغیر کوئی شادی نہیں کرتا۔ آیت میراث کے نازل ہونے پر رسول اللہ ﷺ نے ان کے چچا کو بلایا اور فرمایا

اعط ابنتي سعد ثلثي ماله و اعط امر اته الثمن وخذ انت ما بقي[184]

(سعد کی دونوں بیٹیوں کو ان کے مال کا دو تہائی حصہ اور ان کی بیوی کو آٹھواں حصہ دے دو، پھر جو بچے وہ تم لے لو۔)

رسول اللہ ﷺ نے خود بھی میدان عمل میں اس ثقافتی قدر کے نفاذ اور فروغ کے لیے اقدامات کیے ہیں۔ قیامت تک آنے والی امت اور اس ثقافتی قدر سے متاثر ہونی والی اقوام میراث کی منصفانہ تقسیم کریں گی۔ رسول خدا ﷺ نے ثقافتی اقدار کے فروغ کے لیے لوگوں کی تربیت فرمائی۔ بات کو مکمل طور پر سمجھا دیا۔ اس لیے اس دور کے لوگوں سے لے کر آج تک (کتب تاریخ اور احادیث کی بدولت) لوگ اس ثقافتی قدر پر دینی فریضے کی حیثیت سے عمل کرتے ہیں۔

---

[183] النساء:12

النساء:176

[184] ابن ماجہ، السنن، کتاب الفرائض، باب الفرائض الصلب، ح ۲۷۲۰

3. محنت کی ثقافتی قدر کا فروغ

انسان کی کامیابی کا راز محنت ہے۔زندگی کے کسی بھی شعبے میں محنت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔علم ہو یا عمل،معیشت ہو یا سیاست ہر شعبہ زندگی میں محنت لازمی ہے۔اقوام جب سستی و کاہلی کا شکار ہو جائیں اور محنت سے جی چرانے لگ جائیں تو زوال زیادہ دور نہیں ہوتا۔جفاکش اقوام دنیا کی فکری منظر نامے پر اپنا عکس چھوڑ جاتی ہیں۔اہل عرب زمانہ جاہلیت میں بھی محنتی اور جفاکش تھے۔عرب قوم مضبوط چست اور جنگجو تھی۔ہر قبیلہ محنت و مشقت کرتا تھا۔جانور پالنا، تجارت کرنا، زراعت کرنا اور لوگوں کے کام کاج کرنا الغرض ہر کام اس قوم کے باشندے کیا کرتے تھے۔رسول اللہ ﷺ خود بکریاں چراتے رہے۔آپ ﷺ نے تجارت بھی کی ہے۔صحابہ کرامؓ بھی مختلف کام کیا کرتے تھے۔کسب حلال اورع محنت و مشقت کی ثقافتی قدر زندہ قوموں کی نشانی ہوا کرتی ہے۔اس ثقافتی قدر کے فروغ میں رسول اللہ ﷺ نے مثبت کردار ادا کیا ہے۔لوگوں کو اس کی ترغیب دی ہے۔خود رسول اللہ ﷺ نے زندگی کے ہر شعبے میں محنت و مشقت کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے کسب معاش میں محنت کو بہت سراہا ہے۔اس کے فروغ کے لیے لوگوں کو سکھایا ہے کہ محنت کی جائے۔ان کے اندر محنت کرنے کا جذبہ پیدا کیا ہے۔رسول خدا ﷺ نے اس کو عبادت سے بھی تعبیر فرمایا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ

طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة [185]

(حلال معیشت طلب کرنا اللہ تعالیٰ کے فریضہ عبادت کے بعد سب سے بڑا فریضہ ہے۔)

انسان کو فکری اور ایمانی طور پر محنت کے لیے پر جوش کرنا اور اس میں جذبہ پیدا رسول اللہ ﷺ کا خاصہ تھا۔محنت کی اس قدر کے فروغ کے لیے رسول اللہ ﷺ نے زندگی کے ہر شعبے میں محنت کی ہدایت فرمائی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اپنے کاروبار کو سراہا۔آپ ﷺ نے امانت دار اور سچے تاجر کو خوشخبری سنائی کہ وہ انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔[186] اس سے ماحول میں جو ترقی کی لہر چلتی ہے وہ قابل دید ہوتا ہے۔معاشرہ اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔تاجر کسب حلال کے ساتھ ساتھ اخروی

---

[185] للبیھقی، ابو بکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبری، دار المعرفۃ، بیروت لبنان، کتاب الاجارۃ، باب کسب الرجل وعملہ بیدہ، ح۱۱۳۶۳

[186] الترمذی، السنن، کتاب البیوع عن الرسول اللہ ﷺ ماجاء فی التجارۃ وتسمیۃ النبی ﷺ ایاھم، ح۱۲۰۹

اجر کا مستحق بھی ہو جاتا ہے۔ اس طرح ریاست بھی معاشی ترقی کا سفر طے کرتی ہے۔ انفرادی سطح پر تمام لوگ اپنے اخراجات پورے کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش کرتے ہیں۔ ریاست پر بھی کسی قسم کا اضافی بوجھ نہیں آتا۔

غزوہ خندق کے موقع پر تمام صحابہ کرام اور رسول اللہ ﷺ خندق کی کھدائی میں حصہ لیتے تھے۔ محنت و مشقت سے اس کام کو سرانجام دیتے تھے۔ قوم و ملت کی حفاظت کی خاطر تمام لوگ مل کر محنت سے کام کرتے تھے۔ حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ خندق کی کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان نمودار ہوئی۔ ہم نے بہت محنت کی مگر اس کو توڑنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ خود خندق میں اترے۔ اس وقت بھوک کی شدت کے باعث آپ ﷺ نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا تھا۔ آپ ﷺ نے کدال اٹھائی اور چٹان پر ماری۔ وہ چٹان بال کی طرح باریک ہو کر ٹوٹ گئی۔[187] اس واقع سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تربیت کے ساتھ ساتھ عملی نمونہ بھی پیش کیا۔ ایک لیڈر اور راہنما خود محنت کرنے والا ہو تو اس کی پیروی کرنے والے اس کے نقشِ قدم پر چلتے ہیں۔

علم کے میدان میں بھی محنت کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ قوم کو شعور کی دولت دینا اور ان کے حقوق کی پہچان کروانا صاحب علم کا کام ہے۔ عہد نبوی ﷺ میں اصحاب صفہ موسمی شدت اور بھوک پیاس کو برداشت کرتے ہوئے علم حاصل کرتے تھے۔ رہائش کا کوئی خاص بندوبست نہ تھا مگر شوق علم اور جذبہ شعور نے انہیں محنت سے علم سیکھنے پر قائم رکھا۔ رسول اللہ ﷺ تعلیم و تربیت کے لیے صحابہ کرامؓ کو دور دراز علاقوں میں بیجھ دیتے تھے۔ وہ جماعت عظیم محنت کش لوگوں کی جماعت تھی۔ ان کو معلوم تھا کہ محنت کے علاوہ منزل تک پہنچنے کا کوئی رستہ نہیں ہے۔ اس بات کی وضاحت اس روایت سے ہوتی ہے کہ

لا یستطاع العلم براحۃ الجسم[188]

(علم آرام طلبی سے حاصل نہیں ہوتا۔)

علم کے لیے شوق، جذبہ اور محنت درکار ہوتی ہے۔ زندگی کو علم سے مزین کرنے کے لیے سستی کاہلی چھوڑ کر محنت کا سہارا لینا ہوتا ہے۔

---

[187] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق وھی الاحزاب، ح۴۱۰۱

[188] القشیری، الجامع الصحیح، کتاب المساجد والمواضع الصلوۃ، باب اوقات الصلوٰۃ الخمس۔ حدیث ۱۳۹۰

4. اخوت کی ثقافتی قدر کا فروغ

اخوت و بھائی چارے کی ثقافتی قدر نہایت اہمیت کی حامل ہے۔ معاشرے میں باہمی اشتراک اور ہم آہنگی کی فضاء قائم ہوتی ہے۔ محبت اور باہمی تعلقات کی بناء پر امن و امان کی صورتحال خوش آئند رہتی ہے۔ عرب کی ثقافت میں بھی یہ چیز موجود تھی۔ وہ انفرادی اور اجتماعی سطح پر اس کو قائم کرتے تھے۔ اگر ایک شخص کسی کو پناہ میں لے لیتا تو دشمن بھی اس کی دی ہوئی پناہ کا حیاء کرتے تھے۔ ایک تاریخی واقع اس بات پر شاہد ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب طائف سے واپس تشریف لا رہے تھے تو آپ ﷺ کو مطعم بن عدی نے پناہ دی اور مسلح بیٹے ساتھ کھڑے کیے۔ رسول اللہ ﷺ نے نفل ادا کیے۔ اہل مکہ نے مطعم بن عدی سے اس بابت دریافت کیا تو اس نے کہا میں نے پناہ دی ہے۔ اہل مکہ نے کہا جس کو مطعم نے پناہ دی اس کو ہم نے بھی پناہ دی۔[189] تو پناہ دینے کی قدر اور اقبائلی سطح پر حلیف بنانے کی قدر موجود تھیں۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر تین قبائل مسلمانوں کے حلیف بنے۔ ان میں ایک قبیلہ بنو خزاعہ تھا۔ یہ مسلمانوں کے حلیف ہوئے اور بنو بکر قریش کے حلیف بنے۔ بنو بکر اور بنو خزاعہ کی لڑائی ہوئی تو قریش نے معاہدے کو توڑتے ہوئے بنو بکر کو ہتھیار فراہم کیے اور اپنی شراکت سے بھی مدد کی۔ یہ خبر رسول اللہ ﷺ تک بنو خزاعہ کے وفد نے پہنچائی۔ یہی وہ موقع تھا جب رسول اللہ ﷺ نے عہد شکنی کے سبب مکہ پر حملہ کیا اور اللہ نے مسلمانوں کو فتح عظیم عطاء فرمائی۔[190] یہ ثقافتی اقدار عرب میں پائی جاتیں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس ثقافتی قدر کے فروغ کے لیے ایسا شاندار قدم اٹھایا جس سے مسلمانوں کو بہت سے فائدے حاصل ہوئے۔ مسلمان معاشی اور ریاستی سطح پر مستحکم ہوئے۔ قرآن مجید نے اس ثقافتی قدر کو بیان فرمایا

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ[191]

(مسلمان بھائی بھائی ہیں۔)

اس کی عملی تصویر مواخات مکہ و مدینہ میں دیکھنے کو ملتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس عمل سے ثقافتی قدر کو فروغ ملا۔ اخوت کے ثمرات اور مثبت نتائج لوگوں کے سامنے آئے۔

---

[189] المبارکپوری، صفی الرحمنٰ، الرحیق المختوم، دار ھلال، بیروت، ص۱۸۷

[190] عبدالرحمنٰ کیلانی، تفسیر تیسیر القرآن، مکتبۃ الاسلام ۱۴۳۲ھ

[191] الحجرات: 10

مواخات مکہ جو ہجرت سے پہلے ہوئی اس میں معزز افراد شامل تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے وفادار دوستوں میں محبت کا مضبوط بیج بوتے ہوئے ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا۔ ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ مواخات قائم فرمائی۔ مہاجرین و انصار میں محبت کا رشتہ قائم فرمایا۔[192]

مواخات مکہ میں مشہور صحابہ کے اسمائے گرامی

محمد رسول اللہ ﷺ	علي بن أبي طالبؓ
ابو بکر بن قحافہؓ	عمر بن خطابؓ
زید بن حارثہؓ	حمزة بن عبد المطلبؓ
عثمان بن عفانؓ	عبد الرحمن بن عوفؓ
الزبیر بن العوامؓ	ابن مسعودؓ
عبیدة بن الحارثؓ	بلال حبشیؓ
مصعب بن عمیرؓ	سعد بن أبي وقاصؓ
سعد بن أبي زیدؓ	طلحة بن عبید اللہؓ

مواخات مدینہ میں مشہور صحابہ کے اسمائے گرامی

محمد رسول اللہ ﷺ	علي بن أبي طالبؓ
ابو بکر صدیقؓ	خارجہ بن زید بن ابی زہیرؓ
عمر بن خطابؓ	عتبان بن مالکؓ
عثمان بن عفانؓ	اوس بن ثابتؓ
عبد الرحمن بن عوفؓ	سعد بن الربیعؓ
ابو عبیدہ بن الجراحؓ	سعد بن معاذؓ
زبیر بن العوامؓ	سلمہ بن سلامہؓ

[192] محمد بن یوسف الصالحي، سبل الھدی والرشاد، في سیرة خیر العباد، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان ۱۹۹۳ء، ج۳، ص ۳۶۳

مصعب بن عمیرؓ	ابو ایوب خالد بن زیدؓ
عمار بن یاسرؓ	حذیفہ بن الیمانؓ
ابو حذیفہ بن عتبہؓ	عباد بن بشرؓ
بلال بن رباحؓ	عبد اللہ بن عبد الرحمن الخشعمیؓ
سعد بن ابی وقاصؓ	سعد بن معاذؓ

اسی طرح ہجرت مدینہ کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ نے انصار و مھاجرین کو ایک دوسرے کا بھائی بنا دیا۔ ۹۰ کی تعداد میں انصار و مہاجرین اخوت کے رشتے میں بندھے۔ اخوت اور بھائی چارے کی ثقافتی قدر کو فروغ دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے عملی اقدام کیا۔ اس کے ثمرات معاشرے اور ریاست نے مثبت نتائج کی صورت میں دیکھے۔

5. آسانی و منفعت کی ثقافتی قدر کا فروغ

انسانوں کے وجود سے معاشرے قائم ہوتے ہیں۔ معاشرتی ادارے وجود میں آتے ہیں۔ انسان ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کے اُصول پر زندگی گزارتے ہیں۔ ایک دوسرے کی مدد اور باہمی ہم آہنگی سے معاشرے کو امن و سکون کا گہوارا بناتے ہیں۔ اس عالی ثقافتی قدر کے فروغ میں رسول اللہ ﷺ نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ ہر وہ قدر جو معاشرے کے لیے مفید ہوتی رسول اللہ ﷺ اس کی پرچار کرتے تھے۔ اس ثقافتی قدر کو اپنانے کی ترغیب دیا کرتے تھے۔ رسول خدا ﷺ خود اس کے فروغ کے لیے عملی قدم اٹھاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا ایک خاصہ یہ بھی تھا کہ آپ ﷺ کسی اچھی چیز کی حدود بندی نہ فرماتے تھے۔ لوگوں کو ایک دوسرے کی مدد کی ضرورت کسی بھی شعبہ ہائے زندگی میں پیش آسکتی ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ثقافتی اقدار کے فروغ کے لیے چند اُصول وضع فرما دیے۔ اب انسان معاشی، معاشرتی یا سیاسی طور پر کسی جگہ انفرادی یا اجتماعی مدد کا طالب ہو تو اس کی مدد کی جائے۔ اس کا سہارا بنا جائے۔ کمزور کو سنبھالا دیا جائے۔ ایک دوسرے کے لیے راہوں کو ہموار کیا جائے۔ ایک دوسرے کا خیال رکھا جائے۔ ایک دوسرے کا خیال رکھا جائے۔

یسروا ولا تعسروا وسکنوا ولا تنفروا[193]
(آسانی پیدا کرو، تنگی نہ پیدا کرو، لوگوں کو تسلی اور تشفی دو نفرت نہ دلاؤ۔)

[193] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب قول النبی ﷺ یَسِّرُوا وَلَا تُعَسِّرُوا، حدیث ۶۱۲۵

رسول اللہ ﷺ نے ایسا اصول دیا جو زندگی کے ہر قدم پر کام آنے والا ہے۔لوگوں کو آسانی اور پیار دینے کا یہ اصول معاشرے کو ترقی کی راہ پر گامزن کرتا ہے۔کوئی اگر معاشی لحاظ سے مشکل کا شکار ہے تو اس کی دادرسی کی جائے۔ضروریات کا خیال رکھا جائے۔بنیادی طور پر رسول اللہ ﷺ نے اس قدر کے فروغ کا کام مادیت پرستی کی زجیروں سے نکلنے کے لیے کیا ہے۔جب ہر انسان محض اپنی ضروریات کو پورا کرے گا،اپنی سہولت کو مدنظر رکھے گا تو معاشرے کا معاشی توازن قائم نہیں رہے گا۔رسول اللہ نے ہدایت فرماتے ہوئے فرمایا کہ جس کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہو تو اپنے اس بھائی کی طرف لوٹا دے جو اس سے محروم ہے۔جس کے پاس ضرورت سے زائد اشیاء خوردونوش ہوں وہ اس کو دے دے جس کے پاس موجود نہ ہوں۔[194] معاشرے میں رہتے ہوئے دوسرے افراد کی ضروریات کا خیال رکھنا،اس کی مدد کرنا خوش آئند عمل ہے۔آسانی و منفعت کی ثقافتی قدر کے فروغ کے سلسلے میں ہمیں ایک اور اہم اصول ملتا ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا

خير الناس من ينفع الناس
لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جو لوگوں کے لیے نفع بخش ہے۔

اس سے محسوس کیا جاسکتا ہے کہ مادیت پرستی پر کس قدر کاری ضرب لگی ہے۔انسان کی بہتری اس کا رتبہ اس کے مال و منال سے نہیں ہے۔اس کا کردار مثبت ہو اور لوگوں میں آسانی تقسیم کرنے والا ہو۔ضروریات کا خیال رکھنے والا ہو۔اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی وہی معتبر ہو گا۔رسول اللہ ﷺ نے عملی زندگی میں اس کے فروغ لے لیے کام کیا۔روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس دو افراد کا کھانا ہے وہ تیسرے شخص کو ساتھ لے جائے اور جس کے پاس چار کا کھانا ہے تو پانچ یا چھ کو کھلائے۔[195] اسلام نے دوسروں کے لیے آسانی و منفعت کا راستہ تجویز کیا ہے۔لوگوں کا خیال رکھنے کی تلقین کی ہے۔آسانی و منفعت کی ثقافتی قدر کو فروغ دیا ہے۔اس سے معاشرہ اور لوگ دونوں سکون سے وقت بسر کرسکتے ہیں۔

انسان کو ہر لحظہ دوسروں کا خیال رکھنا چاہیے۔عبادات کے باب میں اگر غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس میں بھی لوگوں کے لیے آسانی کی راہ تجویز فرمائی ہے۔ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے عشاء کی نماز پڑھاتے ہوئے نماز میں قرات طویل کی۔ایک شخص نے نماز سے نکل کر اپنی انفرادی نماز ادا کی اور چلا گیا۔حضرت معاذؓ تک جب یہ بات پہنچی تو آپ

---

[194] ابوداؤد،السنن،کتاب الزکاۃ،باب فی حقوق المال،ح۱۶۶۳

[195] البخاری،الجامع الصحیح،کتاب مواقیت الصلاۃ،باب السمر مع الضیف والاھل،ح۶۰۲

نے کہا وہ منافق تھا۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں جب اس بات کی خبر ہوئی تو آپ ﷺ نے حضرت معاذؓ کی تربیت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ

فإنه يصلي وراءك الكبير والضعيف وذو الحاجة[196]

(کیونکہ تمہارے پیچھے بوڑھے، کمزور اور حاجت مند نماز ادا کرتے ہیں۔)

رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ بھی لوگوں کو آسانی اور منفعت پہچانے کے اُصول پر گزری۔ آپ ﷺ کسی کے لیے مشکل اور تنگی کا سبب نہیں بنے۔ ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اَبو ایوب انصاریؓ کے گھر قیام فرمایا۔ ان کا گھر دو منزلہ تھا ۔انہوں نے بہت کوشش کی کہ آپ ﷺ بالائی منزل پر رہائش اختیار کریں کیونکہ خادم کا نیچے ہونا مناسب ہے۔ آپ ﷺ نے انکار فرمایا اور سبب بیان فرمایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس ملنے والوں اور اسلام کی تعلیم حاصل کرنے والوں کا رش موجود رہتا ہے۔لوگ بار بار آتے ہیں۔ اس کی وجہ سے بار بار آپ کے اہل خانہ کو تکلیف ہو گی۔ ان کا پردہ خراب ہو گا۔ اس لیے نیچے ہی رہائش مناسب ہے۔[197] یہ انداز فکر اور اِحساس ہی شعور پیدا کرتا ہے۔خود رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی آسانی دیکھی۔ حیات طیبہ میں کوئی ایسا واقع نہیں ملتا جس میں رسول اللہ ﷺ کے عمل یا حکم سے لوگ مشکلات کا شکار ہوئے ہوں ۔ قول و فعل کے ذرائعے سے رسول اللہ ﷺ نے اس ثقافتی قدر کو فروغ دیا۔

6. مہمان نوازی کی ثقافتی قدر کا فروغ

مہمان نوازی کی ثقافتی قدر عرب کے معاشرے میں خاص طور پر پائی جاتی تھی۔ اہل عرب معاشی تنگی کے باوجود نہایت سخی تھے۔ مہمان نوازی کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔ ان کے ہاں مسافروں کو ٹھکانے تک پہچانے کے لیے چند خاص اُمور بھی تھے۔ اہل عرب آگ کو روشن کر دیتے تاکہ مسافر باآسانی آبادی میں اپنا راستہ تلاش کر سکے اور کسی کا مہمان ہو سکے۔ موسم کی تبدیلی کے باعث اگر آگ روشن نہ ہوتی تو کتے اس لیے رکھتے کے رات کی تاریکی میں بھونکیں تو مسافر کو ٹھکانہ معلوم ہو سکے۔ سموائل بن عادیاء کا یہ شعر ان کی اس صفت پر فخر کرنے کی دلیل ہے[198]

---

[196] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاذن، باب من شکا امامہ اذا طول، ح ۷۰۵

[197] ابن ہشام، عبد الملک بن هشام بن أيوب الحميري، السيرة النبوية، مکتبة و مطبعة مصطفى البابي الحلبي ۱۹۵۵ء، ج ۱، ص ۴۹۸

[198] محمد احمد جاد، قصص العرب، ج-1، مطبعۃ عیسیٰ البابي الحلبی، القاہرۃ، مصر، 1939م، ص:1

وما اخمدت نار لنا دون طارق
ولا ذمنا فيالنازلين نزيل
رات کے مسافر کے پہنچے تک ہماری آگ نہیں بجھتی اور نہ کسی مہمان کو کبھی ہم سے شکوہ ہوا ہے اس لیے اردہ سکونت والے یہ مقام مہمان نوازی ہے قیام کر

عرب کی ثقافتی اقدار میں مہمان نوازی کو اپنا فخر تسلیم کیا جاتا تھا۔ اہل عرب میں ۳ نام مہمان نوازی اور سخاوت میں شہرت رکھتے تھے۔ حاتم طائی، کعب بن مامہ اور ہرم بن سنان کو اپنی اس صفت کی وجہ سے خاصہ شہرہ حاصل تھا۔[199] رسول اللہ ﷺ نے جب اس معاشرے میں آنکھ کھولی تو لوگوں کو اس قدر پر عمل کرتے ہوئے پایا۔ آپ ﷺ کا خاندان بھی ثقافتی اقدار پر عمل کرنا والا تھا۔ سخاوت و مہمان نوازی کرنے میں پیش پیش تھا۔ یہ ثقافتی قدر معاشرے کے لیے فائدہ مند تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر اس کے فروغ کے لیے عملی اقدامات کیے۔ عہد مکی و مدنی میں ترغیب دی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه[200]
(جو اللہ پر اور روز قیامت پر یقین رکھتا ہو اسے چاہیے کہ مہمان کی عزت و تکریم کرے۔)

رسول اللہ ﷺ نے اپنے پیروکاروں کی ذہن سازی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا مژدہ سنایا۔ مہمان کی خاطر تواضع کرنا اس کا خیال رکھنا اعمال صالحی میں سے ہے۔ کھانا کھلانا تو عظمت والا کام ہے۔ قرآن مجید بھی متعدد مقامات پر اس کی تلقین کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

إن خيركم من أطعم الطعام [201]
(تم میں سے بہتر وہ ہے جو کھانا کھلائے۔)

معاشرے میں ہر فرد کسی نہ کسیء کا مہمان بن جاتا ہے۔ اکثر دور دراز کا سفر کر کے لوگ مہمان بنتے ہیں۔ محبت کا رشتہ اسی سے قائم ہوتا ہے۔ اعتماد کی فضاء اسی سے پیدا ہوتی ہے۔ مہمان نوازی اور ضیافت کی ثقافتی قدر اہم ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی تربیت کے باعث ایسا فروغ ملا کہ اَصحاب تمنا کرتے کہ کسی کی مہمان نوازی کا موقع میسر آئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے بھوک کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا آج کون مہمان نوازی کا شرف حاصل کرے گا۔ ایک انصاری صحابی کھڑے

[199] جواد علي، المفصل فی تاریخ العرب قبل الإسلام، ج۸، ص ۱۷۰
[200] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاداب، باب اکرام الضیف وخدمتہ ایاہ بنفسہ، ح ۶۱۳۸
[201] حاکم، محمد بن عبد اللہ النیسابوري، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیہ ۱۹۹۰ء، کتاب الادب، باب خیر کم من اطعم الطعام، ح ۷۸۱۰

ہوئے اور آپ کو ساتھ لے کر چلے گئے۔ بیوی سے کہا کہ گھر میں جو کچھ بھی ہے لے آو اور کچھ چھوڑ نا مت۔ بیوی نے بتایا کہ گھر میں صرف اتنا کھانا موجود ہے کہ بچے کھا سکیں۔ انصاری صحابی نے بیوی کو ہدایت کی کہ بچوں کو سلا دو اور کھانا لے آو۔ چراغ بجا کر ساتھ شامل ہو جاو جب تک مہمان کھانا نہ تناول کر لے۔ صبح رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں صحابی اور اور ان کی بیوی کے عمل کو پسند فرمایا تو تبسم فرمایا ہے۔[202] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس ثقافتی قدر کے فروغ کے لیے جو حکمت عملی اپنائی تھی وہ کارگر ثابت ہوئی۔ عرب معاشرے کے لوگوں نے اس ثقافتی قدر کو فراموش نہیں کیا۔

7. عمدہ لباس کی ثقافتی قدر کا فروغ

لباس انسان کی شخصیت کو جاذب نظر بناتا ہے۔ انسان کی شخصیت میں خود اعتمادی پیدا کرتا ہے۔ معاشرے میں انسان کو امتیازی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ بہترین اور عمدہ لباس پہننا ثقافتی اقدار کا حصہ ہے۔ دنیا کی مختلف ثقافتوں میں لباس کی شائستگی اور خوبصورتی کا پیمانہ الگ الگ ہوتا ہے۔ لباس کا اصل مقصد ستر پوشی اور انسان کے حسن میں اضافہ کرنا ہے۔ مرد و زن کی شخصیت کو پر وقار اور خوبصورت بنانے کے لیے اسلام نے تعلیمات دی ہیں۔ اہل عرب اسلام سے قبل بھی عمدہ لباس پنا کرتے تھے۔ مرد و خواتین کا الگ الگ لباس موجود تھا۔ عرب کی ثقافت میں موسمی تغیر کا لحاظ رکھتے ہوئے لباس پہنا جاتا تھا۔ کتب تاریخ و احادیث میں جبہ، حلہ، قباء اور عباء کا ذکر ملتا ہے۔ قمیص کا استعمال بھی کیا جاتا تھا۔ خواتین کا لباس منقش ہوا کرتا تھا۔ خوبصورت منقش چادروں کا بھی ذکر ملتا ہے۔ سر پر ٹوپی یا امامہ پہنا جاتا تھا۔ پاپوش کا استعمال بھی کیا جاتا تھا۔ کتب احادیث میں کتاب اللباس کے عنوان سے تفصیلات موجود ہیں۔ انسانی شخصیت کی پہچان اور وقار کی ثقافتی اقدار کے فروغ کے لیے رسول اللہ ﷺ نے تعلیم دی ہے۔ آج کے دور میں صنفی امتیازات کو ختم کرنے کی کوششوں میں سب سے زیادہ غور لباس پر دیا جاتا ہے۔ مرد خواتین کے لباس سے مماثلت رکھنے والا لباس استعمال کرنے لگ گئے ہیں۔ خواتین کے لباس کو بھی مردانہ لباس کی شکل دی جارہی ہے۔ اس سے معاشرے میں صنفی کشمکش کی صورت حال پیدا ہو رہی ہے۔ ہر انسان کو اس کی صنفی حدود کا خیال رکھتے ہوئے اپنی شخصیت کو سنوارنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس مرد پر جو عورتوں کی طرز کا لباس پہنے اور ان عورتوں پر جو مردوں کی طرز کا لباس پہنے لعنت فرمائی ہے۔[203] اس سے معاشرے میں صنفی پہچان مشکل ہو جاتی ہے۔ معاشرے میں کئی

---

[202] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب تفسیر القرآن، باب قولہ ویوثرون علی انفسھم، ح۴۸۸۹

[203] ابوداؤد، السنن، کتاب اللباس، باب لباس النساء، ح۴۰۹۷

طرح کے مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ معاشرتی بگاڑ اسی وقت پیدا ہوتا ہے جب انسان فطرت سے بغاوت کرتا ہے۔ صنفی پہچان کو تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ ہر صنف کی اپنی پہچان اور معاشرتی ذمہ داریاں ہیں۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک عورت کے ہاتھ میں رسول اللہ ﷺ کے نام خط تھا۔ پردے کے پیچھے سے اس نے ہاتھ آگے کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور پوچھا کہ یہ ہاتھ عورت کا ہے یا مرد کا۔ عورت نے اپنی صنف کا بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

لو كنت امراة لغيرت اظفارك يعني بالحناء[204]
(اگر تم عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں کا رنگ مہندی سے تبدیل کیے ہوتی)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شخصی وقار کو مجروح کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے شخصی وقار کی ثقافتی قدر کو فروغ دیا ہے۔ عمدہ لباس اور پہناوے کی تعلیم دی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کی نعمتوں کا اثر اس کے بندے پر ہو۔[205] رسول اللہ ﷺ نے خود کبھی میلا لباس زیب تن نہ فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے منقش چادریں بھی استعمال فرمائیں۔ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے ایک کپڑے میں نماز کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے اس کو جواب دیا۔ اس نے یہی سوال حضرت عمر سے کیا تو آپ نے کہا کہ

إذا وسع الله فأوسعوا، جمع رجل عليه ثيابه، صلى رجل في إزار ورداء، في إزار وقميص، في إزار وقباء، في سراويل ورداء، في سراويل وقميص، في سراويل وقباء، في تبان وقباء، في تبان وقميص ـ قال وأحسبه قال ـ في تبان ورداء[206]
(جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں فراغت دی ہے تو تم بھی فراغت کے ساتھ رہو۔ آدمی کو چاہیے کہ نماز میں اپنے کپڑے اکٹھا کر لے، کوئی آدمی تہبند اور چادر میں نماز پڑھے، کوئی تہبند اور قمیص، کوئی تہبند اور قباء میں، کوئی پاجامہ اور چادر میں، کوئی پاجامہ اور قمیص میں، کوئی پاجامہ اور قباء میں، کوئی جانگیا اور قباء میں، کوئی جانگیا اور قمیص میں نماز پڑھے۔)

اس سے وسیع الذہن آدمی اس بات کا ادراک کر سکتا ہے کہ لباس کو باعث زینت و ستر استعمال کیا جاتا ہے۔ جو لباس جس کی شخصیت کے لیے مناسب ہو وہی لباس استعمال کرے۔ اصل مقصد انسان کی کی شخصیت کو خوبصورت بنانا ہے۔ ہر وہ چیز جو

---

[204] ابوداؤد، السنن، کتاب الترجل، باب خضاب للنساء، ح ۴۱۶۶

[205] الترمذی، السنن، کتاب الادب عن رسول الل ہ ﷺ، باب إن اللہ یحب ان یری اثر نعمت ہ علی عبدہ، ح ۲۸۱۹

[206] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ فی القمیص والسراویل والتبان والقبا، ح ۳۶۵

انسان کو خوبصورت بنائے اس کو استعمال کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے نئے لباس کو پہننے کی تعلیم دی۔ نیا لباس انسان کی شخصیت میں نکھار پیدا کرتا ہے۔ خوبصورت رنگ پہننے کی بات کی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سفید لباس پہنو کیونکہ بہترین کپڑوں میں سے ہے۔[207] ان تمام تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو عمدہ لباس پہننا چاہیے۔ رسول خدا ﷺ نے خود نیا لباس پہنا اور عرب ثقافت میں موجود تمام جائز ملبوسات کا استعمال کیا۔ سیاہ، سفید اور آتشی رنگ کے امامے سر پر سجائے۔ سادہ اور منقش چادروں کا استعمال کیا۔ انتہائی قیمتی جبے بھی پہنے۔[208] رسول اللہ ﷺ نے عمدہ اور خوبصورت لباس پہننے کی ترغیب بھی دی اور خود اعلیٰ لباس استعمال فرما کر اس کی عملی مثال بھی قائم فرمائی۔ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ عمدہ اور اچھا لباس پہننا پسند کرتا ہے۔ عمدہ پاپوش استعمال کرنا پسند کرتا ہے تو کیا یہ تکبر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں

إن الله جميل يحب الجمال[209]

(بے شک اللہ خود جمیل ہے اور خوبصورتی و جمال کو پسند کرتا ہے۔)

رسول اللہ ﷺ نے عمدہ لباس پہننے کی ثقافتی قدر کو فروغ دیا۔ صحابہ کرامؓ کو اس بات کی ترغیب دی کی نیا خوبصورت صاف اور عمدہ لباس استعمال کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی اس پر عمل فرمایا۔ آپ ﷺ کی ان تعلیمات نے اس ثقافتی قدر کو اتنا فروغ دیا کہ لوگ آج تک تو قیامت تک اس پر عمل کرتے رہیں گے۔

8. امن و امان کی ثقافتی قدر کا فروغ

امن و امان ہر قوم و ملت اور ریاست کے لیے ضروری امر ہے۔ اس کا وجود تعمیر و ترقی کا ضامن ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ساری زندگی اس ثقافتی قدر کے فروغ میں گزری۔ تاریخ میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے قبل از نبوت اپنی دانش مندی سے ایسے اقدامات کیے جو امن کی بنیاد ثابت ہوئے۔ حلف الفضول رسول اللہ ﷺ کی امن کے فروغ کے لیے ایک اہم کوشش تھی۔ کعبہ کی تعمیر نو شروع کی گئی۔ تمام قبائل نے ملکر اس کام میں حصہ لیا۔ بنیادوں سے لیکر دیواروں کی تعمیر تک سب کام مکمل کر لیا گیا۔ حجر اسود کے نصب کرنے کے معاملہ پر تنازع ہو گیا۔ قبائل نے یہ عظمت حاصل کرنے کے لیے خواہش کا اظہار کیا لیکن یہ ایک سنگین معاملہ بن گیا۔ قبائلی عصبیت اور ہٹ دھرمی کے نتیجے میں بات قتل و قتال تک جا

[207] الترمذی، السنن، کتاب الجنائز عن الرسول ﷺ، باب مایستحب من الاکفان، ح ۹۹۴

[208] محمد بن یوسف الصالحی، سبل الھدی والرشاد، ج ۷، ص ۲۶۹-۲۷۵

[209] القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب تحریم الکبر و بیانہ، ح ۲۶۵

پہنچی۔ ۴ یا ۵ دن کے بعد یہ فیصلہ ہوا کہ جو سب سے پہلے مسجد میں داخل ہو گا اس کا فیصلہ تسلیم کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ سب سے داخل ہوئے تو تمام قبائل نے آپ ﷺ پر اظہار اعتماد کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دانش مندی اور حکمت کے ساتھ ایک ایسا فیصلہ فرمایا جس پر کسی کو اعتراض نہ تھا۔ آپ ﷺ کے فیصلے کے مطابق حجر اسود کو چادر میں رکھا گیا۔ قبائل کے سرداروں نے چادر سے پکڑ کر حجر اسود بلند کیا اور نبی کریم ﷺ نے اٹھا کر نصب فرما دیا۔[210] آپ ﷺ کے فیصلے کی وجہ سے معاشرے میں امن قائم ہوا اور ایک بہت بڑی جنگ کا دروازہ بند ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے معاشرہ میں امن و امان کے لیے ہر دور میں اقدامات کیے۔ فکری طور پر ایسی تربیت فرمائی کہ لوگ امن و امان کا پرچار کرنے والے بن گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده[211]
(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔)

رسول اللہ ﷺ کی تربیت اور ترغیب کے بعد معاشرے میں امن قائم ہوا۔ ہجرت مدینہ کے بعد آپ ﷺ نے میثاق کی بات کی۔ بین المذاہب ہم آہنگی کے ذرائع امن قائم فرمایا۔ ریاست مدینہ کے ابتدائی ایام میں اس کے امن و امان کو بہتر بنانے کے لیے یہ معاہدہ فرمایا۔ تمام واقعات قبل از نبوت ہوں یا اعلان نبوت کے بعد ہوں اس امر کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ امن و امان کے فروغ کے سب سے بڑے داعی ہیں۔ فتح مکہ کے تاریخی منظر نامہ کو اگر دیکھا جائے تو امن کے فروغ کی اصل تصویر سامنے آتی ہے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی جماعت طاقت میں تھی۔ آپ ﷺ فاتح کی حیثیت سے داخل ہو رہے تھے۔ اہل مکہ نے آپ پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے تھے۔ آپ ﷺ کو ہر ممکن اذیت اور تکلیف پہنچائی تھی۔ اس موقع پر بدلہ لینا سب سے آسان کام تھا۔ مشرکین مکہ کی گردنیں اڑائی جا سکتی تھی اور ان کے مال پر قبضہ کیا جا سکتا تھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ امن و امان کے قیام کے لیے جو اقدام آپ ﷺ نے اٹھایا آج تک کوئی نہ سکا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اہل قریش تم مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ خیر ہیں کریم باپ کے بیٹے اور بھائی ہیں۔ آپ ﷺ نے ان تمام لوگوں کو معاف

[210] ابن ہشام، سیرۃ النبویۃ، ج ۱، ص ۱۹۷
[211] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب المُسلِمُ مَن سَلِمَ المُسلِمُونَ مِن لِسَانِهِ وَيَدِهِ، حدیث ۱۰

کر دیا اور ان کی گردنیں آزاد فرمادی اور فرمایا اذھبوا فأنتم الطلقاء[212] امن و امان کی بہترین فکری اور عملی جدوجہد اور فروغ کا کام کرنے والی ہستی رسول اللہ ﷺ کی ہے۔ آپ نے ہر موقع پر امن کا درس دیا اور اس کے لیے عملی اقدامات فرمائے۔

9. علم کی ثقافتی قدر کا فروغ

علم ایک وسیع اصطلاح ہے۔ علوم کی معرفت ہی اقوام و ملل کی پہچان ثابت ہوتی ہے۔ علم سے ہی معاشرے ترقی کا سفر طے کرتے ہیں۔ جب سے دنیا کا قیام عمل میں آیا ہے علم حاصل کیا جاتا ہے۔ دور حاضر میں حصول علوم کے لیے درسگاہیں قائم ہیں۔ ایک منظم اور مکمل نظام موجود ہے۔ سکول، کالجز اور یونیورسٹیاں موجود ہیں۔ دنیا میں اس وقت کثیر علوم موجود ہیں۔ تحقیق کا میدان بہت وسیع ہے۔ قدیم دور میں اس طرح کا نظام موجود نہیں تھا۔ منظم نظام تعلیم نہ تھا لیکن لوگ علوم حاصل کرتے ہیں۔ اہل عرب بھی بہت سے علوم جانتے تھے۔ قدیم دور کے لوگوں کو (خصوصا اہل عرب کو) مطلق جاہل کہہ دینا یا سمجھ لینا ایک غلط تصور ہے۔ عرب کے لوگ علوم سے معرفت رکھتے تھے۔ ان علوم کی نوعیت مختلف تھی۔ وہ لوگ فطرت کا مشاہدہ کر کے ضروری علم حاصل کیا کرتے تھے۔ عرب میں مشہور علوم علم الانساب، قیافہ، کہانت، خطابت و تحریر اور نجھتر تھا۔ ان علوم میں سے علم الانساب، قیافہ اور کہانت ایسے علوم تھے جو عربوں کی ایجاد تھے۔ مشاہدات، تجربات اور محنت کے سبب وہ ان علوم میں ماہر ہو چکے تھے۔

علم الانساب: اس علم سے لوگوں کے نسب کی پہچان کی جاتی تھی۔ اہل عرب کو اصول و فروع تمام معلوم ہوتے تھے۔ قبائلی دور میں اس کی ضرورت ہوتی تھی۔ اس علم سے لوگوں کے قبائل اور خاندان تک کی پہچان کی جاتی۔[213]

قیافہ شناسی: اہل عرب کا خود ساختہ علم تھا۔ قدموں کے نشانات سے ہی صنف، عمر، صحت کا بتا دیتے تھے۔ گم شدہ انسان اور جانوروں کا قبیلہ معلوم کر لیتے تھے۔ انسان کے ظاہری خد و خال دیکھ کر اس کی باطنی خصوصیات بھی بتا دیتے تھے۔[214]

خطابت: عرب کے خالص علوم میں علم خطابت تھا۔ قبائلی جنگوں کے دور میں جو شیلے خطبے دئے جاتے۔ فصاحت و بلاغت کے ساتھ شعر و شاعری سے کام لیا جاتا تھا۔ وعظ نصیحت یا نسلی تفاخر اور قبائلی عصبیت کو ہوا دینے کا بہتر کام خطیب کیا کرتے تھے۔

---

[212] الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک، دار المعارف، مصر ۱۹۶۷ء ج ۲، ص ۱۶۱

[213] سیّد محمود، بلوغ الارب فی معرفۃ أحوال العرب، ج ۳، ص ۱۹۸

[214] جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الإسلام، ج ۱۲، ص ۳۵۰

اس کے علاوہ عرب موسمی حالات کو مشاہدے کی بدولت بتا دیا کرتے تھے۔ علم طب اور علم نجوم میں بھی ماہر تھے۔ رسول اللہ ﷺ عرب کے اسی معاشرے میں پیدا ہوئے تھے۔ ان ہی لوگوں کے ساتھ آپ ﷺ نے زندگی بسر فرمائی تھی۔ آپ ﷺ کو اس بات کا ادراک تھا کہ علوم ہی انسان میں شعور پیدا کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے علم کی اس ثقافتی قدر کے فروغ کے لیے کام کیا۔ اسلام کی پہلی وحی ہی حصول علم کا واضح بیان ہے۔[215] رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی تربیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

طلب العلم فريضة على كل مسلم[216]
(علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔)

جمیع انسانیت کو اور خصوصا مسلم امت کو علم حاصل کرنے کا حکم دیا ہے۔ علم انسانی کی انفرادی اور معاشرے کی اجتماعی ضروریات کو پورا کرتا ہے۔ دنیا میں شعور حق و باطل پیدا کرتا ہے۔ علم کی ثقافتی قدر کو فروغ دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے لوگوں میں جذبہ پیدا کیا۔ اس کے مثبت اثرات کو بیان فرمایا۔ مسلمانوں کو خاص طور پر ہدایت جاری کی۔ حصول علم پر ثواب سے مطلع کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله حتى يرجع[217]
(جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے نکلے تو وہ لوٹنے تک اللہ کی راہ میں ہوگا۔)

قرآن مجید نے بھی متعدد مقامات پر اس کی تلقین کی ہے۔ جاہل اور عالم میں تفاوت بیان کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عملی طور پر علم کے فروغ کے لیے اقدامات فرمائے۔ دار ارقم اور صفہ کے مقامات حصول علم کے لیے خاص فرما دیے۔ ہر سطح پر رسول اللہ ﷺ نے علم کو فروغ دینے کی کوشش کی ہے۔ جنگ بدر میں مشرکین کو قیدی بنا کر لایا گیا۔ ان قیدیوں کے لیے آزادی مشرکین کو قیدی بنا کر لایا گیا۔ ان قیدیوں کی آزادی کے لیے ۴۰۰۰ درھم یا علم کتابت سکھانے کی شرط رکھی گئی۔[218] عرب

---

[215] اقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ اَلَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (العلق ۱-۵)

[216] المناوي، محمد عبد الرؤوف، فیض القدیر، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر ۱۳۵۶ھ، حرف الاطاء، ح ۵۲۶۶

[217] الترمذی، السنن، کتاب العلم عن الرسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی فضل طلب العلم، حدیث ۲۶۴۷

[218] الشیبانی، المسند، مسند ابن عباسؓ، ح ۲۲۱۶

میں مکہ کے اکثر لوگ لکھنا جانتے تھے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ تجارت کے لیے بہت سی ریاستوں کا سفر کرتے تھے۔ لکھنا انہوں وہاں سے سیکھ لیا تھا۔ کاغذ کی تجارت ان کو مہنگی پڑتی تھی اس لیے باقی جگہ کے لوگ اس سے محروم تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے انصار کے بچوں کی کتابت سکھانے کی شرط رکھ دی۔ اس سے رسول اللہ ﷺ کی علم دوستی کا ثبوت ملتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے علم کی ثقافتی قدر کے فروغ کے لیے کوئی موقع ضائع نہیں فرمایا۔ جنگ بدر میں قیدیوں کے لیے علم کتابت سکھانے کو رہائی کی شرط قرار دینا۔ مسلمانوں کے لیے علم کی راہوں کو ہموار کرنا اور اسباب پیدا کرنا عظیم کارنامہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ذہنی، فکری اور عملی ہر سطح پر علم کے فروغ کے لیے اقدامات فرمائے۔

10. ایفائے عہد کی ثقافتی قدر کا فروغ

انسانی معاشروں میں عہد اور وفاداری کی بڑی اہمیت ہوتی ہیں۔ معاہدات کرنے اور نبھانے میں اہل عرب مشہور تھے۔ دور جاہلیت میں بھی عرب اپنی اس ثقافتی قدر کو زندہ رکھے ہوئے تھے۔ عرب معاشرے کے لوگ صداقت کو پسند کرتے تھے۔ جھوٹ اسے احتراض کرتے تھے۔ جھوٹے آدمی کو حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ کسی فرد، خاندان یا قبیلے سے اگر کوئی عہد کرتے تو اس کو پورا کرتے تھے۔ ان کے نزدیک انسان کی زبان کی بڑی اہمیت تھی۔ عرب قوم دوستوں سے شدید محبت اور دشمنوں سے نفرت کھل کر کیا کرتے تھے۔ ان کی یہ عادت رسول اللہ ﷺ کی آمد سے قبل بھی باعث شرف و بزرگی سمجھی جاتی تھی۔ اسلام اور تعلیمات نبوی نے ان میں مزید نکھار پیدا کر دیا تھا۔ اہل عرب اپنے عہد کے بڑے پکے تھے۔ ایک مرتبہ بنو طئی کے ایک شخص نے اپنے قتل کئے جانے سے پہلے بادشاہ منذر بن ماءالسماء سے خاندانی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے مہلت مانگی۔ بادشاہ نے ایک وزیر کی ضمانت پر اس کو ایک سال کی مہلت دے دی۔ سال مکمل ہونے سے ایک رات قبل وہ شخص واپس دربار میں آ گیا۔ بادشاہ حیران ہوا اور ہوا اور اس سے سوال کیا۔ اس نے جواب میں کہا کہ میں آپ سے کیا ہوا عہد نہیں توڑ سکتا تھا۔ جراد (جس شخص نے اس کی ضمانت دی تھی) کا جو میرے اوپر اعتماد تھا اس کو خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں اپنے خاندان کی شرف و بزرگی پر بھی کوئی حرف نہیں لا سکتا۔[219] اس واقع سے اہل عرب کی ثقافتی قدر ایفائے عہد کے بارے

[219] سید محمود، بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب، ج۱، ص ۱۳۳

میں معلوم ہوتا ہے۔ یہ لوگ جان کی بازی لگا کر عہد کو پورا کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس ثقافتی قدر کو فروغ دیا ۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کے سامنے اللہ کا مبارک ارشاد رکھا۔

یٰٓاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَوۡفُوۡا بِالۡعُقُوۡدِ۔۔۔۔[220]

(اے ایمان والو! (اپنے) عہد پورے کرو۔)

معاہدے کی پاس داری بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اقوام کی اخلاقی حالات کا اندازہ ان کے معاہدوں سے لگایا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس قدر کی فروغ کے لیے عملی کام بھی کیا۔ حیات طیبہ میں رسول اللہ ﷺ نے کسی معاہدے کی خلاف ورزی نہ فرمائی۔ لوگوں کو ذہنی طور پر اس کے لیے تیار فرمایا۔ لوگوں کو یہ باور کروایا کہ یہ محض لغو جملے نہیں ہیں۔ یہ تمہارے منہ کی باتیں نہیں ہیں۔ تم ایسا نہیں کر سکتے کے معاہدہ کر و اور اس کا پالن نہ کرو۔ عہد شکنی کر کے تم آزاد نہیں گھوم سکتے۔ اس عہد شکنی کا تم سے سوال کیا جائے گا۔ ارشاد ربانی ہے کہ

وَ اَوۡفُوۡا بِالۡعَہۡدِ ۚ اِنَّ الۡعَہۡدَ کَانَ مَسۡـُٔوۡلًا[221]

(عہد کی پابندی کرو، بے شک عہد کے بارے میں تم کو جواب دہی کرنی ہو گی۔)

معاہدوں کے متعلق پوچھا جائے گا۔ عہد شکنی کی سزا دی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے میثاق مدینہ کیا۔ اس کی تمام شرائط پر عمل کیا۔ یہ معاہدہ بعد میں یہود کی جانب سے توڑا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی عہد شکنی نہیں فرمائی۔ اس کی ایک اہم مثال معاہدہ حدیبیہ ہے۔ شرائط طے پا رہی تھی اسی اثناء میں سہیل کے فرزند ابو جندلؓ زجیروں میں جکڑے قید سے بھاگ کر آ گئے۔ سہیل نے کہا کہ یہ آپ کی جانب سے معاہدے کی شق پورا کرنے کا آغاز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو جندلؓ کو دوبارہ مکہ لوٹ جانے کا حکم ارشاد فرمادیا۔ اس وقت تمام صحابہ اور مسلمانوں کے لیے دشوار ترین فیصلہ تھا مگر آپ ﷺ نے معاہدہ کو پورا فرمایا۔[222] رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے ساتھ کیے گئے تمام معاہدوں کو پورا کیا۔ آپ ﷺ نے اس ثقافتی قدر کو عملی ثبوت سے بھی فروغ دیا ہے۔ معاہدہ حدیبیہ بھی قریش مکہ نے ایک شق کی خلاف وارزی کرتے ہوئے توڑا تھا۔ قریش نے

---

[220] المائدہ:1

[221] بنی اسرائیل:34

[222] واقدی، محمد بن عمر بن واقد السہمی، مغازی، دار العلمی بیروت ۱۹۸۹ء، ج۲، ص۶۰۷

مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنو خزاعہ کے خلاف اپنے حلیف قبیلے کی مدد کی تھی۔بنو بکر کو عسکری قوت کی فراہمی کی تھی۔خلاف ورزی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مکہ کی طرف عسکری قوت کے ساتھ سفر کیا۔یہی وہ موقع تھا جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مشرکین مکہ پر مکہ میں فتح عطاء فرمائی۔[223] الغرض رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول و فعل سے ایفائے عہد کی ثقافتی قدر کو فروغ دیا۔جماعت صحابہ اور قیامت تک آنے والے تمام لوگوں کے لیے راہ متعین فرمادی۔

حاصل بحث:

ثقافت قومی تشخص کی علامت ہوتی ہے۔ثقافتی اقدار کی اقوام کی فکری بلندی کی علامت ہوتی ہیں۔ثقافتی اقدار کا فروغ قوم ملت کی بقاء کے لیے ضروری ہے۔کسی بھی چیز کو اگر ایک نسل ترک کر دے تو آنے والی نسلیں ان کو فراموش کر دیتی ہیں۔ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ان کا وجود مٹ جاتا ہے۔وہ اقوام جو اپنی ثقافتی اقدار کے فروغ میں ناکام رہی آج وہ تاریخ کے اَوراق میں ہی ملتی ہیں۔اس دنیا میں کسی فکر، نظریے یا سوچ کو پھیلانے کے لیے اقدامات کرنے پڑتے ہیں۔منصوبہ بندی کی ضرورت ہوتی ہے۔اگر اس کے فروغ کے لیے کام نہ کیا جائے تو وہ بہت جلد ختم ہو جاتی ہے۔ثقافتی اقدار بھی اسی طرح ختم ہو جاتی ہیں۔لوگ اپنے ثقافتی ورثے کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے ثقافتی اقدار کے تحفظ کے لیے ان کو فروغ دیا۔ثقافتی اقدار نے اہل عرب کی پہچان دنیا میں کروادی۔دنیا کی بڑی بڑی ثقافتوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہو گئے۔جن جن علاقوں پر حکومت کی اپنا ثقافتی رنگ چھوڑ کر آئے۔رسول اللہ ﷺ کی اصلاح نے عرب ثقافت کو پاکیزہ بنا دیا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے فکری اور عملی طور پر ثقافتی اقدار کے گروغ کے لیے کام کیا۔انفرادی اور اجتماعی تربیت فرمائی۔دین متین کا حصہ بنا کر لوگوں کو پیش کیا۔رسول اللہ ﷺ کی جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ ہر مسلمان کسی بھی ملک کا ہو کسی بھی تہذیب و ثقافت کا ہو ان اقدار کا خیال کرنے والا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ایسا فروغ دیا کہ رہتی دنیا تک عرب کی ثقافت پر عمل ہوتا رہے گا۔ان کی ثقافت کی خصوصیات بیان کی جاتی رہیں گی۔

---

[223] محمد بن جریر طبری، تاریخ طبری، ج۲، ص۱۵۰-۱۶۰

فصل سوم: عہد نبویؐ میں ثقافتی اقدار کا تحفظ

دنیا کی تاریخ میں بہت سی ثقافتوں نے جنم لیا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کچھ ثقافتوں نے عروج کی منزل پائی۔ ثقافتی اقدار کی بدولت اقوام وملل نے دنیا کے نقشے پر اپنا تسلط بھی قائم کیا۔ ایک وقت ایسا آیا کے عروج سے زوال کا سفر طے کرنا پڑا۔ مناسب منصوبہ بندی کے فقدان کی وجہ سے وہ ثقافتیں زیادہ دیر تک اپنا وجود قائم نہ رکھ سکیں۔ آج بھی تیز رفتار سے دنیا ترقی کی منازل طے کر رہی ہے۔ اس جدید دور میں بھی اپنی ثقافتی ساکھ کو بچا کر رکھنے کے لیے منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ انسان کے پاس آج ڈیٹا محفوظ کرنے کے وسائل موجود ہیں۔ ہر طرح سے چیزوں کو قید کر سکتا ہے۔ انسانی عقل نے دنیا کا نقشہ ہی تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ دنیا کو ایک عالمی گاوں بنا دیا ہے۔ بصیرت اور دور اندیشی سوال کرتی ہے کہ کیا انسان اپنی ثقافتی اقدار کو بچا پائے گا؟ کیا انسان اپنی ثقافت کو مردہ ہونے سے روک پائے گا؟ ان تمام باتوں کا جواب ہمیں تاریخ دیتی ہے۔ عرب کی ثقافت جو صدیوں پر محیط ہے آج بھی موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بروقت جو حکمت عملی اپنائی اس نے ثقافتی اقدار کو دوام بخشا۔ رسول خدا ﷺ نے ثقافتی اقدار کا تحفظ فرمایا۔ جن اقدار کو لوگ فراموش کرتے جا رہے تھے ان کو حیات نو بخشی۔ رسول اللہ ﷺ کی حکمت عملی میں دو پہلو موجود تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ثقافتی اقدار کے تحفظ اور فروغ کے لیے کام کیا۔ لوگوں کو فکری اور عملی طور پر اس کے لیے تیار کیا۔ جن اقدار کے فروغ کی ضرورت تھی ان کے فروغ کے لیے محنت کی۔ جن اقدار کے نقوش مٹتے جا رہے تھی ان کے تحفظ کے لیے جدوجہد کی۔ مناسب منصوبہ بندی کے ذرائع رسول اللہ ﷺ نے عرب کی ثقافت کو دنیا کے ہر علاقے میں پھیلا دیا۔ اس فصل میں ثقافتی اقدار کے تحفظ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی محنت و جدوجہد کو نیان کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ کی حکمت عملی کو سمجھنے کی کوشش وسعی کی جائے گی۔

1. توحید کی ثقافتی قدر کا تحفظ

کائنات کا مطالعہ اور دنیا کا مشاہدہ کرنے کے بعد عقل خالق کی تلاش کرتی ہے۔ انسان اپنی فکری اور جسمانی ضرورت کو پورا کرنے والے کی کھوج کرتا ہے۔ فطرت کے مظاہر دیکھ کر انسان تجسس کا شکار ہو جاتا ہے۔ انسان کی اس تلاش اور جستجو کو ختم کرنے کے لیے خالق کائنات نے منظم نظام کو تشکیل دیا ہے۔ مذاہب کا اصل مقصد بھی اس ذات معرفت حاصل کرنا ہے۔ دنیا کے تمام مذہب خدا کا تصور پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کتابیں اور صحیفے اسی مقصد کے لیے نازل کیے ہیں۔ انبیاء ورسل کا ایک طویل سلسلہ بھی اسی کی ایک کڑی ہے۔ انسانی معاشروں نے جہالت یا تعصب کے سبب حقیقت سے رخ پھیر لیا۔ کسی نے اصنام

تراش لیے تو کسی نے نجوم کو خدا مان لیا۔ کسی نے سورج کو دیوتا تسلیم لیا تو کسی نے آگ کو معبود مان لیا۔ الغرض جس کی عقل نے جہاں طاقت اور فائدہ دیکھا وہاں ہی سر کو جھکا دیا۔ اہل عرب بھی اسی دلدل میں پھنس چکے تھے۔ ابراہیم علیہ السلام کے دین حنفی پر ہونے کا دعویٰ تو کرتے تھے لیکن عملی میدان میں گمراہ تھے۔ عیسائیت کے تحریف شدہ عقیدے سے متاثر تھے یا یہودیت کی مسخ شدہ تعلیمات کو رہبر تسلیم کرتے تھے۔ اہل عرب اپنے عقائد کو اس حد تک گمراہ کن بنا چکے تھے کہ ہدایت کا نور بھی نہ دیکھ پا رہے تھے۔ خدا کی ذات کو تسلیم کرنے کے بعد اس کے گھر میں بتوں کو سجا رکھا تھا۔ رزق، امن، بارش اور ناجانے کس کس انداز سے خدا کے خود ساختہ وزیر بنا رکھے تھے۔ ان کی عبادت اور نذر و نیاز میں مشغول رہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے عقیدہ توحید کی ثقافتی قدر کا تحفظ فرمایا۔ لوگوں کے دلوں سے اصنام کی محبت نکالی۔ خدائے یکتا و برتر کا عشق ان کے سینوں میں ڈالا۔ اعلان نبوت کے بعد ۱۳ سال تک توحید کا پرچار کیا۔ درست عقیدہ لوگوں کو سکھایا۔ الوہیت کا اصل تصور ان کو عطاء کیا۔ آپ ﷺ ان کے خیالات، احساسات، جذبات اور عبادات کا رخ درست سمت میں کیا۔ آپ ﷺ نے بتایا کہ

فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗ اَسْلِمُوْا۔۔۔ [224]

(پس تمہارا خدا ایک ہی خدا ہے اور اسی کے تم مطیع فرمان بنو۔)

تمہارا خدا ایک ہے۔ نہ تو کسی کی اولاد ہے اور نہ ہی کوئی اس کی اولاد ہے۔ اس کا کوئی وزیر نہیں ہے جس کی سفارش پر تمہارا کام ہو جائے گا۔ بس اپنی فکری اور جسمانی طاقتوں کو اس کے سامنے جھکا دو۔ اس کو اپنا رب تسلیم کر لو۔ یہ جو خود اپنے ہاتھوں سے تراشے صنم ہیں ان کی عبادت چھوڑ دو۔ اس کی بنائی ہوئی مخلوق (چاند، ستارے، آگ، سورج اور شجر و حجر) کو اپنا معبود نہ مانو۔ کیونکہ وہی ذات ہے جو اس کی مستحق ہے۔ قرآن نے اس گوائی دی کہ

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا [225]

(اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ)

---

[224] الحج:34

[225] النساء:36

اللہ ہی ہے جو تمام چیزوں کا خالق اور پالنہار ہے۔ یہ تمہارا حسن و جمال، مال و دولت، شرف و بزرگی، حسب و نسب، علم و عمل الغرض ہر نعمت اسی کی عطاء کردہ ہے۔ اللہ ہی تمہاری ضروریات پوری کرنے والا ہے۔ جلوت و خلوت میں وہی تمہاری نگرانی کرنے والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید کا واضح اعلان سنایا کہ

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ.........[226]

(تم کو جو نعمت بھی حاصل ہے اللہ ہی کی طرف سے ہے۔)

سب کچھ تمہیں عطاء کرنے والا، سب نعمتوں سے نوازنے والا، دکھ و تکلیف میں تمہارا سہارا، خوشی کے لمحات کا لطف عطاء کرنے والا وہی ہے۔ تم کہاں گمراہی کے صحرا میں بھٹک رہے ہو۔ تسلیم کرو اور مانو اس ذات کو جو رب ہے ہمارا بھی اور تمہارا بھی۔

رسول اللہ ﷺ نے اس ثقافتی قدر کا تحفظ ۲۳ برس تک فرمایا۔ فکری طور پر لوگوں یہ سمجھایا۔ عملی میدان میں زندگی کے ہر موقع پر اس کا اظہار کیا۔ آپ ﷺ کے قول فعل سے اس ثقافتی قدر کا تحفظ ممکن ہوا۔ عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اس حالت میں دنیا سے گیا کہ وہ کسی چیز کو اللہ کا شریک سمجھتا تھا دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔[227] رسول اللہ ﷺ نے نبی اور راہنما ہونے کی حیثیت سے اس ثقافتی اور دینی قدر کا تحفظ کیا۔ تمام طرح تکالیف، مصائب اور مشکلات میں ثابت قدم رہے۔ ہر عزیمت کو برداشت کیا مگر الوہیت کا اصل تصور پیش کیا۔ توحید کا عقیدہ لوگوں کو سکھایا۔ لوگوں کی اصلاح کی اور گمراہی کے اندھیروں سے نکالا۔ توحید کی ثقافتی قدر کا تحفظ ہر سطح پر کیا۔

2. عزت وناموس کی ثقافتی قدر کا تحفظ

انسان کی جان و مال کی طرح اس کی عزت و ناموس بھی گراں قدر چیز ہے۔ معاشرے میں ہر فرد کی عزت ہے۔ غریب ہو یا امیر ،عالم ہو یا جاہل، صاحب اقتدار ہو یا عام آدمی، حاکم ہو یا رعایا سب کی عزت برابر ہے۔ کسی کو اجازت نہیں ہے کہ وہ دوسروں کی عزت و ناموس کو تاڑ تاڑ کرے۔ عرب جاہلیت کے دور میں اس ثقافتی قدر کو فراموش کر چکے تھے۔ معاشرے میں صاحب مال

---

[226] النحل:53

[227] القشیری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، ومن مات، لایشرک باللہ شیئا، دخل الجنۃ من مات مشرکا دخل النار، ح ۲۶۸

اور طاقتوار کا مقام تو تھا لیکن عام آدمی اس سے محروم تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس ثقافتی قدر کا تحفظ فرمایا۔ لوگوں کو عزت دی۔ ہر اس برائی کا سدوباب کیا جس سے انسان کی عزت وناموس مجروح ہوتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

ومن ستر مسلما , ستره الله يوم القيامة [228]

(جو کسی مسلمان کے عیبوں کو چھپائے گا قیامت کے روز اللہ اس کے عیبوں پر پردہ ڈالے گا۔)

رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی فکری تربیت فرمائی تا کہ لوگ تنہائی میں بھی اس بات پر آمادہ نہ ہوں۔ ایک دوسرے کی عزت کے محافظ بن جائیں۔ رسول خدا ﷺ نے ہر اس چیز کی سزا بیان فرمادی جو انسانی عزت کو خراب کر سکتی تھی۔ معاشرے میں ایسا نظام بنایا جس سے لوگوں کی عزت وناموس کو محفوظ کیا جاسکے۔ زنا اور تہمت کی سزا جاری فرمادی تا کہ لوگوں اس طرف خیال تک نہ جائے۔ معاشرے میں امن وسکون قائم رہے۔ ارشاد ربانی کے ذرائع لوگوں کی ذہن سازی فرمائی

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلً [229]

(زنا کے قریب نہ پھٹکو، وہ بہت برا فعل اور بڑا ہی برا راستہ۔)

انسان کی عزت و آبرو کی حفاظت کی خاطر معاشرے کو متنبہ کیا۔ غیر شادی شدہ کے لیے ۱۰۰ کوڑوں کی سز[230]ا اور شادی شدہ آدمی کو رجم [231] کرنے کی سزا مقرر کی گئی۔ [232] اسلام نے انسانی عزت کے تحفظ کے لیے عملی اقدامات کیے ہیں۔ عام طور پر کسی کی عزت اچھالنے کے لیے اس پر الزام لگا دیا جاتا ہے۔ اس کے بارے میں بدگمانی پھیلا دی جاتی ہے۔ اس سے معاشرے میں اس کے بارے میں ایک برا تاثر قائم ہو جاتا ہے۔ اس کی عزت مجروح ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا دروازہ بھی بند فرما دیا۔ تہمت لگانے والے کے لیے بھی سزا کا حکم نامہ جاری کر دیا گیا۔ اگر کوئی انسان کسی پر جھوٹا الزام لگا دے۔ کسی پر زنا کی

---

[228] الترمذی، السنن، کتاب الحدود عن رسول اللہ ﷺ، باب ما جاء فی ستر علی المسلم، ح ۱۴۲۶

[229] اسراء:32

[230] اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ النور ۲

جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ

[231] رجم ایک شرعی سزا ہے۔ شادی شدہ مرد وزن اگر زنا کا ارتکاب کریں تو انہیں دی جاتی ہے۔ اس میں انسان کا جسم زمین میں دھنسا دیا جاتا ہے اور پھر اس کو پتھر مارے جاتے ہیں یہاں تک کے وہ مر جائے۔

[232] ابو داؤد، السنن، کتاب الحدود، باب الرجم ماعز بن مالک، ۴۴۱۹

تہمت لگادے۔اس کے نقصانات پھر معاشرے کو بھگتنا پڑتے ہیں۔عزت کے نام پر قتل یا خاندانوں میں دشمنیاں اور ناجانے کتنی ہی عزیمت برداشت کرنی پڑتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے حکم ربانی بیان فرمایا

وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا[233]

(اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ لے کر نہ آئیں، ان کو اَسّی کوڑے مارو اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو، اور وہ خود ہی فاسق ہیں۔)

جو لوگ کسی عزت و عصمت کا خیال نہیں رکھتے پھر معاشرہ اور ریاست ان پر رحم نہیں کرتا۔ ہر انسان کی عزت اس کا بنیادی حق ہے۔اس کی حفاظت کو پورا حق رکھتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ہر جہت سے اس ثقافتی قدر کا تحفظ کیا ہے۔آپ ﷺ نے کسی قسم کی گنجائش نہیں دی۔کوئی انسان کسی کو گالی دے، لعنت کرے یا برے القاب سے پکارے تو اس کی عزت پر حرف آتا ہے۔وہ انسان اپنی عزت کو غیر محفوظ سمجھتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اس کا دروازہ بند کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

يس المؤمن بالطعان، ولا اللعان، ولا الفاحش ولا البذي[234]

(مومن بہت زیادہ لعن طعن کرنے والا، بدکردار، اور فحش گو نہیں ہوتا۔)

رسول اللہ ﷺ نے انفرادی اور اجتماعی طور پر لوگوں کو عزت کی حفاظت کا درس دیا۔لوگوں کو ایک دوسرے کی ناموس کی طرف بری نگاہ رکھنے سے منع فرمایا۔اس کے ساتھ ساتھ کسی انسان کو یہ اجازت بھی نہیں دی کہ وہ اپنی رضا سے ایسا کام کرے جس سے اس کی ذاتی، خاندانی یا معاشرے کی ناموس میں فرق آئے۔اسلام سے قبل عرب میں جسم فروشی کا کام کیا جاتا تھا۔[235] شراب پی کر وہ اس گناہ کا ارتکاب کرتے۔لیل و نہار کی رنگینیاں وہاں مناتے تھے۔عرب میں کچھ گھر بھی صرف اس فعل قبیح کے لیے مشہور تھے۔اس سے معاشرے کی بدنامی اور خاندان کی شرافت و بزرگی پر حرف آتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اس کام کا بھی دروازہ بند کر دیا۔رسول اللہ ﷺ کی جدوجہد سے ثقافتی قدر کا تحفظ ممکن ہوا۔خواتین کو لوگ عزت کی نگاہ

[233] النور:5

[234] البخاری، الجامع الصحیح، محمد بن اسماعیل، صحیح الادب المفرد، دار الصدیق للنشر والتوزیع ۱۹۹۷ء، باب لیس المومن بالطعان، ح ۳۱۲

[235] جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الإسلام، ج۹، ص ۱۳۵

سے دیکھنے لگے۔ مردوں میں حیاء کا وصف پیدا ہوا۔ لوگ ایک دوسرے کی عزت کا خیال رکھنے لگے۔ یہ تمام چیزیں آپ ﷺ کی کوشش سے ممکن ہوئیں۔

3. معاشی حقوق کی ثقافتی قدر کا تحفظ

دنیا میں زندگی بسر کرنے کے لیے معاش بنیادی ضروریات میں سے ہے۔ دنیا کے کسی بھی خطے میں بسنے والا انسان معیشت سے جڑا ہوتا ہے۔ زندگی کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے کوشش کرتا ہے۔ نظام معیشت قوم ملت کی ترقی کا راز ہوتا ہے۔ ہر انسان کا معاشی حق ہوتا ہے۔ معاشرہ اور ریاست انسان کے اس حق کے محافظ ہوتے ہیں۔ معاشرے کی ثقافت بھی انسان کو اس کا بنیادی معاشی حق دیتی ہے۔ ثقافتی اقدار میں معاشی حقوق کی قدر بھی شامل ہوتی ہے۔ اسلام سے قبل عرب میں معاشی حقوق کا خیال نہیں رکھا جاتا تھا۔ معاشرے میں غریب طبقے کے ساتھ غیر معیاری سلوک برتا جاتا تھا۔ عرب کے معاشی حالات کا مطالعہ کرنے سے ان کے نظام معیشت میں تفاوت واضح ہوتا ہے۔ غریب اور امیر طبقے میں امتیازی سلوک کا علم ہوتا ہے۔ مکہ اور اس کے مضافات میں زمینیں زرخیز نہیں تھیں۔ پتھریلی چٹانیں یا وسیع صحرا پائے جاتے تھے۔ ان علاقوں میں زراعت بہت کم تھی۔ عرب کے کچھ علاقوں میں زرخیز زمین بھی موجود تھی۔ وہاں کے لوگ کھیتی باڑی سے منسلک تھے۔ دوسرا اہل عرب تجارت بھی کیا کرتے تھے۔ مال کی خرید و فروخت کا کام کیا کرتے تھے۔ تجارت کے سلسلے میں دور دراز کا سفر کیا کرتے تھے۔ یہ طبقہ دولت مند اور طاقتوار بھی تھا۔ معاشی نظام کی کمزوری اور تقسیم وسائل فقدان کی وجہ سے عرب میں جرائم بھی پائے جاتے تھے۔ قبائل اپنی بنیادی ضروریات اور جنگی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے قافلے لوٹا کرتے تھے۔ چوری چکاری اور لوٹ مار کا بازار گرم کرتے تھے۔ اہل عرب کے چند بازار عام اور کچھ بازار اشرافیہ کے لیے خاص تھے۔ الغرض اہل عرب میں معاشی حقوق کا تصور نہیں پایا جاتا تھا۔ معاشی حقوق کی ثقافتی قدر کی اہمیت کو رسول اللہ ﷺ نے اجاگر کیا۔ اس ثقافتی قدر کے تحفظ کے لیے کام کیا۔ عرب تاجر جب قافلہ لے کر جاتے تو بہت سے لوگوں کا سرمایہ شامل ہوتا تھا۔ قافلے کے لٹ جانے کی صورت میں بہت سے لوگ اپنے مال سے محروم ہو جاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے معاشی حقوق کے تحفظ کے لیے ایک منظم نظان وضح فرمایا۔ چور کی سزا مقرر کی گئی۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا

وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا.....[236]

---

[236] المائدہ:38

(چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو یہ بدلہ ہے اس کا جو انہوں نے کیا۔)

معاشرے کو جرائم سے پاک کرنے اور لوگوں کو ان کا بنیادی حق فراہم کرنے کے لیے سزا مقرر کر دی گئی۔ عرب میں لوگوں سے مال کو خرید و فروخت کے نام پر لوٹا جاتا تھا۔ بازار کا کوئی اُصول نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے حلال اور حرام کا تصور پیش کیا۔ اس کے بعد ذخیرہ اندوزی، ناپ تول میں کمی، گھٹیا مال اور عمدہ مال کو یکجا کر کے فروخت کرنے سے منع فرمایا ۔انسان جب اپنا مال خرچ کرے تو اس کے عوض چیز بھی اس کے مطابق ہونی چاہیے۔ رسول اللہ نے کسی صورت میں استحصال کی اجازت نہیں دی۔ ہر انسان کا معاشی حق محفوظ کیا۔ اس کے بعد عرب میں موجود سود کا نظام انسان کے معاشی حقوق پر سب سے بڑا ڈاکہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے سود کو حرام قرار دے دیا۔ قرآن مجید میں تجارت کو حلال اور سود کو حرام قرار دیا گیا ہے۔[237] رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ سود کو ختم کر دیا گیا ہے۔ رسول اللہ نے سب سے پہلے عباس بن عبد المطلب کے سود کو باطل قرار دے دیا[238]۔ رسول اللہ نے لوگوں کی فکری تربیت بھی فرمائی۔ یہاں تک لے اس نظام میں زندگی گزرنے والے لوگ اس کو دل سے سنگین جرم تصور کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے سود کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ

الرِّبَا اثْنَانِ وَسَبْعُونَ بَابًا، أَدْنَاهَا مِثْلُ إِتْيَانِ الرَّجُلِ أُمَّهُ[239]

(سود میں ستر گناہ ہیں۔ سب سے ادنا گناہ یہ کہ مرد اپنی ماں سے ہمبستری کرے۔)

رسول اللہ ﷺ نے معاشی حقوق کے تحفظ کے لیے انفرادی سطح پر تربیت فرمائی۔ عملی طور پر اپنے خاندان کا سود باطل قرار دیا ۔لوگوں کو اس کی سزا اور نقصانات بتائے۔ اس سے لوگوں کے معاشی حقوق کا تحفظ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ بہت سی ایسی ترمیمات کیں جس سے معیشت میں بہتری آئی۔ جس سے لوگوں کے معاش میں اضافہ ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس زمین ہو وہ اسے ضرور کاشت کرے یا اپنے بھائی کو دے۔[240] اس سے ریاست اور معاشرے کو دونوں کو فائدہ ہوا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ کا حکم ارشاد فرمایا۔[241] اس سے ارتکاز دولت ختم ہوا۔ مال صرف امیر لوگوں کی تجوریوں میں محفوظ

---

[237] اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا البقرہ:275

اور اللہ نے حلال کیا بیع اور حرام کیا سُود

[238] ابن کثیر، البدایہ والنھایہ، ج۴، ص۳۴۰

[239] الطبرانی، سلیمان بن أحمد، المعجم الأوسط، دار الحرمین، قاہرہ ۱۹۹۰، باب میم، ح ۷۱۵۱

[240] سنن ابو داو، کتاب البیوع، باب فی التشدید فی ذلک، ح ۳۳۹۵

[241] وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ البقرہ ۴۳

(اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو)

نہ ہوا۔ معاشرے میں موجود غریب و نادار طبقے تک پہنچا۔ لوگوں کو بنیادی ضروریات پوری کرنے میں آسانی ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسا منظم نظام پیش کیا جس میں ہر فرد کے معاشی حقوق کو تحفظ ملا۔ رسول کریم ﷺ نے انفاق کا نظام متعارف کروایا۔ جس کو دنیا جدید اصطلاح سوشل سکیورٹی (social security) کہتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید اور اپنے اقوال افعال کے ذریعے اس نظام کو قائم فرمایا۔ غریب، نادار، یتیم اور مساکین کی مدد کے لیے لوگوں کی تربیت فرمائی۔ معاشرے میں اس طبقے کا خیال رکھنے کے لیے جدوجہد فرمائی۔ اس کے اجر و ثواب سے لوگوں کو آگاہ فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے معاشرے کے موجودہ نظام میں اصلاح فرما کر اور نئی اصطلاحات متعارف کروا کر تحفظ فراہم کیا۔ لوگوں کے معاشی حقوق کو محفوظ فرمایا۔

4. خواتین کے سماجی حقوق کی ثقافتی قدر کا تحفظ

دنیا کی تخلیق کے بعد نظام دنیا کو چلانے کے لیے انسانیت کی تخلیق عمل میں آئی۔ مرد و زن سے اس دنیا کا نظام شروع ہوا۔ مرد اور عورت ہی خاندان کی بنیادی اکائی ہوتے ہیں۔ ان سے ہی نسل انسانی چلتی ہے۔ خواتین کا معاشرے میں بہت اہم کردار ہوتا ہے۔ معاشرے کے ہر نظام میں خواتین اپنی ذمہ داریاں پوری کرتی ہیں۔ اہل عرب میں خواتین کو کوئی حق حاصل نہیں تھا۔ سب سے بڑھ کر وہ لوگ عورت سے زندگی کا حق بھی چھین لیتے تھے۔ اہل عرب میں ایسے قبائل موجود تھے جو بچیوں کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ یہ عادت باقی عرب قبائل میں بھی پھیل چکی گئی۔ چند قبائل اس کی مخالفت کیا کرتے تھے۔ ان میں قریش سرفہرست تھا۔[242] رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے خواتین کو زندگی گزارنے کا حق دیا۔ اس عمل کی شدید مخالفت فرمائی۔ ارشاد ربانی ہے کہ

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا۔۔۔۔۔۔[243]
(جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔)

رسول اللہ ﷺ نے خواتین کے سماجی حقوق کے تحفظ کے لیے ہر سطح پر اقدامات کیے۔ عرب ثقافت کی ہر اس قدر کی اصلاح کی جو خواتین کو حقوق سے محروم رکھتی تھی۔ عرب معاشرے میں خواتین کو میراث میں سے کوئی حصہ نہیں دیا جاتا

---

[242] مصطفی بن حسنی السباعی، المراۃ بین الفقہ والقانون، مکتبۃ الوراق، الریاض، السعودیۃ، ۱۹۹۹ء، ص، ۲۰

[243] المائدہ:32

تھا۔ خاوند، بیٹے یا باپ کی جانب سے کسی قسم کا ترکہ وصول کرنے کا حق نہیں رکھتی تھی۔ عورت کے پاس وراثت کا حق ہی نہیں تھا۔[244] رسول اللہ نے خواتین کے حق میراث کا تحفظ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تقسیم کی وضاحت فرمادی۔ سورہ نساء میں تمام لوگوں کے حصے مقرر کر دیے گئے۔ عرب کے معاشرے میں خواتین کی عزت کا فقدان تھا۔ خواتین جسم فروشی کا کاروبار کرتی تھیں۔ لونڈیوں کو ان کے مالک جبراً جسم فروشی پر مجبور کر کے مال کماتے تھے۔[245] عورت کی عزت و ناموس کو جنسی بے راہ روی میں استعمال کیا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے خواتین کی عزت کے تحفظ کے لیے عملی اقدامات فرمائے۔ زنا کی حد مقرر کی۔[246] تہمت کی حد مقرر کی۔[247] شرم وحیاء کا درس دیا۔ آپ ﷺ فکری طور پر لوگوں عزت کرنے پر آمادہ کیا۔ مردوں کو نگاہوں کو جھکا کر رکھنے کا حکم دیا۔[248] ہر مقام پر اپنی نگاہوں، خیالات و افکار کو محفوظ کرنے کی تلقین فرمائی۔ دور جاہلیت میں لوگ اپنی سوتیلی ماں سے شادی کر لیتے تھے۔ اس کام کا حقدار سب سے بڑا بیٹا ہوا کرتا تھا۔[249] عرب میں نکاح کی بھی کئی اقسام تھی۔[250] ہر وہ قسم جس میں عورت کی عزت و ناموس خراب ہوتی آپ ﷺ نے ناجائز قرار دے دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے خواتین کے حق عزت کا تحفظ فرمایا۔

عرب میں لکھنے پڑھنے کا رواج کم تھا۔ عموماً مرد حضرات ہی علوم حاصل کرتے تھے۔ خواتین کو تعلیم کا کوئی نظام موجود نہیں تھا ۔ رسول اللہ ﷺ نے مطلق تعلیم حاسل کرنے کو سب پر لازم قرار دیا۔ خواتین نے اولاد کی تربیت کرنی ہوتی ہے۔ ایک نسل کو پڑوان چڑھانا ہوتا ہے۔ اس لیے اس ی تعلیم بے حد ضروری ہے۔ عہد نبوی ﷺ میں خواتین علم حاصل کیا کرتی تھی۔ ازواج مطہرات علم حاصل کرنے میں پیش پیش تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

---

[244] مصطفی بن حسنی السباعی، المراۃ بین الفقہ والقانون، ص۱۹

[245] جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الإسلام، ج۹، ص۱۳۵

[246] اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (النور)

(جو عورت بدکار ہو اور جو مرد تو ان میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ)

[247] وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا (النور)

(اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں پھر چار گواہ معائنہ کے نہ لائیں تو اُنہیں اسّی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی نہ مانو)

[248] قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِم (النور)

(آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں)

[249] مصطفی بن حسنی السباعی، المراۃ بین الفقہ والقانون، ص۲۰

[250] نکاح استبضاع، نکاح بدل، نکاح الرھط، نکاح مشترکہ وغیرہ

لاثة يؤتون اجرهم مرتين الرجل تكون له الامة، فيعلمها فيحسن تعليمها، ويؤدبها فيحسن ادبها[251]

(تین طرح کے آدمی ایسے ہیں جنہیں دوگنا ثواب ملتا ہے۔ اول وہ شخص جس کی لونڈی ہو' وہ اسے تعلیم دے اور تعلیم دینے میں اچھا طریقہ اختیار کرے' اسے ادب سکھائے ۔)

رسول اللہ ﷺ نے خواتین کے سماجی حقوق کا تحفظ فرمایا۔ خواتین کے تمام طر سماجی حقوق ادا کرنے کی تلقین فرمائی۔ زندگی کا حق، عزت وناموس کی حفاظت کا حق، تعلیم وتربیت کا حق، میراث کا حق، عائلی حقوق، ازدواجی حقوق الغرض رسول اللہ ﷺ نے خواتین کے تمام حقوق کا تحفظ کیا۔ خواتین کے سماجی حقوق کی ثقافتی قدر کا مکمل طور پر تحفظ کیا۔ فکری اور عملی اقدامات سے خواتین کو ایک خاص مقام عطاء کیا۔

5. آزادی کی ثقافتی قدر کا تحفظ

آزادی انسانیت کا بنیادی حق ہے۔ ہر ثقافت آزادی کی قدر کو خاص اہمیت دیتی ہے۔ تمام اہل فکر وفلسفہ انسانی حریت (آزادی) کولازمی قرار دیتے ہیں ۔ اسلام نے بھی انسان کو مذہبی، سماجی، سیاسی آزادی دی ہے۔ انسان کو اختیار مذہب میں آزادی ہے۔ آزادی رائے کا حق حاصل ہے۔ انسان کو اسلام نے رہائش و ہجرت کی آزادی دی ہے۔ معاشی آزادی کا حق بھی دیا ہے۔ اسلام نے انسان کو مکمل آزادی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزاد پیدا کیا ہے۔ مطلق آزادی دنیا کا کوئی مذہب، کوئی ثقافت اور کوئی ریاست نہیں دیتی۔ مطلق آزادی سے لوگوں کے حقوق پامال سکتے ہیں۔ جس کو جو جی چاہے وہ کرے تو معاشرے میں انارکی پھیل جاتی ہے۔ اس لیے قانون سازی کے ذرائع سے ریاستوں کو چلایا جاتا ہے۔ عرب کے معاشرے میں آزادی کا تصور دھندلا تھا۔ وہ دور جاہلیت سے ہی لوگوں کو غلام بنا کر رکھتے تھے۔ مرد و خواتین اور بچوں کو اپنا غلام بنا لیتے تھے۔ اہل عرب میں کافی ایسے طریقے رائج تھے جن سے غلامی کا سلسلہ چلتا تھا۔ جنگی قیدیوں کو غلام لیتے تھے۔ غلاموں کی خرید فروخت کی جاتی تھی۔ لوگ اپنی اولاد کو بطور رہن رکھوا دیا کرتے تھے۔[252] رسول اللہ ﷺ نے جب اپنے کام کا آغاز کیا تو یہ مسلہ بھی عرب میں موجود تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے انقلاب (جس میں تمام نظام کو یکسر تبدیل کر دیا جائے) کی بجائے تدریجی اصلاح کا کام شروع کیا۔ رسول کریم ﷺ نے انسان کو اس کی آزادی کا بنیادی حق دینے کے لیے اس میں اصلاحات کرنا شروع فرما

---

[251] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجھاد والسیر، باب فضل من اسلم من اھل الکتاب، ح ۳۰۱۱

[252] الطقوش، محمد سہیل، تاریخ العرب قبل الاسلام، دار النفائس، بیروت، لبنان، ۲۰۰۹ء، ص ۱۷۲

دی۔ قوم کی فکری تربیت فرمائی۔ غلاموں کو آزاد کرنے کی ترغیب دلائی۔ اس پر اجر و ثواب سے مطلع کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس ثقافتی قدر کے تحفظ کے لیے ایک نظام متعارف کروایا۔ اس نظام میں اگر غلام آزادی حاصل کرنا چاہتا ہے تو مالک سے مکاتبت کر لے۔ آزادی کی قیمت طے کر کے اس کو ادا کرے اور آزادانہ زندگی بسر کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کی تلقین کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس آدمی کو دو اجر ملیں گے جو اپنی لونڈی کو تعلیم دے اس کو اعلیٰ اخلاق سکھائے اور آزاد کر دے۔[253] رسول اللہ ﷺ نے غلاموں کا معیار زندگی بلند فرمایا۔ آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ جو خود پہنو ان کو پہناو جو خود کھاو ان کو بھی وہی کھلاو[254] رسول اللہ ﷺ سے قبل غلاموں کو کوئی معاشرتی مقام حاصل نہیں تھا۔ قرآن مجید نے بھی اس نظام کے خاتمے کی خاطر کفاروں میں غلام آزاد کرنے کا حکم دیا۔ رسول اللہ ﷺ کی تربیت سے ہی لوگوں میں شعور پیدا ہوا۔ صحابہ کرامؓ اپنے مال سے غلام خرید کر آزاد کر دیتے تھے۔ تدریجی اصلاح کے ذرائع اسلام نے اس نظام کو ختم کر کے آزادی کی قدر کا تحفظ کیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے انسان کو مذہبی آزدای کا حق عطاء کیا۔ اہل عرب نے اپنے دین سے ہٹ کر نئے مذہب کو قبول کرنے والوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے۔ رسول اللہ ﷺ کو ہر قسم کی ذہنی اور جسمانی اذیت دی۔ دین اسلام قبول کرنے والوں کو مظالم کا نشانہ بنایا۔ ظلم بربریت کی داستان رقم کر دی۔ رسول اللہ ﷺ نے آزادی کی ثقافتی قدر کے تحفظ کے لیے عملی اقدامات فرمائے۔ ہر انسان کو اپنا مذہب اختیار کرنے کی آزادی عطاء کی۔ قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے کہ

لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ[255]

(دین میں کوئی زبردستی نہیں، بیشک ہدایت کی راہ گمراہی سے خوب جدا ہو گئی ہے۔)

کسی کو زبردستی دین میں داخل نہیں کیا جاسکتا۔ انسانیت کے سامنے ہدایت کے تمام نشانات واضح کر دیے گئے ہیں۔ اب ان کے اختیار میں ہے کہ وہ کس کا انتخاب کرتے ہیں۔ مبلغین کو بھی اس بات کی ہدایت کر دی گئی کہ کسی کو جبراً دین میں داخل نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ[256]

---

[253] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجھادوالسیر، باب فضل من اسلم من اھل الکتاب، ح ۳۰۱۱

[254] القشیری، الجامع الصحیح، کتاب القسامۃ، باب اِطعام المملوک ممایاکل والباسہ ممایلبس ولایکلفہ مایغلبہ، ح ۴۳۱۵

[255] البقرہ 25

[256] النحل:72

(تو اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، تم پر صاف صاف پیغام حق پہنچا دینے کے سوا اور کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔)

رسول اللہ ﷺ کی کوششوں سے انسانیت کو ان کے بنیادی حقوق ملے۔ آپ ﷺ کی جدوجہد سے ہی بنیادی حقوق کا تحفظ ممکن ہوا۔ ہر سطح پر رسول اللہ ﷺ نے انسانیت کے حقوق کا تحفظ کیا۔

انسان کی بنیادی حقوق میں آزادی رائے بھی شامل ہے۔ ہر انسان کی رائے کا احترام ضروری ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے انسانیت کے اس حق کے لیے بھی عملی اقدام اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مشاورت کا حکم دیا۔[257] رسول اللہ ﷺ نے اُمور ریاست میں لوگوں سے مشورہ لیا۔ جنگی معاملات میں لوگوں سے مشورہ لیا۔ جنگی حکمت عملی طے کرتے ہوئے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا۔ الغرض رسول اللہ ﷺ نے ہر معاملے میں لوگوں کو حق رائے دہی کی آزادی دی۔ آزدای رائے کی حدود بھی مقرر کیں۔ کوئی شخص کسی کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچا سکتا۔ الزام، بہتان یا دشنام درازی نہیں کر سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسا معاشرہ تعمیر کیا جو فکری اور عملی طور پر معاشرتی اقدار کی حفاظت کرنے والے تھا۔ حقوق و فرائض کا علم رکھنے والا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے آزادی کی بنیادی ثقافتی قدر کا تحفظ فرمایا۔ ذہن سازی اور عملی اقدامات سے حقوق کا تحفظ ممکن بنایا۔ جدید دنیا بھی انسان کو آزادی دینے کا دعویٰ کرتی ہے۔ حریت فکر و عمل کی اجازت دیتی ہے۔ پس پردہ ان تمام حقوق کا قتل کر دیا جاتا ہے۔ انٹرنیٹ کے ذرائع لوگوں ذاتی معلومات حاصل کی جاتی ہیں۔ لوگوں ٹیکنالوجی نے بنیادی حقوق سے محروم کر دیا ہے۔ فائر وال کا نیا تصور قوم و ملت کو بنیادی حقوق سے محروم کرنے کے مترادف ہے۔ انسان ہر جگہ نگرانی میں زندگی بسر کر رہا ہے۔

6. معاشرتی فلاح کی ثقافتی قدر کا تحفظ

معاشرے میں ہر طبقے سے تعلق رکھنے والا انسان زندگی بسر کرتا ہے۔ مال و دولت اور وسائل کی فروانی کچھ لوگوں کے مقدر میں ہوتی ہے۔ وہ اپنی تمام ضروریات کو پورا کرنے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ دوسری جانب معاشرے میں ایسا طبقہ بھی موجود ہوتا ہے جو غربت و افلاس کی زندگی بسر کرتا ہے۔ بنیادی ضروریات کو مشکل سے پورا کر پاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عملی جدوجہد سے ایسا نظام لایا جو معاشرتی فلاح کے اُصول پر کام کرتا ہے۔ معاشرے میں پسے ہوئے طبقوں کا خیال رکھتا ہے۔ دین اسلام کی

257 وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (البقرہ ۱۵۹)
اور کاموں میں ان سے مشورہ لو

تعلیمات میں معاشرتی خدمت اور فلاح کا عنصر شامل ہے۔ضرورت مند کی حاجت کو پورا کرنا، بھوکے کو کھانا کھلانا، قیدی کو رہا کروانا، معاشی مشکلات کے شکار انسان کی مال مدد کرنا یہ تمام چیزیں رسول اللہ ﷺ ایک نظام کی صورت میں پیش کی ہیں۔ آپ ﷺ معاشرے میں بسنے والے افراد کی ذہن سازی فرمائی۔ ہر شخص اپنے دوست، ساتھی اور رشتہ دار کی فکر کرنے لگ گیا۔ معاشرتی فلاح کے اقدامات میں پیش قدم ہونے لگ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے معاشرتی فلاح کی ثقافتی کے تحفظ کے لیے عملی طور پر کوشش فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

الخلق كلهم عيال الله واحب الخلق الى الله من احسن الى عياله[258]
(تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہیں۔ اللہ کے نزدیک محبوب وہ ہے جو اللہ کے کنبے سے حسن سلوک کرے۔)

معاشرتی اصلاح کے تصور کو مضبوطی عطاء کی۔ لوگ اپنا دینی فریضہ سمجھ کر معاشرتی فلاح کا کام کرنے میں مصروف ہو گئے۔ ہر کام جس سے غریب یا امیر ہر طبقے کے لوگ فائدہ حاصل کریں نیکی کا عمل ہے۔ اس لیے انسان کو معاشرے کی فلاح و بہبود کے کام میں حصہ لینا چاہیے۔

اہل عرب ایام جاہلیت میں ان چیزوں سے دور تھے۔ معاشرے کی فلاح و بہبود میں کی فکر کسی انسان میں موجود نہیں تھی۔ قبائل پروری اور خاندان نوازی کا سلسلہ جاری تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے معاشرتی فلاح کو تصور پیش کیا۔ معاشرتی فلاح کی ثقافتی قدر کا تحفظ فرمایا۔ آپ ﷺ نے غلاموں سے احسن سلوک کی تلقین فرمائی۔ ان کی خوراک اور لباس کا خیال رکھنے کا حکم ارشاد فرمایا۔[259] معاشرے میں موجود بے سہارا اور یتیموں کا خیال رکھنے کی تربیت فرمائی۔ قرآن مجید نے ان کے مال میں بے جا تصرف کرنے سے منع فرمایا۔[260] رسول اللہ ﷺ نے معاشرتی فلاح بہبود کرنے والے کی تعریف فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایہ کہ ہر نیک کام صدقہ ہے۔[261] معاشرے میں زبان یا جسم سے کیا جانے والا ہر نیک کام باعث ثواب ہے۔ مریض کی مدد کرنا، یتیموں و بیواوں کی کفالت کرنا الغرض ہر نیک کام جو معاشرے کی بہتری کے لیے کیا جائے صدقہ ہے۔ کسی جگہ سکول بنوا دینا یا ہسپتال کی سہولت یا لنگر خانے بنوا دینا یا لوگوں کی رہائش کا بندوبست کرنا جس سے لوگ فائدہ حاصل کر سکیں نیکی

---

[258] محمد بن عبد اللہ الخطیب، مشکاۃ المصابیح، المکتب الاسلامی، بیروت، کتاب الادب، باب الشفقۃ والرحمہ علی الخلق، ح۴۹۹۸

[259] القشیری، الجامع الصحیح، کتاب القسامۃ، باب اطعام المملوک مما یاکل والباسہ مما یلبس ولا یکلفہ مایغلبہ، ح۴۳۱۵

260 اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا (النساء ۱۰)
بیشک وہ لوگ جو ظلم کرتے ہوئے یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بالکل آگ بھرتے ہیں

[261] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب کل معروف صدقۃ، ح۶۰۲۱

ہے۔رسول اللہ ﷺ خود معاشرتی اصلاح کی خاطر کام کیا کرتے تھے۔علم کے لیے صفہ کا قیام معاشرتی فلاح و بہبود کا پہلا قدم تھا۔پانی کا بندوبست کروانا،خوراک کا بندوبست کروانا اور لباس کا انتظام کروانا تمام چیزوں کی فراہمی کے لیے آپ نے عملی اقدامات فرمائے۔معاشرتی فلاح کی فکر دراصل مادیت پرستی سے آزادی کی سوچ ہے۔ہر انسان محض ذاتی ضروریات کی تکمیل کی بجائے دوسرے لوگوں کا سوچتا ہے۔ان کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ، كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ[262]

(بیوا عورتوں سے مساکین کے لیے کوشش کرنے والا اللہ کے راستے میں مجاہد کی سی حیثیت رکھتا ہے۔)

اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا درد رکھنے والا ،ان کی ضروریات کو پورا کرنے والا مجاہد کی مانند ہے۔وہ مجاہد جو دین کی سربلندی کے لیے میدان عمل میں مصروف رہتا ہے۔اس کی جدوجہد اور معاشرتی فلاح کی کوشش کرنے والے کی جدوجہد اللہ کے ہاں پسندیدہ ہیں۔لوگوں کی خدمت ایک کار عظیم ہے۔معاشرے میں کوئی فرد مظلوم ہو اس کی مدد کی جائے۔اس کی داد رسی کی جائے ۔رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں حلف الفضول کا اہم معاہدہ اسی امر کی طرف اشارہ کرتا ہے۔معاشرے کی فلاح کی کا خاطر مظلوم کی مدد کی جائے گی۔اس کا حق اس کو دلوایا جائے گا۔رسول اللہ ﷺ نے ترہیب فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

من مشى مع ظالم ليقويه وهو يعلم انه ظالم فقد خرج من الإسلام[263]

(جو شخص جان بوجھ کر ظالم کو تقویت پہنچانے کے لیے اس ساتھ دیتا ہے وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔)

انسانیت سوزی کرنے والے کا ساتھ دینا بھی ایک ظلم ہے۔وہ خود بھی اسی نظام کا حصہ بن جاتا ہے۔معاشرے کی ساکھ کو اس سے نقصان پہنچتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے معاشرتی فلاح کی ثقافتی قدر کے تحفظ کے لیے ہر ایک ایسے دروازے کو بند کیا جو معاشرتی انتشار کا باعث بن سکتا تھا۔معاشرتی حقوق پر ڈاکہ ڈال سکتا تھا،رسول اللہ ﷺ نے معاشرتی فلاحی کاموں پر اجر و ثواب کی نوید سنائی۔اس سے لوگوں کا دل معاشرتی خدمت کی جانب مبذول ہوا۔لوگوں نے بڑھ چڑھ کر معاشرتی فلاح کے لیے کام کیا۔

---

[262] النسائی،السنن،کتاب الزکاۃ،باب الساعی علی الارملہ،ح۲۵۷۸

[263] محمد بن عبد اللہ الخطیب،مشکاۃ المصابیح،،باب الظلم فصل ثالث،ح۵۱۳۵

7. نظام قانون کی ثقافتی قدر کا تحفظ

دنیا میں موجود ہر ریاست اور ثقافت کی بنیادی قدر قانون ہوتی ہے۔ معاشرے میں امن و امان، عدل و انصاف کی فراہمی کے لیے قانون نافذ کیا جاتا ہے۔ نظام قانون منظم اور طاقتور ہوتا ہے۔ معاشرے کا فرد قانون کی نظر میں برابر ہوتا ہے۔ دنیا کی ہر تہذیب و ثقافت میں قانونی ادارے موجود ہوتے ہیں۔ عرب معاشرے کے لوگ قبائلی نظام میں زندگی بسر کرتے تھے۔ قبیلے کا سردار ہی قانون تصور کیا جاتا تھا۔ ماضی میں یورپ کے میں ایک مقولہ "The King can do no wrong" مشہور تھا۔ یہ بھی لاقانونیت کا ایک جال تھا۔ اہل عرب میں اسی طرح کا نظام قائم تھا۔ ان کے ہاں بھی جرائم کی سزائیں موجود تھیں۔ وہ مجرموں کو سزا دیا کرتے تھے۔ قبائل میں اپنے قبائلی عرف کے مطابق سزائیں موجود تھیں۔[264] منظم نظام قانون کے فقدان کے باعث سردار ہی مطلق العنان قانون دان تھا۔ سزاوں میں تفاوت بھی موجود تھا۔ غریب امیر کی سزاوں کا فرق، طاقتوار اور کمزور قبائل کی سزاوں میں فرق موجود تھا۔ عرب قبائل اپنی مرضی سے قانون پر عمل کیا کرتے تھے۔ مجرم عورتوں کے بدلے مردوں کو قتل کر دیتے تھے۔[265] طاقتوار قبائل ایک مرد کے بدلے دو اور چار مردوں کا قصاص لے لیتے تھے۔ جرم کی پاداش میں ملزم کی خواتین سے بغیر مہر کے شادی کر لیتے تھے۔ سردار اپنی طبیعت کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔ کسی سے نفرت یا دشمنی کے باعث ظالمانہ فیصلے کرتے جو جرم سے کسی قسم کی مناسبت ہی نہیں رکھتے تھے۔[266] یہ غیر منظم قانون ان میں رائج تھا ۔ رسول اللہ ﷺ نے آکر اس نظام کو تبدیل فرمایا۔ قانون کی نظر میں سب کو برابر کیا۔ نسلی، نسبی اور قبائلی برتری کو ختم فرمایا ۔ ایک منظم نظام قانون کی بنیاد ڈالی۔ اس کے ذرائع رسول اللہ ﷺ نے قانون کی ثقافتی قدر کا تحفظ فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ نے نظام قانون کی بنیاد جوابدہی پر رکھی۔ ہر مسلمان میں خشیت الہی کا پہلو اجگر کیا۔ اللہ کی ناراضگی اور آخرت کی باس پرس کے تصور نے مسلمانوں میں عمل کی صفت پیدا کی۔ مسلمانوں نے قانون کی نظر میں سب کو برابر رکھا۔ رسول اللہ ﷺ نے خود فرمایا کہ اگر میری بیٹی فاطمہؓ چوری کرتیں تو ان کے ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔[267] اللہ تعالیٰ نے مسلمانون کو اس بات کا

---

[264] محمد رافت عثمان، النظام القضائی فی الفقہ الاسلامی، دار البیان، اردن، ۱۹۹۴ء، ص ۳۵

[265] ابو السعود محمد بن محمد العمادی، تفسیر ابی السعود، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ج ۱، ص ۱۹۵،

[266] جواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، ج ۱۰، ص ۲۵۱

[267] النسائی، السنن، کتاب قطع السارق، ذکر اختلاف الفاظ الناقلین لخبر زھری فی المخزومیۃ التی سرقت، ح ۴۹۰۱

پابند کیا کہ اگر کوئی معاملہ درپیش ہو تو رجوع رسول اللہ ﷺ کی طرف کرنا ہے۔ یہی تمہارے درمیان قاضی ہیں۔ ارشاد ربانی ہے کہ

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ-----[268]

(پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو)

دراصل قانون کو تقوت اور فوقیت دینا مقصود تھی۔ کسی جرم سزا دیتے ہوئے قرابت داری یا دوستی کا خیال نہیں رکھنا۔ اللہ کے دیے ہوئے نظام قانون پر عمل کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مکمل نظام قانون عطاء کیا۔ ہر فیصلہ اللہ کی کتاب کے مطابق فرمایا۔ اس پر بھی اللہ تعالیٰ نے ہدایت نامہ جاری فرمایا۔ مسلمانوں کے معاشرے میں جب بھی کوئی قاضی مقرر ہو تو قانون کا پابند ہو گا۔ صاحب منصب ہو کر وہ قانون سے بالاتر نہیں ہو سکتا۔ اس کو فیصلہ دستور کے مطابق کرنا ہے۔ اللہ کی طرف سے نازل شدہ نظام قانون سے انحراف نہیں کر سکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَ مَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ[269]

(اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ قانون کے مطابق فیصلہ نہ کریں وہی فاسق ہیں۔)

اسلام نے ایام جاہلیت کی طرح کسی کو قانون پر فوقیت نہی دی۔ کسی شخص کو اختیار نہیں دیا کہ وہ مان مانی کرے یا اپنی مرضی سے فیصلہ دے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے معاشرے میں ہر نوعیت کے جرم کی سزا مقرر فرمائی۔ زنا، قذف، شراب نوشی، چوری ، قتل اور باقی جرائم کی سزائیں مقرر فرمائیں۔ وراثت کا مکمل دستور دیا۔ عدل و انصاف کی فراہمی کے لیے مکمل نظام قانون عطاء کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے خود قاضی کی حیثیت سے مسلمانوں میں موجود تھے۔ ہر فیصلہ دستور کے مطابق فرمایا کرتے تھے۔ سیرت سے متعدد مثالیں ملتی ہیں جن میں رسول اللہ ﷺ نے سزاوں کو جاری فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ میثاق مدینہ فرمایا۔ یہ دنیا کا پہلا تحریری دستور تھا۔ اس میں خارجہ پالیسی، حقوق کا تحفظ، اقلیتوں کا باب اور امور داخلہ کی باتیں درج تھیں ۔ رسول اللہ ﷺ نے بطور حاکم ریاست کے استحکام کے لیے حکمت عملی کا مظاہرہ فرمایا۔ میثاق مدینہ کی شرائط خود قانون کی حیثیت رکھتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے قانون کا عملی نفاذ کر کے اس کا تحفظ فرمایا۔

---

[268] النساء:59

[269] المائدہ:47

اسلام قیامت تک لے لیے زندہ دین ہے۔ اسلام میں ہر طرح کے اصول موجود ہیں۔ مکان و زماں کی تبدیلیوں کے ساتھ معاشرے میں بھی تغیر آتا ہے۔ جرائم کی نوعیت تبدیل ہو جاتی ہے۔ نئے اوامر سامنے آتے ہیں۔ انسان کو لکھا ہوا دستور ملے جس میں غور و فکر کی گنجائش نہ تو مسائل جنم لیتے ہیں۔ اسلام نے اس مسلے کا حل پہلے ہی بیان فرمادیا۔

عن علي قال قلت يا رسول الله، إن نزل بنا أمر ليس فيه بيان أمر ولا نهي، فما تأمرنا؟ قال تشاورون الفقهاء والعابدين، ولا تمضوا فيه رأي خاصة[270]

(حضرت علی سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کہ اگر ہمیں کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے جس میں امر اور نھی نہ ہو تو آپ اس کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم فقہا اور عابدین سے مشورہ کیا کرو ان میں سے چند خاص لوگوں کی رائے نہ نافذ کیا کرو۔)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی ﷺ کی بصیرت کتنی زیادی تھی۔ آپ ﷺ نے حضرت علی ﷺ کے سوال پر ایسا جواب دیا جو ایک اُصول ہے۔ زمانہ کوئی بھی ہو اور حالات کیسے بھی آجائیں فیصلہ آئین کے مطابق ہونا چاہیے۔ اگر قاضی کسی بات کی حقیقت تک نہ پہنچ پا رہا ہو تو اہل علم اور عابدین سے مشورہ کرے۔ ان میں سے بھی چند لوگوں کی رائے کو قول نہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہاں بھی کسی قاضی جج یا فیصلہ کرنے والے کو ذاتی رائے استعمال کرنے کی اجازت نہ دی۔ وہ قرآن و سنت میں تدبر کرے اگر سمجھ نہ سکے تو پھر اہل علم و صاحب تقویٰ کی طرف رجوع کرے۔ اللہ کی کتاب میں اس کی بنیاد تلاش کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فکری تربیت کے ذرائع قانون کی ثقافتی قدر کو رہتی دنیا تک تحفظ عطاء فرمادیا۔ قانون، دستور اور آئین کو سب سے زیادہ اہمیت اور فوقیت دی۔

8. مذہبی شعائر کی ثقافتی قدر کا تحفظ

ثقافتی اقدار میں مذہبی شعائر کی قدر شامل ہوتی ہے۔ ثقافت میں مذہبی رسومات و انداز عبادات کی قدر پائی جاتی ہے۔ دراصل ثقافت انسانی اَفعال و اقوال سے ہی جنم لیتی ہے۔ اس لیے انسان کا مذہب اور اس کی اقدار ثقافت کا حصہ بن جاتی ہیں۔ عرب کی ثقافت میں بھی مذہبی شعائر کا تصور پایا جاتا تھا۔ اہل عرب کا ایک دین پر متحد نہ ہونا ان میں اختلافات کا باعث تھا۔ دینی اقدار عیسائیت، یہودیت اور حنفیت سے متاثر تھیں۔ اہل عرب کے ہاں حج، صوم، ختنہ، تحنث اور عبادات خانوں کا تصور پایا جاتا تھا۔ قبل از اسلام اہل عرب نے ان تمام شعائر دینیہ میں تحریف کر رکھی تھی۔ ہر اک عبادت میں شرک کا عنصر شامل تھا

---

[270] امام طبرانی، معجم الاوسط، باب الف، ح١٦١٨

۔خالص حنفیت میں انہوں نے مزید چیزیں شامل کی ہوئی تھیں۔رسول اللہ ﷺ نے ان تمام دینی شعائر کا تحفظ فرمایا۔ان کو شرک سے پاک کیا۔لوگوں کی فکری تربیت سے ان کو باور کروایا کہ مذہبی شعائر کا تحفظ اور تعظیم لازمی ہے۔اس سے ہی اس ثقافتی قدر کا تحفظ ممکن ہو سکا۔

اہل عرب زمانہ جاہلیت میں کعبۃ اللہ کا حج کیا کرتے تھے۔طواف، سعی اور تلبیہ تمام مناسک ادا کیا کرتے تھے۔منیٰ اور مذدلفہ کی جانب بھی جایا کرتے تھے۔اہل عرب نے اس دینی فریضے میں تبدیلیاں کی ہوئی تھی۔ان میں سے کچھ قبائل عریانہ طواف کیا کرتے تھے۔ان کو الحلۃ کہا جاتا تھا۔اہل عرب کے کچھ قبائل کپڑروں میں ملبوس ہو کر طواف کیا کرتے تھے۔ان کو الحمس کہا جاتا تھا۔[271] یہ لوگ بتوں کے نام پر تلبیہ پڑھا کرتے تھے۔طاقتوار لوگ نسبی برتری رکھنے والے قبائل وقوف عرفات کی بجائے حرم میں ہی قیام کیا کرتے تھے۔رسول اللہ ﷺ نے ان تمام تحریفات کو ختم فرمایا۔عبادت کو خالص اللہ کے لیے خاص فرمایا ۔اس اہم مذہبی فریضے کا تحفظ فرمایا۔رسول اللہ ﷺ نے کعبۃ اللہ کا عریانہ طواف منع فرمایا۔تلبیہ کے الفاظ سے بتوں کا نام نکال دیا۔مسلمانوں پر توحید کی اصل حقیقت آشکار کی۔تلبیے کے الفاظ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لاَ شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لاَشَرِيْكَ لَكَ سکھائے۔[272] ہر انسان کے لیے منیٰ وعرفات میں جانالازم قرار دیا۔یوم نحر کو نماز اور قربانی کی تعلیم دی۔تمام مناسک حج مسلمانوں کے سکھائے۔[273] اس سے اس اہم مذہبی فریضے کا تحفظ ہوا۔رسول اللہ ﷺ نے مذہبی شعائر کی ثقافتی قدر کا تحفظ بھی فرمایا۔

صوم بھی اہل عرب مذہبی ثقافتی اقدار میں شامل تھا۔یہود ونصاریٰ کی موجودگی کے باعث اہل عرب روزے کے تصور سے آشنا تھے۔یوم عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے۔گناہوں کی معافی، شکرانہ اور غور وفکر کے لیے روزہ رکھا کرتے تھے۔اہل عرب میں خاموشی کا روزہ بھی رکھا جاتا تھا۔وہ اس میں کسی سے ہمکلام نہیں ہوتے تھے۔[274] رسول اللہ ﷺ نے اس ثقافتی قدر کے تحفظ

---

[271] محمد بن حبیب بن اُمیۃ بن عمرو الھاشمی، المحبر، دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت، ص۱۷۸

[272] القشیری، الجامع الصحیح کتاب الحج، باب التبیۃ وصفتھا ووقتھا، ح ۲۸۱۱

[273] لتاخذوا مناسككم، فإني لا ادري لعلي لا احج بعد حجتي هذه (القشيری،الجامع الصحيح ،كتاب الحج، استحباب رمی جمرة العقبة يوم النحر راكبا و بيان قوله لتاخذوا مناسككم ،ح۳۱۳۷)

تمھیں چاہیے کہ تم اپنے حج کے طریقے سیکھ لو، میں نہیں جانتا شاید اس حج کے بعد میں حج نہ کر سکوں۔

[274] محمود شکری الآلوسی، بلوغ الارب، ج۲، ص۲۸۸

کے لیے تربیت فرمائی۔ رمضان کے روزے فرض ہونے سے قبل عاشورا کا روزہ رکھا۔[275] اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رمضان کے روزں کو فرض قرار دے دیا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَ الْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔[276]

(رمضان وہ مہینہ ہے، جس میں قرآن نازل کیا گیا جو انسانوں کے لیے سراسر ہدایت ہے اور ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے، جو راہِ راست دکھانے والی اور حق و باطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے۔ لہٰذا اب سے جو شخص اس مہینے کو پائے، اس پر لازم ہے کہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے۔)

اس کے بعد مسلمانوں کے لیے رمضان کے روزے فرض ہو گئے۔ طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک امساک کا حکم ملا۔ رسول اللہ ﷺ نے مکمل راہنمائی فرمائی۔ حکم باری تعالیٰ کے عین مطابق روزں کے اصول وضوابط مقرر فرمائے۔ مسلمان آج تک انہی اصول وضوابط کو مد نظر رکھتے ہوئے رمضان کے روزے رکھتے ہیں۔ سیرت نبوی ﷺ سے اس کی مکمل ہدایت اور راہنمائی ملتی ہے۔ رسول خدا ﷺ نے صوم کے مذہبی شعیرہ کی ثقافتی قدر کا تحفظ فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ نے مذہبی شعائر جو اہل عرب میں موجود تھی ان کی اصلاح فرمائی۔ جن شعائر میں تبدیلی نہیں ہوئی تھی ان کو اسی طرح جاری فرمایا۔ ختنہ بھی حنفیت کا مذہبی شعیرہ تھا۔ اہل عرب لڑکوں اور لڑکیوں کا ختنہ کیا کرتے تھے۔ ختنے کا مقصد طہارت اور پاکیزگی حاصل کرنا ہوتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو فطرتی خصلتوں میں شمار فرمایا۔ ختنہ کرنے کا حکم اسلام میں بھی جاری فرمایا۔ تحنث[277] کے شعیرہ کا تحفظ فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ اعلان نبوت سے قبل بھی غار حرا میں غور و فکر کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے تربیت اور اپنے عمل کے ذرائع لوگوں میں شعور اجاگر کیا کہ وہ مذہبی شعائر کا تحفظ یقینی بنائیں۔

---

[275] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الصوم، باب وجوب الصوم رمضان، ح ۱۸۹۲

[276] البقرہ:185

[277] تحنث توجہ کے ساتھ غور وفکر، تدبر اور گناہوں کو ترک کر دینے کا عمل ہوتا ہے۔ امور کائنات میں سوچنا، قدرتی مظاہر کا مشاہدہ اور ان پر تدبر کرنا۔ لوگوں سے ہٹ کر توجہ وانہماک کے ساتھ غور وفکر کرنا

نذر و نیاز اور قربانی کا مذہبی شعیرہ اہل عرب کے ہاں موجود تھا۔ وہ لوگ بتوں کے نام پر قربانی کیا کرتے تھے۔ کعبۃ اللہ کے ساتھ نصب کیے ہوئے پتھروں پر جانور ذبح کرتے تھے۔ ان کو خون سے رنگین کیا کرتے تھے۔ جانور کا گوشت ان پتھروں پر رکھ دیا کرتے تھے۔[278] رسول اللہ ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی۔ قربانی کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ خاص فرما دیا۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ........[279]

(اللہ کی طرف سے اگر کوئی پابندی تم پر ہے تو وہ یہ ہے، کہ مردار نہ کھاؤ، خون سے اور سور کے گوشت سے پرہیز کرو، اور کوئی ایسی چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو)

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس کی ممانعت نازل فرما دی۔ تمام مذہبی شعائر کے تحفظ کے لیے رسول اللہ ﷺ نے اقدامات کیے۔ جن میں شرک کی مداخلت ہوئی ان کو شرک سے پاک کیا۔ قابل اصلاح اقدار کی اصلاح فرمائی اور جاری فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے تدریجی اصلاح کی حکمت عملی کو اپنایا۔ جن چیزوں میں فورا تبدیلی کی ضرورت تھی ان کو اسی وقت تبدیل فرمایا ۔ رسول اللہ ﷺ نے ثقافتی اقدار کے تحفظ کے لیے دانش مندی اور حکمت سے کام لیا۔

حاصل بحث:

ثقافت اور ثقافتی اقدار ہی معاشرے کی پہچان ہوتی ہیں۔ ثقافتی اقدار ہی معاشرے کے مجموعی روایے کی عکاسی کرتے ہیں ۔ ثقافت کا تحفظ اقوام و ملل کی تاریخ کو زندہ رکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بہترین حکمت عملی کے ذرائع ثقافت اور ثقافتی اقدار کا تحفظ فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ نے یکسر تمام اقدار کو تبدیل نہیں فرمایا۔ آپ ﷺ نے تدریجی اصلاح کی حکمت عملی کو اپنایا۔ سیرت طیبہ اور تاریخی واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کی تربیت فرما کر اصلاح فرمائی۔ سیرت طیبہ کے مطالعہ سے حکمت عملی سمجھ میں آتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اقدار میں مکمل تبدیلی نہیں فرمائی۔ ثقافتی اقدار کو اگر ہم تین حصوں میں تقسیم کریں کو مستقبل کے لیے راہنمائی بھی ملتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے قابل اصلاح اقدار میں اصلاح فرمائی اور جاری فرمائیں۔ ایسی ثقافتی اقدار جو پہلے سے مثبت اور مفید تھیں آپ نے ان میں کوئی تبدیلی نہیں فرمائی۔ کچھ اقدار انسانی معاشرے کے لیے نقصان دہ تھیں آپ ﷺ نے ان کو تبدیل فرما دیا۔ لوگوں کے لیے ایسی ثقافتی اقدار کا نقشہ کھینچا جو

---

[278] رازیؒ, محمد بن عمر فخر الدین، مفاتیح الغیب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۴۰ھ، ج 11، ص 283

[279] البقرہ: 173

مثالی معاشرے کی بنیاد ہوتی ہیں۔رسول اللہ ﷺ نے ثقافتی اقدار کے فروغ اور تحفظ کی حکمت عملی کو اپنایا۔جن اقدار کے فروغ کی ضرورت تھی ان کو فروغ دیا۔وہ اقدار جو عرب ثقافت سے مٹتی چلی جارہیں تھیں ان کے تحفظ کے لیے کام کیا۔فروغ اور تحفظ کی اس پالیسی سے ثقافتی اقدار کا وجود قائم رہا۔لوگوں کی فکری تربیت اور ذہن سازی کے ذرائع فروغ و تحفظ کا کام کیا ۔لوگ ان اقدار کے فروغ وتحفظ کو اپنی ذمہ داری تسلیم کرنے لگ گئے۔رسول اللہ ﷺ نے عملی میدان میں اپنی جاری کردہ ہدایات کا عملی کیا۔لوگوں کے سامنے عملی مثالیں پیش کیں۔اس سے لوگوں نے اقدار کے فروغ تحفظ کی پالیسی کو مذہبی فریضہ کے طور پر قبول کرلیا۔اسلام کا دستور حیات انسانی زندگی کا ہر جہت سے احاطہ کیے ہوئے ہے۔اس لیے زندگی کا ہر پہلو دوسرے پہلو سے مربوط نظر آتا ہے۔سیاسی،معاشی،معاشرتی،خاندانی الغرض ہر نظام دوسرے نظام سے مربوط ہے۔اسلام نے ثقافتی اقدار کے تحفظ وفروغ کے ذرائع ان تمام نظاموں کی اصلاح کی۔ہر انسان کسی منصب،عہدے یا ادارے سے تعلق رکھتا ہو اس کے لیے اقدار پر عمل کرنا ضروری ہے۔اسلام کے دیے گئے نظام پر چلنا ضروری ہے۔مسلمان اب ان ثقافتی اقدار کو مذہبی ذمہ داری محسوس کرتے ہیں۔ان کے بارے میں احتساب اور مواخذے کا تصور مسلمان کو ان اقدار پر عمل کرنے کے لیے راضی کرتا ہے۔ثقافتی اقدار کے فروغ و تحفظ کے لیے رسول اللہ ﷺ کی جدوجہد مستقبل کے لیے راستے کھولتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے عرب کی ثقافتی اقدار کی اچھائی کو قبول فرمایا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ راہنما اور لیڈر کو اچھی چیزیں،مثبت فکر اور مفید اقدار کو قبول کرنا چاہیے۔قابل اصلاح اُمور پر غور وفکر کرنا چاہیے۔رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ عموماً تمام انسانیت اور خصوصاً مسلمانوں کے لیے مشعل راہ ہے۔آپ ﷺ کی حکمت عملی مستقبل کی منصوبہ بندی کرنے میں معاون ہو سکتی ہے۔زماں ومکاں کی رعایت رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں سے راہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔رسول اللہ ﷺ کی قائم کردہ ریاست اور اس کی تعمیر وترقی کے لیے کیے جانے والے اقدامات سے فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔سیاسی،سماجی،معاشی اور عسکری راہنما رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے معاشرے کی تعمیر وترقی اور استحکام کی راہیں متعین کرسکتے ہیں۔ضرورت اس امر کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو اپنا لیڈر تسلیم کرکے ان کے وضع کردہ اصولوں کی روشنی میں منصوبہ بندی کی جائے۔

باب چہارم: ثقافتی اقدار کے فروغ اور تحفظ میں اسلامی ریاست کا کردار

فصل اول: پاکستان میں رائج ثقافتی اقدار

فصل دوم: پاکستان کی ثقافتی اقدار کا فروغ و تحفظ

فصل سوم: اسلامی ریاست کا ثقافتی کردار

باب چہارم: ثقافتی اقدار کے فروغ اور تحفظ میں اسلامی ریاست کا کردار

اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داریوں کو سمجھنے کے لیے قرآن مجید سے مکمل راہنمائی ملتی ہے۔ ریاست بنیادی طور پر اصولوں کا نام ہے۔ اسلامی ریاست سے مراد ایسی ریاست جو الہیٰ اصولوں پر کاربند ہو۔ اللہ نے دنیا میں ہدایت کا نظام پیغمبروں کے ذریعے سے شروع کیا۔ اللہ کا پیغام، احکامات لوگوں تک پہنچائے۔ اس کے ساتھ ایک ایسا نظام نافذ کیا جو معاشرے کی بہتری کا سبب بن سکے۔ اسلامی ریاست بھی اسی مقصد کا تسلسل ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ۔ [280]

(ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔ اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگ کے لئے منافع ہیں۔ یہ اس لئے کیا گیا ہے کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ کون اس کو دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو "بیّنات" (واضح دلائل)، "کتاب" (الٰہی قانون) اور "میزان" (عدل و انصاف کا پیمانہ) کے ساتھ بھیجنے کا ذکر فرمایا تاکہ لوگ عدل پر قائم ہوں، اور ساتھ ہی "حدید" یعنی طاقت و قوت کو بھی نازل فرمایا تاکہ ظلم کے خلاف قوتِ نافذہ سے کام لیا جا سکے۔ اسلامی ریاست اسی رسالتی مشن کی نمائندہ ہوتی ہے، جہاں تعلیم، دعوت، عدل و قانون، اور امن و تحفظ کے نظام کے ذریعے معاشرے میں وہ اقدار راسخ کی جاتی ہیں جو انبیا علیہم السلام کا مقصدِ بعثت تھیں۔ اس آیت کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ایک اسلامی ریاست کا کردار محض عبادات یا فوجداری قوانین تک محدود نہیں، بلکہ وہ تعلیم، قانون سازی، انصاف، اور قوتِ نافذہ کے امتزاج سے ایسا معاشرہ تشکیل دیتی ہے جو ثقافتی و اخلاقی لحاظ سے مضبوط، متوازن اور محفوظ ہو، اور جہاں ہر فرد مسلم ہو یا غیر مسلم، عدل، آزادی اور احترام کے اصولوں پر زندہ رہ سکے۔

---

280 الحدید: 25

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اسلامی ریاست کا جو تصور عطاء کیا ہے وہ خالص معاشرے کی اصلاح و بہبود اور ترقی پر مبنی ہے۔ سابقہ آیت میں جس طرح اسلامی ریاست کی چند ذمہ داریوں کو بیان کیا گیا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے چند شرائط اور ذمہ داریوں کا ذکر درج ذیل آیت میں بھی ارشاد فرمایا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِیْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِیْ شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ[281]

(اللہ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے، ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالے نے ان کے حق میں پسند کیا ہے، اور ان کی (موجودہ) خوف کی حالت کو امن سے بدل دے گا، بس وہ میری بندگی کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق ہیں ۔)

یہ آیت اسلامی ریاست کے تصور اور اس کی ذمہ داریوں کو نہایت جامع انداز میں بیان کرتی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عملِ صالح کو خلافتِ ارضی (اسلامی ریاست) کے قیام کی بنیاد قرار دیا ہے، اور وعدہ کیا ہے کہ ایسی ریاست کو دینِ حق پر مضبوطی سے قائم کیا جائے گا، اس میں خوف کو امن میں بدلا جائے گا، اور توحید، عدل اور عبادت کے ماحول کو رائج کیا جائے گا۔ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اسلامی ریاست کا قیام محض سیاسی بالادستی کا نام نہیں، بلکہ ایک ایسا اخلاقی اور دینی نظام ہے جو اللہ کے پسندیدہ دین کو مضبوطی سے نافذ کرتا ہے اور سماجی عدل، ثقافتی تطہیر اور امن کو یقینی بناتا ہے۔ اس کے تحت ریاست کا یہ فریضہ بنتا ہے کہ وہ صرف قانون سازی یا حکمرانی پر اکتفا نہ کرے، بلکہ ایک ایسا معاشرتی، فکری اور اخلاقی نظام تشکیل دے جس میں اسلامی ثقافتی اقدار کو فروغ ملے، اور ہر فرد مسلمان یا غیر مسلم محفوظ ماحول میں اپنے کردار کو نبھا سکے۔

رسول اللہ ﷺ نے جب مسلمانوں کے لیے ریاست قائم فرمائی تو ان اصولوں پر عمل کیا جو قرآن مجید میں بیان کیے گئے ہیں۔ آیہ کریمہ میں ۴ بنیادی اصول دیئے گئے ہیں۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَ لِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ[282]

---

[281] النور:55

[282] الحج:41

(یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو نماز قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے۔ اور تمام معاملات کا انجام کار اللہ کے ہاتھ میں ہے۔)

اس آیہ کریمہ کی تفسیر میں امام رازیؒ نے یہ چار بنیادی اصول قرار دیئے ہیں۔ مھاجرین کو جب اللہ تعالیٰ نے ایک خاص علاقے میں حکومت عطا کی تو ساتھ ہی بتادیا کہ اس کو چلانے کے کے لیے کیا کیا ضروری اقدامات ہوں گے۔[283] ابو اعلیٰ مودودیؒ نے بیسویں صدی کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے لکھا کہ اللہ کی تائید و نصرت کا قابل لوگوں کی کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ ان میں کسی قسم کا غرور و تکبر نہیں ہوتا، کردار صاف اور نیت پاک ہوتی ہے۔ یہ خدا کے سامنے جبین جھکانے والے ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی دولت فضول کاموں اور عیاشی میں صرف ہونے کی بجائے زکوۃ کی ادائیگی میں خرچ ہوتی ہے۔ ان لوگوں کی حکومت نیکی کے فروغ اور برائی کے خاتمے کے لیے سرگرم ہوتی ہے۔ مولانا لکھتے ہیں کہ اگر کسی نے اسلامی حکومت کو ایک فقرے میں سمجھنا ہو تو یہ آیت اس کے لیے کافی ہے۔[284] اس آیہ مبارکہ میں اسلامی ریاست کا بنیادی ڈھانچہ بیان کیا گیا ہے۔ تعلق مع اللہ اور معاشرے کی اصلاح و فلاح کی بات کی گئی ہے۔ اسلامی ریاست بنیادی ثقافتی اقدار چاہے وہ سماجی، معاشرتی، سیاسی، عائلی یا انسانی ہوں ان کا تحفظ اور فروغ کرتی ہے۔ جدید دور میں اگر اس آیت کے فہم کے لیے البیان اور بیان القرآن کا مطالعہ کیا جائے تو جاوید احمد غامدی اور ڈاکٹر اسرار احمد کی رائے کے مطابق بھی یہ آیت اسلامی ریاست کے لیے منشور کی حثیت رکھتی ہے۔[285]

ثقافت معاشروں کی پہچان ہوتی ہے۔ ثقافتی اقدار لوگوں کی شناخت ہوتی ہیں۔ پاکستان کی بنیاد لا الہ الا اللہ کے کلمے پر ہے۔ مسلمانوں کی عملی تجربہ گاہ ہے۔ پاکستانی ریاست دراصل اسلامی ریاست ہے۔ اسلامی ریاست کی بنیادیں اور کردار قرآن و سنت کے مطابق ہوتا ہے۔ اس باب میں وطن عزیز پاکستان کی ثقافتی اقدار کا احاطہ کیا جائے گا۔ ثقافتی اقدار کے فروغ و تحفظ کے لیے ممکنہ راہ متعین کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ پاکستان کی اسلامی ریاست کا ثقافتی اقدار کے حوالے سے کردار معلوم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ مستقبل کے لائحہ عمل کے لیے سیرت سے راہنمائی حاصل کی جائے گی۔

---

[283] امام رازیؒ، مفاتیح الغیب، ج23، ص231

[284] مودودی، سید ابو اعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ص235

[285] اسرار، احمد، بیان القرآن، انجمن خدام القرآن، پشاور، ج5، ص135

غامدی، جاوید احمد، البیان، ٹوپیکل پرینٹنگ پریس لاہور، 2018ء، ج3، ص358

فصل اول: پاکستان میں رائج ثقافتی اقدار

عالمی جنگ عظیم دوم کے بعد ممالک کی حدود بندی کا کام کیا گیا۔ ملکی سرحدوں کا تعین کیا گیا۔ پاکستان بھی تقسیم برصغیر کے نتیجے میں عالمی نقشے پر ابھرا۔ پاکستان میں مختلف مذاہب، نسلوں اور رسم و رواج کے لوگ زندگی بسر کرتے ہیں۔ پاکستان میں پنجاب، سندھ، بلوچستان اور خیبر پختونخوا اہم صوبے ہیں۔ گلگت بلتستان اور کشمیر بھی اس کی حدود میں اہم علاقے ہیں۔ بہت سی ایجینسیز بھی اس کے ساتھ ملحق ہیں۔ پاکستان میں ثقافتی رسم و رواج میں کافی تنوع پایا جاتا ہے۔ ہر علاقے کے لوگوں کا خاص لباس، خوراک اور رسم و رواج ہیں۔ پاکستان کی قومی زبان سرکاری سطح پر اردو ہے۔ پاکستان میں اور بہت سی لوک زبانیں بولی جاتی ہیں۔ پنجابی، پشتو، سندھی، براہوی، ہندکو، سرائیکی اور بھی بہت سی لوک زبانیں بولنے والے لوگ موجود ہیں۔ پاکستان کی ثقافت بہت وسیع ہے۔ آرٹس میں بھی علاقائی ثقافت کا رنگ نظر آتا ہے۔ ادب میں شعر و شاعری، نثر لوک زبانوں میں اور قومی زبان میں بھی ملتی ہیں۔ پاکستانی معاشرہ ثقافتی اقدار اور رسم و رواج سے بھرپور ہے۔ لوگ اپنی ثقافت سے جڑے ہوئے ہیں۔ پاکستان میں اکثریت کا مذہب اسلام ہے۔ مذہبی تہوار بھی منائے جاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ثقافتی تہوار میلے، عرس اور علاقائی تہوار بھی منائے جاتے ہیں۔ برصغیر میں صوفیاء کے مزرات اور ان کی تعلیمات کا پرچار کرنے والے بھی موجود ہیں۔ خانقائی نظام کی جڑیں مضبوط ہیں۔ اکابر صوفیا کے مزرات پورے پاکستان میں موجود ہیں۔ روحانی عقیدتوں کے حامل افراد بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ الغرض پاکستان میں ثقافت اور رسم و رواج کا ایک مستحکم نظام موجود ہے۔ اس فصل میں پاکستانی معاشرے میں رائج ثقافتی اقدار اور رسم و رواج کے متعلق تحقیق کی جائے گی۔

1. ثقافتی اقدار میں تبدیلی کے عوامل

ثقافتی اقدار میں مختلف عوامل کی وجہ سے تبدیلی آتی ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اندرونی و بیرونی اثرات کے باعث تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ اس کے بہت سے عوامل ہو سکتے ہیں لیکن اہم عوامل درج ذیل ہے۔

- تعلیم
- ٹیکنالوجی
- عالمگیریت

- سیاسی و سماجی تحریکیں
- معیشت
- مذہبی و نظریاتی تبدیلیاں
- نقل مکانی، جنگیں اور تنازعات
- قدرتی آفات اور ماحولیاتی تبدیلیاں

ان عوامل کے علاوہ بھی مزید عوامل موجود ہیں جو تبدیلی کا باعث بنتے ہیں۔

2. ثقافتی لباس

پاکستان ایک اسلامی مملکت کے طور پر دنیا کے نقشے پر ظہور پذیر ہوا تھا۔ پاکستان میں اکثریت کا مذہب اسلام ہے۔ لوگ اسلامی روایات اور احکامات کے مطابق ہی زندگی بسر کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پاکستانی معاشرے میں قومی سطح سے لے کر علاقائی سطح تک لباس میں اسلامی اصولوں کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔ علاقائی ثقافتی لباس موجود ہیں اور لوگ ان کو پہنتے ہیں ان کو اپنی شناخت سمجھتے ہیں لیکن اسلامی حدود کا خیال رکھتے ہیں۔ پاکستان میں چونکہ زیادہ ثقافتیں اپنا وجود رکھتی ہیں اس لیے ثقافتی لباس بھی مختلف ہیں۔ مشہور ثقافتیں پنجابی، سندھی، بلوچی، پشتون، کشمیری وغیرہ ہیں۔ یہاں مرد وزن کا خاص لباس موجود ہے جو ثقافتی پہچان کا کام کرتا ہے۔ پاکستان کی سرزمین پر بھی ثقافتی لباس کا یہ رواج کم ہوتا جارہا ہے۔ لوگ شلوار قمیص یا پینٹ شرٹ زیادہ استعمال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جشن، تہواروں اور شادی بیاہ کے مواقع پر بھی مختلف قسم کے لباس زیب تن کیے جاتے ہیں۔ اس فصل کے آغاز میں ہم سب سے پہلے علاقائی لباس کو دیکھتے ہیں۔[286]

---

[286] Askari, Nasreen, and Liz Arthur. *Colours of the Indus: Costumes and Textiles of Pakistan*. London: Merrell Holberton in association with the Victoria and Albert Museum, 1997,45

Heba Hashmi,Spinning yarns of identity and evolution Tribune,21june

Askari, Nasreen. Uncut Cloth. (London: Merrell Holberton, 1999),39,65

پنجاب کے ثقافتی لباس کو اگر دیکھا جائے تو مرد وزن کے لیے ہر موسم کے مطابق لباس موجود ہے۔ موسم کی مطابق لباس پہنا جاتا ہے۔ پنجاب کا ثقافتی لباس مردوں کے لیے قمیض (کرتا) شلوار یا دھوتی (لنگی یا چادر) استعمال ہوتی ہے۔ پنجاب میں سفید کپڑے کو دستار بنا کر سر پر سجانے کا رواج بھی موجود ہے۔ اس کے ساتھ مرد ثقافتی تلے والی کھوسہ (یا سادہ کھوسہ) پہنتے ہیں۔ یہ لباس پنجابی ثقافت کی شناخت ہے۔ پنجاب کی خواتین کے لیے شلوار (شوخ اور چمکیلی) قمیض کے ساتھ سر پر ڈوپٹہ یا چادر کو ثقافتی لباس میں شمار کیا جاتا ہے۔ پھلکاری کا کام بھی لباسوں پر ثقافتی شناخت کی صورت میں نظر آتا ہے۔[287]

سندھ کی ثقافت میں بھی خاص پہناوا موجود ہے۔ مرد حضرات شلوار قمیض کے ساتھ اجرک اور سندھی ٹوپی کا استعمال کرتے ہیں۔ خواتین خاص طور پر شیشے کی کاریگری والے اور رنگین دھاگوں کی سلائی والے ملبوسات استعمال کرتی ہیں۔ سندھ کی ثقافت میں لباس پر خاص طور پر سندھی کڑھائی موجود ہوتی ہے۔

بلوچستان کی ثقافت کی طرف اگر نظر دوڑائی جائے تو ان کا ثقافتی لباس بھی خاصہ دلچسپ محسوس ہوتا ہے۔ مرد حضرات ڈھیلی قمیض کے ساتھ قدر کھلی اور بڑی شلوار پہنتے ہیں۔ اس کے ساتھ کشیدہ کاری والی واسکٹ کا استعمال کرتے ہیں۔ بلوچستان کی خواتین کا لباس شلوار قمیض کی بجائے لمبے فراک کی صورت میں ہوتا ہے۔ ان پر خوبصورت انداز سے شیشوں اور دھاگوں سے کڑھائی کا کام کیا ہوتا ہے۔ سر پر ڈوپٹہ یا بڑی چادر لی جاتی ہے۔ خواتین اس کے ساتھ علاقائی زیورات کا بھی استعمال کرتی ہیں۔

خیبر پختونخوا کی ثقافت میں مرد حضرات شلوار قمیض کے ساتھ ٹوپی کا استعمال کرتے ہیں۔ علاقائی لباس کے ساتھ پاؤں میں خاص پشاوری چپل استعمال کی جاتی ہے۔ اس کے مختلف قسم کے ڈیزائن بھی دیکھنے کو ملتے ہیں۔ خواتین شلوار قمیض کے ساتھ سر پر دوپٹہ

استعمال کرتی ہیں۔ اس علاقے میں چترالی کڑھائی اور شیشوں سے مزین لباس کو بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ خواتین برقعے (ٹوپی والا برقعہ) کا استعمال بھی اپنی ثقافتی شناخت شمار کرتی ہیں۔[288]

کشمیر میں بھی ثقافتی لباس موجود ہے۔ کشمیر چونکہ ٹھنڈا علاقہ ہے۔ درجہ حرارت کم ہوتا ہے۔ اس لیے مرد و خواتین موسمی اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے خاص بندوبست کرتے ہیں۔ مرد حضرات فیرن کا استعمال کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ بڑی

---

[287] اللہ دتہ نجمی، درخشاں (پنجاب کے پہناوے)، نوائے وقت، 24 اپریل 2024ء

[288] ایس ایم شاھد، پاکستانی معاشرہ اور ثقافت، ص ۱۳۱

شالیں استعمال کرتے ہیں جو کہ پشمینے سے بنائی جاتی ہیں۔خواتین بھی پشمینے سے بنے لباس زیب تن کرتی ہیں۔ سر پر دوپٹہ یا بڑی چادر لیتی ہیں۔

علاقائی ثقافتی لباس کے بعد اگر جدید اور شہری لباس کی بات کی جائے تو یہ لباس خاص وعام میں مقبول ہے۔عام طور پر غیر رسمی لباس میں پینٹ ،ٹروازر اور شرٹ استعمال کیا جاتا ہے۔رسمی لباس میں ڈریس پینٹ کوٹ کا انتخاب کیا جاتا ہے۔خواتین کا فیشن سرعت کے ساتھ تبدیل ہوتا رہتا ہے۔شلوار قمیض کے مختلف انداز اور پینٹ شرٹ بھی استعمال کرتی ہیں۔شادی بیاہ کی تقریبات پر بھی مختلف لباس پہنے جاتے ہیں۔دلہا کے لیے شیروانی اور دلہن کے لیے لہنگا استعمال کیا جاتا ہے۔خواتین شادی بیاہ میں زیورات کے ساتھ کڑاھائی والے فینسی لباس کا انتخاب کرتی ہیں۔عصر حاضر میں کوئی لباس خاص نہیں ہے۔شادی بیاہ کے مواقعے پر اب ٹرینڈ کو دیکھا جاتا ہے۔دنیا میں کیے جانے والے فیشن کی پیروی کی جاتی ہے۔انٹرنیٹ کی وجہ سے اب دنیا ایک عالمی گاؤں کی مانند ہو چکی ہے۔اب ثقافتی اور ملکی سرحدیں انٹرنیٹ کی وجہ سے ختم ہوتی جارہی ہیں۔لوگ خود اپنی مرضی اور دنیا میں چلنے والے فیشن کے مطابق لباس کا انتخاب کرتے ہیں۔

3.ثقافتی ماکولات ومشروبات

پاکستان کے ثقافتی کھانے دنیا بھر میں اپنے ذائقے کے باعث مشہور ہیں۔پاکستانی کھانے مصالے دار اور ذائقے دار ہوتے ہیں۔[289]شہروں میں ہر طرح کا کھانا دستیاب ہوتا ہے۔فوڈ سٹریٹ کا وجود ایک ہی جگہ پر مختلف کھانوں کو جمع کرتا ہے۔ہر بڑے شہر میں کھانوں کی خاص مارکیٹ(food streets)موجود ہیں۔لوگ ہر قسم کا کھانا کھانا پسند کرتے ہیں۔گوشت کو مختلف انداز میں پکایا جاتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ چاول بھی شوق سے کھائے جاتے ہیں۔گندم،جو،مکئی اور باجرے کی روٹی بھی استعمال کی جاتی ہے۔عصر حاضر میں فاسٹ فوڈ(برگر،پیزا،شوراما وغیرہ)شہروں اور دیہاتوں میں کھایا جاتا ہے۔علاقائی کھانوں کو بھی خاص اہمیت حاصل ہے۔

پنجاب میں بھی خاص کھانے موجود ہیں۔یہ کھانے پنجاب کی ثقافت سے جڑے ہوئے ہیں۔سرسوں کا ساگ اور مکئی کی روٹی پنجاب کا خاص ثقافتی کھانا ہے۔یہ موسم سرما کی اہم غذا میں شامل ہے۔اس طرح دیسی گھی میں گندم کی روٹی کو چھوٹے ٹکڑوں

---

[289]Shanaz ramzi,Companion to Pakistani Cuisine,oxford university press 2023

[289]سندھ کے روایتی پکوان،جنگ میگزین،18 ستمبر 2021ء

میں تقسیم کر کے چوری بنائی جاتی ہے۔ یہ کھانے غذائیت سے بھرپور ہوتے ہیں۔اس کے ساتھ ہی نہاری(گوشت کے شوربے میں ہلکی آنچ پر پکائی جانے والی ڈش)حلیم(گوشت، گندم، دالوں کا امتزاج) پائے اور حلوہ پوڑی ناشتے میں پسند کیے جاتے ہیں۔ کڑاہی گوشت(مصالے دار اور چٹپٹہ) پسند کیا جاتا ہے۔

سندھ میں بھی کھانوں کا ذائقے دار سلسلہ موجود ہے۔ سندھ میں سندھی بریانی(چاول، گوشت اور خوشبودار مصالوں سے تیار کردہ) پسند کی جاتی ہے۔اس کے علاوہ سندھی کڑھی(بیسن اور مختلف مصالوں سے تیار کردہ)جو کے چاولوں کے ساتھ کھائی جاتی ہے۔لولو(موٹی سندھی روٹی)جو چٹنی اور سالن کے ساتھ کھائی جاتی ہے۔اس کے علاوہ گوشت کو روسٹ کر کے بھی تناول کیا جاتا ہے۔[290]

بلوچستان کے ثقافتی کھانے ذائقے دار اور مقوی ہونے کی حیثیت سے اپنا منفرد مقام رکھتے ہیں۔ سجی(بکرے یا مرغی کا گوشت مصلے لگا کر سیخوں پر انگاروں پر بنایا جاتا ہے)ایک مشہور اور مرغوب غذا ہے۔ یہ انتہائی لذیر اور طاقتور ہوتی ہے۔ دم پخت(ہلکی آنچ پر بنایا ہوا گوشت) بھی اپنا منفرد مقام رکھتا ہے۔ خرما(خشک میوہ جات سے بنائی ہوئی) میٹھی ڈش ہے جو کہ مقوی اور لذیز ہوتی ہے۔[291]

خیبر پختوانخواہ بھی کھانوں کی تاریخ میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ ثقافتی کھانے لذیز اور منفرد ذائقہ رکھتے ہیں۔اس خطے میں زیادہ تر لوگ گوشت خور ہوتے ہیں۔ چپلی کباب(مصالے دار گوشت) جو کہ تیل(چربی) میں ڈیپ فرائی کر کے تیار کیے جاتے ہیں۔ نمکین کڑاہی(مرغے، بکرے یا بیل کے گوشت کو نمک کے ساتھ بھون کر تیار کیا جاتا ہے)ایک خاص اور منفرد ذائقے والی ڈش ہے۔اس کو لوگ بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔ پشاوری نان(جو کہ خوشبودار اور نرم ہوتا ہے)سالن کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔

کشمیر کے ثقافتی کھانے بھی ذائقے دار ہوتے ہیں۔ چاول کے ساتھ لوبیا(دال) ہر دستر خوان کی زینت ہوتے ہیں۔ روغان جوش(بکرے کے گوشت کو زعفران اور مختلف مصالوں کی مدد سے تیار کیا جاتا ہے) بھی کشمیر کا ثقافتی کھانا ہے۔اسی طرح

---

[291]نور خان محمد، بلوچستان کے روایتی کھانے، جنگ میگزین، 24اکتوبر2021ء

وازوان(مختلف گوشتوں کا امتزاج) بھی ایک مشہور کھانا ہے۔غشتابا(دہی میں پکا ہوا گوشت) اور حریسا(گوشت، گندم اور مصالوں کی مدد سے تیار) بھی کشمیری ثقافت کے اہم کھانوں میں شمار ہوتے ہیں۔[292]

- **مشروبات**

پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں ہر ثقافت سے جڑے مشروبات دستیاب ہیں۔لوگ چائے(دودھ اور پتی)کا استعمال بہت زیادہ کرتے ہیں۔پشاوری قہوہ اور ساتھ گڑ کا استعمال بھی کیا جاتا ہے۔پنجاب کا مشہور مشروب لسی جو کہ موسم گرما میں استعمال کی جاتی ہے۔اسی طرح کشمیری چائے(pink tea)اور سکنجبین بھی علاقائی مشروبات میں شامل ہیں۔

پاکستان میں میٹھے میں بہت سے کھانے ملتے ہیں۔پنجاب میں زیادہ مشہور سوہن حلوہ،گلاب جامن، جلیبی ہیں۔سویاں، گاجر کا حلوہ ، دل کا حلوہ اور رس ملائی جیسے لذیز کھانے بھی موجود ہیں۔لوگ زردہ(میٹھے چاول) اور گڑ والے چاول بھی شوق سے کھاتے ہیں۔اس کے علاوہ علاقائی سطح پر مختلف قسم کی مٹھائیاں تیار کی جاتی ہیں۔پاکستان کے ہر خطے میں ثقافتی ماکولات موجود ہیں جو اپنا ثانی نہیں رکھتی۔[293]

4.ثقافتی کھیل

پاکستان میں عالمی کھیلوں کے ساتھ ساتھ ثقافتی کھیل بھی کھیلے جاتے ہیں۔پاکستان کا قومی کھیل ہاکی ہے۔ہاکی میں پاکستان نے عالمی مقابلوں میں فتح حاصل کی ہے۔پاکستان نے ۱۹۹۴،۱۹۸۰،۱۹۷۸،۱۹۷۱ میں عالمی ٹرافی اپنے نام کی۔[294] اولمپکس میں بھی سونے کے تمغات اپنے نام کیے ہیں۔قومی کھیل ہاکی ہونے کے باوجود مشہور اور ہر دلعزیز کھیل کرکٹ ہے۔شہر، محلے اور ہر گاؤں میں یہ کھیلا جاتا ہے۔قومی اور بین الاقوامی سطح پر اس کے مقابلوں میں شمولیت اختیار کی جاتی ہے۔ٹینس اور ہارڈ بال دونوں سے یہ کھیل کھیلا جاتا ہے۔فٹ بال بھی مقبول کھیل ہے لیکن اس کو کھیلنے والوں کی تعداد کرکٹ کی نسبت سے خاصی کم ہے۔ٹینس

---

[292]https://www.urdupoint.com/cooking/urdu-article/kshmirke-riwaiti-pakwaan-waza-6154, 28 july 2024

[293] http://nationalheritage.gov.pk/cusines,28 july 2024
Nestlé Pakistan, Dining Along the Indus (Pakistan: Nestlé Pakistan, 2019)

[294]https://olympics.com/en/news/fih-hockey-world-cup-winners-list-champions

،اسکوش اور والی بال میں بھی پاکستان حصہ لیتا ہے۔ جدید دور کے مزید کھیلوں میں بھی ہمارے نوجوان اپنے فن کا مظاہرہ کرتے نظر آتے ہیں۔ قومی سطح سے علاقائی سطح کی طرف نظر دوڑائیں تو بہت سارے ثقافتی کھیل بھی موجود ہیں۔ ثقافت سے جڑے لوگ آج بھی ان کھیلوں میں حصہ لینے اور دیکھنے کو پسند کرتے ہیں۔[295]

روایتی کھیلوں کی اگر بات کی جائے تو پنجاب میں کبڈی کا کھیل بہت مقبول ہے۔ یہ جسم کی طاقت ،مہارت اور پھرتی کا کھیل ہے۔ اس کے عالمی مقابلے بھی شروع کیے گئے ہیں۔ پاکستان ۲۰۲۰ء میں اس کا فاتح تھا۔ پنجاب کے دیہی علاقوں میں آج بھی لوگ اس کی پریکٹس کرتے ہیں اور کھیلتے ہیں۔ ثقافتی میلوں اور تہواروں پر اس کے مقابلے کروائے جاتے ہیں۔ نیزہ بازی کا کھیل بھی پنجاب کی سرزمین پر کھیلا جاتا ہے۔ گھوڑے پر سوار ہو کر ہدف کو نیزے کی مدد سے نشانہ لگایا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ پہلوانی ،بیلوں کی دوڑ اور بھر کلاں میں بھی فن کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ پنجاب کی ثقافت میں چند کھیل ایسے بھی موجود ہیں جو کہ اخلاقی لحاظ سے جرم ہیں۔ ان میں مرغوں کی لڑائی، کتوں کی لڑائی، ریچھ اور کتے کی لڑائی، سور اور کتے کی لڑائی وغیرہ زیادہ مشہور ہیں۔ یہ کھیل قانونی اور اخلاقی طور پر جرم ہیں۔

سندھ کے علاقوں میں بھی مشہور کھیلوں کے علاوہ ثقافتی کھیل بھی کھیلے جاتے ہیں۔ تھرپارکر کے علاقے میں اونٹ دوڑ کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ اسی طرح ملاکھڑا بھی ایک مقبول ثقافتی کھیل ہے۔ اس میں بائیں کندھے پر زور لگا کر زمین پر پٹخنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ سومو (جاپانی کشتی) کی اس کے ساتھ بہت مماثلت ہے۔

بلوچستان کی سرزمین پر مختلف کھیل کھیلے جاتے ہیں۔ غلیل بازی کے مقابلے سرکاری اخراجات پر حکومت کی جانب سے کروائے گئے۔ بلوچستان میں ایک دلچسپ قبائلی کھیل کوہ ٹپ بھی کھیلا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ چوگان (پولو) اور گھڑ دوڑ کا کھیل بھی موجود ہے۔

---

[295] Ramsha Sadiq,Famous Traditional Sports in Pakistan,September 16, 2020,zameenblog.com 29 july 2024

Muhammad Awais, traditional games of Pakistan,youlin magazine,May19, 2020,29 july 2024

خیبر پختونخواہ میں سب سے مشہور کھیل پولو کا ہے۔چترال کے مقام پر سالانہ شندور پولو میلا منعقد ہوتا ہے۔اس میں بین الاقوامی شائقین بھی شرکت کرتے ہیں۔ تیر اندازی کا کھیل بھی اس خطے میں کھیلا جاتا ہے۔ مشہور کھیلوں کے علاوہ بہت سے کھیل موجود ہیں۔[296]

پاکستان میں مقبول و مشہور کھیلوں کے مقابلوں میں اب خواتین بھی حصہ لیتی ہیں۔ کرکٹ، اسکوش، ٹینس، بیڈ منٹن اور مختلف کھیلوں میں پاکستانی خواتین بھی شرکت کرتی ہیں۔ جدید دور میں ای گیمز کی جانب بھی نوجوان نسل کا رجحان کافی زیادہ ہے۔ فری فائر، پب جی، کال آف ڈیوٹی، لڈو، مائن کرافٹ اور فیفا جیسے کھیل پسند کیے جاتے ہیں۔ان کے بین الاقوامی اور قومی سطح پر مقابلے منعقد کروائے جاتے ہیں۔

5. تہوار و تقریبات

ثقافت کا حسن اس میں منائے جانے والے تہوار ہوتے ہیں۔ یہ تہوار معاشرے میں محبت و الفت اور اتحاد و اتفاق کی علامت ہوتے ہیں۔ پاکستان میں مذہبی، قومی اور علاقائی تہوار پائے جاتے ہیں۔لوگ ایک دوسرے کو خوشیوں میں شریک کرتے ہیں۔ یہ تہوار ملاقات کا بھی ایک ذریعہ ثابت ہوتے ہیں۔ لوگ اپنی مذہبی، قومی اور ثقافتی روایات سے جڑے رہتے ہیں۔[297]

پاکستان میں زیادہ تر مسلمان زندگی بسر کرتے ہیں۔ اسلام میں موجود تمام تہوار مذہبی تہوار شمار ہوتے ہیں۔ رمضان المبارک کے اختتام پر عید الفطر کا مذہبی تہوار خوشیوں کا پیغام لاتا ہے۔ تمام لوگ عید کی نماز ادا کرنے کے بعد آپس میں ملتے ہیں۔ گھر واپس آکر گھر والوں سے ملاقات کرتے ہیں۔ رشتہ داروں کے گھر جاتے ہیں۔ایک دوسرے کی دعوتیں کی جاتی ہیں ۔ یہ پر مسرت موقع لوگوں کو قریب کرتا ہے۔ رنجشیں اور ناراضگیاں ختم کی جاتی ہیں۔ عید الفطر کے بعد ذی الحجہ کے مہینے میں ایام حج میں حج ادا کرنے کے بعد قربانی کی جاتی ہے۔عالم اسلام میں ۱۰ ذی الحجہ کو قربانی کی جاتی ہے۔اللہ کی رضا کے لیے جانور(بکرہ، دنبہ، بیل، اونٹ) قربان کیا جاتا ہے۔اس کا گوشت رشتہ داروں، غرباء اور مساکین میں تقسیم کیا جاتا ہے۔اس

---

[296]Sports and Games of Pashtoons ,Pashto Academy, Peshawar , August 31 2009 29 july 2024

http://www.khyber.org/culture/a/Sports_and_Games_of_Pashtoons 29 july 2024

[297]http://www.visitorsheaven.com/festivals.php 29 july 2024

موقع پر بھی لوگ ایک دوسرے کی دعوت کرتے ہیں۔ایک دوسرے سے ملاقات کے لیے جاتے ہیں۔یہ خاص مواقع خالص خوشی کے ہیں جب تمام لوگ مل کر خوشیاں مناتے ہیں۔

عیدین کے علاوہ بھی مذہبی تہوار موجود ہیں۔رسول خدا خاتم النبیین ﷺ کی پیدائش والے دن کی نسبت سے خاص خوشی منائی جاتی ہے۔۱۲ ربیع الاول کو میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے جلسے جلوس، محافل اور لنگر کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے۔۱۰ محرم الحرام کا دن رسول اللہ ﷺ کے نواسے سید الشہداء امام حسینؓ کی شہادت کا دن ہے۔اس روز آپ کی اور آپ کے جانثار ساتھیوں کی قربانیوں کو یاد کیا جاتا ہے۔آپ کی یاد میں جلسے جلوس، سبیل اور لنگر کا اہتمام کیا جاتا ہے۔لوگوں کو آپ کے مقام اور عظیم مقصد کے بارے میں بتایا جاتا ہے۔

ان خاص مواقع کے علاوہ چند مزید ایسے مذہبی تہوار موجود ہیں جو مسلمانوں کے اجتماع کا باعث بنتے ہیں۔لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔قرآن مجید کی تلاوت، نوافل کی ادائیگی اور تسبیحات کا ورد کرتے ہیں۔شب معراج، شب قدر اور شب برات کے روحانی موقعوں پر مساجد میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔دعا والتجا کرتے ہیں۔

مسلمان معاشرے کے علاوہ اگر غیر مسلم آبادی کی بات کی جائے تو ان کی مذہبی آزادی حاصل ہے۔۲۵ دسمبر کو کرسمس منا کر عیسائی کمیونٹی اپنی خوشیوں کا اظہار کرتی ہے۔اسی طرح ہندو برادری ہولی، نوراتری، دیوالی، کرواچوتھ اور رکشابندھن جیسے مذہبی تہوار منا کر خوشیاں سمیٹتے ہیں۔سکھ مذہب سے تعلق رکھنے والے افراد اور پنجاب (انڈیا) سے آنے والے افراد بابا گرو نانک اور اپنی مقدس ہستیوں کے آستانہ پر حاضری دیتے ہیں۔پاکستان میں مذہبی بنیادوں پر تہوار منانے کی ہر ایک کو مکمل آزادی حاصل ہے۔[298]

قومی تہواروں میں ۱۴ اگست سب سے اہم تہوار ہے۔قیام پاکستان کی خوشی میں اس روز پرچم کشائی، قومی ترانے اور حب الوطنی پر مبنی ڈرامے چلائے جاتے ہیں۔۱۴ اگست کو پورے پاکستان میں عام تعطیل ہوتی ہے۔عوام اپنے گھروں، گلیوں اور بازاروں کو قومی پرچم اور جھنڈیوں سے سجاتے ہیں۔سرکاری املاک پر بھی خوبصورت برقی قمقمیں لگائے جاتے ہیں۔اسی طرح ۲۳ مارچ کو بھی قرداد پاکستان کی یاد میں عام تعطیل ہوتی ہے۔پریڈ اور مختلف قسم کی تقریبات کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

---

[298] https://hrma.punjab.gov.pk/urdu/religious_day_celebrations_for_minorities 29 July 2024

علاقائی سطح پر پنجاب میں بسنت کا تہوار پورے جوش و خروش سے منایا جاتا ہے۔ موسم بہار کی آمد پر جشن بہاراں کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس میں موسیقی، آرٹس اور ثقافتی چیزوں کے اسٹالز لگائے جاتے ہیں۔ موسم بہار کی ہی آمد پر کیلاش میں بھی جشن منایا جاتا ہے۔ اس کو چلم جوشٹ کا نام دیا جاتا ہے۔ کیلاش کے لوگ اس کو اپنے مخصوص انداز میں مناتے ہیں۔ گلگت بلتستان میں شندور فیسٹول منایا جاتا ہے۔ اس میں دوسرے ممالک سے لوگ آکر یہاں کی ثقافت کو دیکھتے ہیں۔ مون سون کے موسم میں کراچی میں مون سون فیسٹول کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ساحل سمندر پر مختلف قسم کے اسٹالز لگائے جاتے ہیں۔ پاکستان میں مذہبی، قومی اور علاقائی تہوار پورے جوش و خروش کے ساتھ منائے جاتے ہیں۔

6. شادی بیاہ کی تقریبات

پاکستان میں شادی بیاہ کی تقریبات میں مذہب کو خصوصی اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ اسلام کی تعلیمات کے مطابق سب سے پہلے نکاح کیا جاتا ہے۔ نکاح کے بندھن سے دونوں حلال سماجی و مذہبی رشتے سے منسلک ہو جاتے ہیں۔ شادی بیاہ کے مواقع پر علاقائی رسم و رواج بھی موجود ہوتے ہیں۔ مشہور رسوم مہندی، نکاح، بارات اور ولیمہ ہیں۔ نکاح اسلامی اصولوں کے مطابق ۲ گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول اور حق مہر کی ادائیگی کی صورت میں نکاح خواں پڑھاتا ہے۔ بارات سے پہلے دلہے کی سہرہ بندی کی رسم بھی کی جاتی ہے۔[299] اس موقع پر لوک گیت، ڈھول، دف ثقافتی رقص کیے جاتے ہیں۔ لوگ اپنی خواہش کے مطابق قوالی یا محفل نعت کا اہتمام بھی کرتے ہیں۔ گھروں کو برقی قمقموں سے سجایا جاتا ہے۔ آتش بازی بھی کی جاتی ہے۔ ہر لحاظ سے اس موقع پر خوشی منائی جاتی ہے۔ ثقافتی روایات کے مطابق رسم رواج کے ساتھ شادی کی تقریب کی جاتی ہے۔

- ### پیدائش نومولود کی تقریب

اللہ تعالیٰ جب کسی کو اولاد کی نعمت سے نوازتا ہے تو خوشی کا موقع ہوتا ہے۔ اہل خاندان شکر کا رویہ اختیار کرتے ہوئے خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ مسلمان گھرانوں میں مذہبی تعلیمات کی روشنی میں تمام امور سرانجام دیے جاتے ہیں۔ اولاد (بچہ یا بچی) کی پیدائش کے بعد سب سے پہلا کام آذان دینے کا کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد گھر کے بزرگ افراد یا والدین میں سے بچے کو گھٹی دیتا ہے۔ اس کے بعد بچے یا بچی کا نام تجویز کیا جاتا ہے۔ اگر اولاد نرینہ ہو تو اس کے ختنے کروائے جاتے ہیں۔ سات دن کے بعد عقیقہ کیا جاتا ہے۔ گوشت تقسیم کر دیا جاتا ہے یا اس کو پکا کر لوگوں کی دعوت کی جاتی ہے۔ یہ تمام امور اسلامی تعلیمات کے مطابق

---

[299] محمد سلیم، نکاح اور پاکستانی معاشرے میں شادی بیاہ کے مروجہ رسوم کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، راحۃ القلوب، ج۳، شمارا۱، جنوری۔ جون ۲۰۱۹ء

کیے جاتے ہیں۔ علاقائی رسم ورواج بھی موجود ہوتے ہیں۔ والدین اور اس بچے یا بچی کے لیے قریبی رشتہ دار تحائف بھی لاتے ہیں۔[300]

7. جنازہ وتدفین

اس دنیا کو دوام حاصل نہیں ہے۔ جو مخلوق اس دنیا میں آئی ہے اس نے واپس جانا ہے۔ انسان بھی پیدا ہوتا ہے۔ بچپن سے شباب اور شباب سے بڑھاپے کا سفر طے کرتا ہے۔ وقت مقررہ پر وہ دنیا سے چلا جاتا ہے۔ اس موقع پر بھی مسلمان اپنی مذہبی اقدار کی پیروی کرتے ہیں۔ جب کوئی انسان فوت ہو جائے تو اس کو غسل دیا جاتا ہے۔ میت کو کفن پہنایا جاتا ہے۔ مسلمان مل کر اس کی نماز جنازہ ادا کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس کو قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے۔ قبر اور لحد دونوں کا تصور پاکستان میں موجود ہے۔ زمین کا جائزہ لینے کے بعد فیصلہ کیا جاتا ہے کہ قبر ہو گی یا لحد بنائی جائے گی۔ بعض علاقوں میں دفن کرنے کے بعد قبر کے پاس بیٹھ پر تلاوت قرآن کی جاتی ہے۔ ایک اور رسم جس کا ذکر ضروری ہے وہ جنازے کے بعد کھانے کی رسم ہے۔ لوگ پر تکلف کھانا دیتے ہیں۔ مسلہ تب جنم لیتا ہے جب کسی غریب آدمی کے گھر فوتگی ہو جائے اور وہ اس قسم کا کھانا نہ دے سکتا ہو۔ وہ اپنی عزت بچانے کی خاطر مشکل سے پیسوں کا انتظام کر کے کھانے کا بندوبست کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی رسم ہے جس پر اہل علاقہ کو بیٹھ کر مشورہ کرنا چاہیے۔[301]

جس گھر میں فوتگی ہو جائے اس گھر میں لوگ تعزیت کے لیے آتے ہیں۔ عام طور پر اس کو فاتحہ کا نام دیا جاتا ہے۔ لوگ دوسرے لوگوں کے غم میں شریک ہوتے ہیں۔ انہیں تسلی دیتے ہیں۔ ان کے بچھڑے ہوئے پیاروں کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ بعض علاقوں میں رسم قل (جس میں مہمانوں کو بلا کر دعائے مغفرت کرنے کے بعد ان کو کھانا کھلایا جاتا ہے) بھی ادا کی جاتی ہے۔ علاقائی سطح پر اپنے اپنے رسم ورواج پائے جاتے ہیں۔

---

[300] Mrs.Meer hassan ali,Observations on the Mussulmauns of India, Humphrey Milford London 1917,page210

[301] پاکستان میں اکثریت کا مذہب اسلام ہے۔ اس لیے اسلامی اصولوں کے مطابق ہی تمام امور سرانجام دیے جاتے ہیں۔ قرآن وسنت کی روشنی میں فقہی مسائل پر عمل کیا جاتا ہے۔ دنیا بھر کے مسلمان اسلام کی تعلیمات کے مطابق ہی معاملات سرانجام دیتے ہیں۔

8. فنون و موسیقی

پاکستان فنون اور موسیقی کی ایک تاریخ رکھتا ہے۔ یہ خطہ بہت سے بادشاہوں کے زیر اثر رہا۔ ہر زمانے فنون اور موسیقی کا اس سے خاص تعلق ہے۔ پاکستان کے اس خطے میں قدیم تہذیبوں اور مذاہب کا امتزاج موجود ہے۔ اب جب دنیا عالمی گاؤں کی مانند ہو چکی ہے تو فنون اور موسیقی میں بھی جدت آچکی ہے۔ لوگوں کا رجحان تیزی سے تبدیل ہوتا رہتا ہے۔ پل میں تولہ پل میں ماشہ کا مصداق اس وقت ہمارا معاشرہ ہے۔ ایک لمحے ایک سے محبت تو اگلے ہی لحظے کسی اور کی جانب نظر التفات ہو جاتی ہے۔ ہر فیلڈ میں رجحان (ٹرینڈ) تیزی سے تبدیل ہوتا ہے۔ اس کے باوجود ثقافت سے جڑے ہوئے لوگ موجود ہیں۔ ثقافت کے ذریعے اپنی شناخت کو قائم کیے ہوئے ہیں۔

مصوری کے فن کو دیکھا جائے تو اس کی تاریخ بھی کافی پرانی ہے۔ اس میں منیاتوری آرٹ[302] مشہور ہے۔ اس میں مصور باریک نقوش اور عمدہ رنگوں کے استعمال سے کہانی کو پیش کیا کرتے تھے۔ جدید مصوری میں نئے ٹولز کی مدد سے جدت لائی گئی ہے۔ مصوری اس کے اس فن میں صادقین کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ انہوں نے ہر رنگ میں احساس کی ترجمانی اور ہر پرت میں معنٰی و مفاہیم کا وہ جہاں سمو دیا جو ان کا ہی خاصا ہے۔ مغلیہ دور کی اس مصوری میں گہرا راز چھپا ہوتا ہے۔ خطاطی کا فن بھی مقبول فن ہے۔ جدید دور میں اس کی طرف رجحان میں اضافہ ہوا ہے۔ اسلامی خطاطی[303] بھی لوگوں میں مقبول ہے۔ قرآن مجید کی خطاطی کے لیے خاص طور پر خط کوفی اور خط نستعلیق کو استعمال کیا جاتا ہے۔ حفیظ جالندھری اس فن میں ایک بڑا نام ہیں۔[304]

302
منیاتوری آرٹ کا نمونہ

303
اسلامی خطاطی کا ایک نمونہ

304 حسنین جمال، پاکستان میں مصوری کی تاریخ، ڈان نیوز، 11 ستمبر 2018ء

ثقافتی دستکاری[305] بھی فنون کا اہم حصہ ہیں۔ بلوچی کڑھائی، سندھی اجرک اور ٹوپی، کشمیری اور چترالی شال اور پشاوری چپل اپنی اپنی ثقافت کی شناخت ہیں۔ لوگ اب اس پر خاص توجہ دیتے ہیں۔ گھر میں موجود خواتین اونی لباس، موزے، سویٹر اور ٹوپیاں تیار کرتی ہیں۔ پاکستان میں پہلے بڑے پیمانے پر ہاتھ سے قالین تیار کی جاتی تھی۔ یہ قالین دنیا بھر میں فروخت ہوتی تھی۔ ان اس میں بھی کمی ہوتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ اس کے بعد مٹی کے خوبصورت برتن ہاتھ سے تیار کیے جاتے تھے۔ ان پر نقش و نگار کیے جاتے تھے۔ پاکستان میں اب اس صنعت پر عدم توجہ کے باعث زوال آگیا ہے۔ ریاست کو چاہیے کہ ان کو دوبارہ زندہ کرنے لے لیے عملی اقدامات کرے۔

تھیٹر اور ڈرامہ بھی آرٹس کا اہم حصہ ہیں۔[306] پہلے پہل کٹھ پتلی کا تماشا تفریح کا ایک اہم ذریعہ تھا۔ اسی طرح محرم کے ایام میں نوحہ اور مرثیہ خوانی ہوتی تھی۔ اب بھی جدید تھیٹر میں سماجی مسائل پر سنجیدہ اور مزاح کے انداز میں ڈارمے بنائے جاتے ہیں۔ اب پاکستان کے ہر بڑے شہر میں آرٹس کونسلز موجود ہیں۔[307] مشہور الحمرا آرٹ سینٹر لاہور اور نیشنل آرٹ کونسل کراچی ہیں۔ ان میں مختلف قسم کے ڈرامے اور مشاعرے کروائے جاتے ہیں۔ جدید ڈرامہ انڈسٹری کی جانب اگر دیکھا جائے تو سماجی مسائل یا ان کے حل کو بیان کرنے کی بجائے معاشرے میں ایسی برائیاں پھیلا رہے ہیں جن کا نقصان بعد ازاں ناقابل برداشت ہوگا۔ خاندانی نظام کے خلاف مواد ڈراموں میں دکھایا جاتا ہے۔ ایلیٹ کلاس کے کلچر کو پروموٹ کیا جاتا ہے۔ ہر قسم کی اخلاقی برائی آجکل کے ڈراموں میں مل جاتی ہے۔ لوگوں میں کوئی بھی غلط نظریہ عام کرنا ہو تو اس کے لیے ان ڈراموں کی مدد لی جاتی ہے۔ ان کا صحیح اور مثبت استعمال ہی قوم میں بہتری لا سکتا ہے۔ اس لیے سرکاری ادارے (پیمرا) کو چاہیے کہ مواد کی کڑی نگرانی کرے تاکہ اس قوم کی سماجی اور مذہبی بنیادوں کو کمزور نہ کیا جا سکے۔

ادبی فنون میں شاعری کا خاص مقام حاصل ہے۔ پاکستان میں صوفیانہ شاعری (بابا بلھے شاہ کا کلام، سلطان باہو کا کلام، میاں محمد بخش کا کلام) بھی مقبول ہے۔ ان کے کلام کو موسیقی کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ فارسی اردو اور علاقائی زبانوں میں ایسے کلام موجود ہیں۔ علامہ اقبال کا کلام خاص طور پر مقبول و مشہور ہے۔ آپ کی ادبی خدمات کی تعارف کی محتاج نہیں ہیں۔ غزل اور

---

305 ثقافتی دست کاری کا علاقائی تقسیم کے لحاظ سے نمونہ

306 علی اکبر، تھیٹر ڈرامہ: ابتداء سے لے کر اب تک، ڈان بلاگز، 22 ستمبر 2016ء

307 فرحہ رحمان، فنون لطیفہ کی رنگ بکھیرتی آرٹ گیلریاں، 1 مئی 2022ء

www.graana.com/blog/ur/art-galleries-of-pakistan 29 July 2024

نظم کی دنیا میں فیض احمد فیض، احمد فراز، پروین شاکر جیسے شعراء نے ادب میں لوگوں کی دلچسپی میں اضافہ کیا۔ عصر حاضر میں افتخار عارف، زہرا نگاہ اور عباس تابش کی شاعری اردو ادب میں ایک نئی روح پھونکتی ہے۔ حمد، نعت، نظم اور غزل میں خاص مقام رکھتے ہیں۔ اسی طرح کہانیاں اور افسانے بھی ادبی فن کا اہم حصہ ہیں۔ ڈپٹی نظیر احمد، منٹو، بانو قدسیہ، اشفاق احمد بھی معروف شخصیات ہیں۔ ناول کی دنیا میں نوجوان نسل نمرا احمد اور عمیرہ احمد کے ناول کا مطالعہ شوق سے کرتی ہے۔

• رقص و موسیقی

رقص و موسیقی کا بھی فنون سے گہرا تعلق ہے۔ علاقائی رقص ثقافت کی پہچان میں مدد دیتا ہے۔ عقیدت میں دھمال جو کہ صوفیانہ رقص ہے خاصہ مقبول ہے۔ درگاہوں پر اس کا مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ ثقافتی رقص ہر جگہ کیا جاتا ہے۔ خاص طور پر شادی بیاہ کے موقعے پر اس کا اظہار کیا جاتا ہے۔ لوگ اپنی ثقافتی رقص کر کے اپنی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ پنجاب میں بھنگڑا، لڈی اور سمی، سندھ میں جھومر، دھمال اور ہوجمالو، بلوچستان میں لیوا، چاپ اور پشتون ثقافت میں خٹک رقص، اٹن اور گلگتی ڈانس بھی مشہور ہے۔[308]

پاکستان کے اس خطے میں مختلف ثقافتیں اپنا وجود رکھتی ہیں۔ جب ہم موسیقی کی بات کرتے ہیں تو عمومی اور خصوصی (ثقافتی) موسیقی مراد ہوتی ہے۔ پاکستان میں مذہبی موسیقی اور علاقائی موسیقی ہوتی ہے۔ موسیقی میں احساسات و جذبات کو بیان کیا جاتا ہے۔ علاقائی موسیقی (ثقافتی موسیقی) میں اس خطے کی روایت کو زندہ کیا جاتا ہے۔ لوگوں کے مزاج کے مطابق یہ موسیقی ہوتی ہے۔ پنجاب، سندھ، بلوچستان اور خیبر پختونخوا میں ثقافتی موسیقی کی جاتی ہے۔ ہر علاقے کی موسیقی کے اپنے مضامین ہوتے ہیں۔ موسیقی کے آلات بھی ثقافتی ہوتے ہیں۔

پنجاب میں صوفی موسیقی کی اگر بات کی جائے تو بابا بلھے شاہ اور وارث شاہ اور بابا فرید کے کلاموں کو ترنم سے پیش کیا جاتا ہے۔ اس کو مختلف انداز میں پڑھا جاتا ہے۔ تہواروں پر بھنگڑا موسیقی پنجاب کا ثقافتی ورثہ ہے۔ پنجاب میں مشہور آلات موسیقی طبلہ، سرنگی اور ہارمونیم ہیں۔ سندھ کی ثقافت میں بھی لوگ موسیقی سے لگاؤ رکھتے ہیں۔ صوفی کلام میں عبد اللطیف بھٹائی کا کلام پڑھا جاتا ہے۔ سندھ میں موسیقی کے آلات میں تنبورا، ساز اور دف مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ علاقائی سطح پر سندھی شاعری کو بھی ترنم سے پڑھا جاتا ہے۔ بلوچستان میں بھی علاقائی زبانوں میں موسیقی کا رواج موجود ہے۔ محبت اور قبائلی روایات کا تذکرہ

---

[308] سعدیہ امین، پاکستان کے صوبائی لوک رقص، ڈان نیوز، ۲۴ جنوری ۲۰۱۵

ان کی موسیقی میں ملتا ہے۔ مشہور آلات موسیقی سرود اور دمبورہ ہیں۔ اگر خیبر پختونخوا کی طرف نظر ڈالی جائے تو وہاں کی موسیقی میں بہادری، محبت اور فطرت کے موضوعات ملتے ہیں۔ رباب اور منگے مشہور آلات موسیقی میں سے ہیں۔[309]

صوفی موسیقی کی بات کی جائے تو قوالی اسی کا مظہر ہے۔[310] صوفیا کے کلام قوالی کی صورت میں پیش کیے جاتے ہیں۔ روحانی محافل یا درباروں پر قوالی کی جاتی ہے۔ اس کے ذریعے اپنی عقیدت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ صوفی موسیقی میں نصرت فتح علی خاں، عزیز میاں اور عابدہ پروین مشہور گلوکار ہیں۔ کلاسیکی موسیقی[311] بھی پاکستان میں مقبول ہے۔ اس میں غزل کو ترنم کے ساتھ گایا جاتا ہے۔ خاص سروں اور راگوں سے گائی جانے والی یہ موسیقی کلاسیقی موسیقی کہلاتی ہے۔ پاکستان میں مہدی حسن، غلام علی اور فریدہ خانم مشہور گاہک ہیں۔

جدید موسیقی کی اگر بات کی جائے تو اس میں علاقے کی قید ختم ہو چکی ہے۔ پوری دنیا میں لوگ اپنے فن کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ پاپ موسیقی پاکستان میں سنی اور پسند کی جاتی ہے۔ عاطف اسلم اور علی ظفر مشہور شخصیات میں شامل ہیں۔ جدید موسیقی میں راک موسیقی جو مغربی موسیقی کے امتزاج کا نام ہے مقبول ہے۔ عصر حاضر میں کوک اسٹوڈیو ایک ایسا پلیٹ فارم ہے جو ہر طرز کی موسیقی کو پیش کرواتا ہے۔ یہ ایک مشہور اسٹیج ہے۔ اس کے علاوہ فلمی موسیقی میں گلوکار ہر طرح کی موسیقی (محبت، غم، خوشی اور جوش) کرتے ہیں۔

مذہبی شاعری کو ترنم کے ساتھ پڑھنے کا رواج بہت عام ہے۔ حمد، نعت اور مناقب ترنم سے پڑھی جاتی ہیں۔ دینی مجالس و محافل میں تلاوت اور نعت سے ہی آغاز کیا جاتا ہے۔ رسمی اجلاس میں بھی تلاوت و نعت سے آغاز کیا جاتا ہے۔

9. فن تعمیر

پاکستان کی سرزمین قدیم اور مختلف تہذیبوں کا فن تعمیر اپنے اندر سموئی ہوئی ہے۔ جدید دور کی تعمیرات ہوں یا قدیم دور کی تمام تعمیرات اپنے دور کی شاہکار ہیں۔ مغلیہ دور، برطانوی دور اور جدید دور کی تعمیرات دیکھنے کو ملتی ہیں۔ آثار قدیمہ سے معلوم ہوتا

---

[309]National music policy 2023,MIB Pakistan,page 11-12

Stanley Maron,Pakistan:society and culture,Humans releations area file New heaven,1957

[310]Javed Haier Syed , Folk Music of Pakistan: Socio-Cultural Influence of Qawwali Journal of Historical Studies Vol. 3 No. II, July- December 2017

[311]Saeed Yousuf ,Classical Music in Pakistan: the Impact of Partition, Biblio, 2007

ہے پاکستان میں مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھنے والے شاہکار تعمیرات موجود ہیں۔قدیم اور تاریخی تعمیرات کی بات کی جائے تو موہنجودڑو دنیا کے قدیم شہروں میں شامل ہے۔ہڑپہ کے آثار قدیمہ اس کی شان وشوکت کو ظاہر کرتے ہیں۔گندھارا تہذیب کا ایک شہر ٹیکسلا جو اپنے زمانے کی شاندار تعمیرات رکھتا ہے۔ان مقامات کو محفوظ کیا گیا ہے۔دھرم راجیکا اسٹوپا اور جادھارا کا مندر قدیمی فن تعمیر کا شاہکار ہیں۔مغلیہ دور کی اگر بات کی جائے تو مساجد، مقبرے اور باغات اس دور میں خوبصورت انداز سے تعمیر کیے گئے۔بادشاہی مسجد (لاہور)، شاہی قلعہ (لاہور) اور شالامار باغ اس دور کی خوبصورت عمارات ہیں۔[312] اس کے علاوہ ملتان کی سرزمین پر بہت سے مزرات اس فن کی عکاسی کرتے ہیں۔برطانوی راج میں بھی اس خطے پر شاندار عمارتیں تعمیر کی گئیں۔لاہور میوزیم اور کیمپبل پور کا قلعہ اس دور کا فن تعمیر ظاہر کرتے ہیں۔پاکستان میں جدید دور میں تعمیرات کی گئیں۔فیصل مسجد، پاکستان مونومنٹ، سعودی پاک ٹاور، سینٹورس اور گیگامال مشہور فن تعمیرات ہیں۔

پاکستان میں فن تعمیرات کے شاہکار موجود ہیں۔ان کو دیکھنے کے لیے لوگ دور دور سے آتے ہیں۔یہ مقامات سیاحتی مقاصد کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں۔چند مشہور تاریخی فن تعمیرات درج ذیل ہیں۔[313]

- فیصل مسجد (۱۹۸۶)
- پاکستان مونومنٹ
- روات قلعہ
- بادشاہی مسجد (۱۶۷۳)
- شاہی قلعہ
- شالامار باغ
- مینار پاکستان

---

[312] Ahmed Nabi Khan, Islamic architecture in South Asia : Pakistan, India, Bangladesh,Oxford university press 2004

[313] https://whc.unesco.org/en/statesparties/pk 01 August 2024
http://nationalheritage.gov.pk/landmarksofpakistan 01 August 2024

- قائداعظم لائبریری
- مزار قائد
- فرئیر ہال
- موہٹو پیلس
- پشاور میوزیم
- مسجد مہابت خان
- قلعہ بالا حصار
- زیارت ریزڈینس

فصل دوم: پاکستان کی ثقافتی اقدار کا فروغ و تحفظ

پاکستان ثقافتی اقدار سے بھرپور خطہ ہے۔ ثقافتی ورثے کی حفاظت اور فروغ ہی پہچان کا باعث ہے۔ پاکستان میں اقدار کی بہت جہات ہیں۔ مذہبی و معاشرتی ثقافتی اقدار کا فروغ و تحفظ بہت ضروری ہے۔ پاکستان میں بہت سی ثقافتی اقدار وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ختم ہوتی جارہی ہیں۔ لوگوں کا رجحان ان کی جانب کم ہے۔ نوجوان نسل اس کو پرانے وقتوں کی باتیں کہہ کر مسترد کر دیتے ہیں۔ ان اقدار سے ہی معاشرے کی پہچان قائم ہوتی ہے اس لیے ضروری ہے کہ ان کا مشاہدہ اور مطالعہ کیا جائے تاکہ ثقافتی اقدار کو مٹنے سے بچایا جاسکے۔ اس فصل میں انہی ثقافتی اقدار کو شامل تحقیق کرنے کی کوشش کی جائے گی جن کے تحفظ اور فروغ کے لیے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

1. مذہبی اقدار

• اسلامی روایات

دو قومی نظریے کی بنیاد پر ملک پاکستان کا حصول مذہبی وابستگی کی دلیل پیش کرتا ہے۔ پاکستان میں اکثریت مسلمانوں کی ہے۔ اسلامی روایات موجود ہیں۔ اسلامی تعلیمات کا روشن باب ایمانیات و عبادات میں راہنمائی کرتا ہے۔ سماجی اقدار کی تعلیم دیتا ہے۔ ثقافتی اقدار کا احترام سکھاتا ہے۔ مذہبی تہواروں پر خوشی منانے کا درس دیتا ہے۔ اسلامی اقدار ہماری ثقافتی اقدار بھی ہیں۔ مذہبی روایات ہماری ثقافت کا حصہ ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اسلامی تعلیمات اور مذہبی تہواروں کی آگاہی کے لیے کام کریں۔ ہفتہ وار بنیادوں پر نماز جمعہ میں مسلمانوں کا اجتماع اتحاد و اتفاق کی نشانی ہیں۔ نوجوان نسل کو اس کی مذہبی اور معاشرتی ضرورت سے آگاہ کیا جائے۔ اسلامی تہواروں (عیدین) کی اہمیت کا احساس دلائیں۔ ثقافتی اقدار کی ضرورت مذہبی تعلیمات کی روشنی میں سکھائیں۔ اس سے اقدار کا تحفظ اور فروغ ممکن ہو گا۔ صدقات و خیرات کی اقدار کی افادیت بتائیں تاکہ آنے والی نسلیں اسلامی روایات کو زندہ رکھ سکیں۔ مذہبی روایات کے تحفظ اور فروغ سے بنیادی ثقافتی اقدار کے تحفظ اور فروغ کا کام آسان ہو جائے گا۔

• احترام مذاہب

پاکستان میں مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے طبقات زندگی بسر کرتے ہیں۔ پاکستان میں اکثریت آبادی مسلمانوں کی ہے۔ عیسائیت، ہندومت اور سکھ مت کے عقیدے سے منسلک لوگ وطن عزیز میں رہائش پذیر ہیں۔ صبر و تحمل اور وسیع الذہن ہو کر تمام مذاہب کا عزت واحترام کرنا ثقافتی اقدار کا حسن ہے۔، معاشرے میں امن وامان کے قیام کے لیے احترام مذہب کی قدر کو فروغ دینا ضروری ہے۔ قوم میں علم وشعور کے ذریعے سے اس ثقافتی قدر کی حفاظت ممکن ہے۔

مذہبی تہواروں کو منانے کی آزادی باہمی محبت میں اضافے کا باعث ہے۔ مسلمان مذہبی تہوار عید الفطر، عید الاضحیٰ مناتے ہیں۔ ان کے علاوہ عاشورہ کے جلوس و مجالس اور ربیع الاول میں جلوس و محافل کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ لیلۃ القدر کو اہتمام کے ساتھ تلاش کیا جاتا ہے۔ مختلف طبقہ فکر کے لوگ مذہبی نسبتوں سے تہوار مناتے ہیں۔ ان تمام افکار کا احترام معاشرے میں امن و سکون اور خوشگواری کا ماحول پیدا کرتا ہے۔ مختلف مذاہب کے لوگ اپنی مذہبی نسبتوں اور عقیدتوں کے مطابق جشن کرتے ہیں۔ مسیحی برادری پاکستان میں کرسمس مناتے ہیں۔ ہندو برادری ہولی، نوراتری، دیوالی، کرواچوتھ اور رکشابندھن جیسے تہوار مناتی ہے۔ ان تمام تہواروں کو منانے کی آزادی ملک میں ہم آہنگی کی فضا پیدا کرتی ہے۔ مذہبی آزادی اور احترام مذاہب کی ثقافتی قدر کے تحفظ اور فروغ کے لیے مثبت اور ٹھوس اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔

2. خاندانی اور معاشرتی اقدار

• بزرگوں کا احترام

پاکستان کی ثقافت میں ادب کی قدر شامل ہے۔ خاندانی نظام میں زندگی بسر کرتے ہوئے عزت و توقیر کے پہلو کو اہمیت حاصل ہوتی ہے۔ پاکستان کے مختلف علاقوں میں عزت سے نوازنے کے طریقہ کار مختلف ہیں۔ ثقافتی اقدار میں مظاہر مختلف ہوتے ہیں۔ گاؤں دیہات میں بزرگوں کے آنے پر کھڑا ہو جانا، اپنی جگہ دینا اور چارپائی کے سراہانے والی طرف بیٹھانا انداز ادب ہے۔ بزرگوں کی باتوں کو غور سے سننا اور بات کو مکمل سننا بھی شامل ہوتا ہے۔ خاندان کے فیصلے کا اختیار بزرگوں کو مرحمت کیا جاتا ہے۔ اس طرح بہت سے انداز میں عزت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ خاندان میں اس ثقافتی قدر کے فروغ اور تحفظ کی ضرورت ہے۔ ہماری نوجوان نسل سوشل میڈیا سے متاثر ہونے کے باعث مغربی دنیا کی پیروی کرتی نظر آتی ہے۔ ثقافت اقدار کو پرانے

زمانے کی باتیں کہہ کر رد کر دیتی ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے ثقافتی ورثے کی حفاظت کے لیے ضروری اقدامات کریں ۔ثقافتی اقدار کے تحفظ اور فروغ کے لیے مؤثر پالیسی بنائیں۔

- **مہمان نوازی**

پاکستان میں مہمان نوازی کی ثقافتی قدر پائی جاتی ہے۔ مہمانوں کا استقبال اور ان کی رہائش کا بندوبست کیا جاتا ہے۔لوگ میزبان بن کر خوشی محسوس کرتے ہیں۔ یہ ثقافتی قدر خاندان کو جوڑ کر رکھنے اور رشتوں میں مضبوطی کا باعث بنتی ہے۔پاکستان میں جدیدیت کے نام پر ثقافتی اقدار کو مسخ کرنے ک کام جاری ہے۔مشاہدہ میں آتا ہے کہ نوجوان نسل ثقافتی اقدار سے باغی ہو رہی ہے۔ کسی کا گھر پر آنا بوجھ سمجھا جانے لگا ہے۔ قریبی رشتہ داروں کا گھر پر آنا رازداری میں خلل سمجھا جانے لگا ہے۔ آزادی کے نام پر خاندانی نظام اور ثقافتی اقدار سے بھاگا جارہا ہے۔ترقی یافتہ اقوام میں خاندانی سسٹم کا وجود نہیں ہے۔والدین،بہن بھائی بس اک ریشم کی ڈور سے باریک رشتے ہیں۔ہماری نوجوان نسل اس کا آزادی سمجھ کر اپنے خاندانی نظام اور ثقافتی اقدار سے دامن چھڑوا رہے ہیں۔ ہمیں اپنی ثقافتی اقدار کو زندہ رکھنے کے لیے ان کے فروغ اور تحفظ کا راستہ اختیار کرنا ہو گا۔ مہمان نوازی کی ثقافتی قدر کے فروغ کے لیے عملی اقدامات کرنے ہوں گے۔ایک دوسرے سے تعلقات کی مضبوطی دراصل ایک صحت مند معاشرے اور زندہ ثقافت کی نشانی ہوتی ہے۔

- **اجتماعی یکجہتی**

پاکستان میں خاندانی نظام قائم ہے۔ شہر و دیہات میں لوگ ایک ہی گھر میں رہتے ہیں۔خاندان مل جل کر رہتا ہے۔لوگ ایک دوسرے کی بنیادی ضروریات کا خیال بھی رکھتے ہیں۔خوشی اور غم کے موقع پر شانہ بشانہ نظر آتے ہیں۔اخوت کا رشتہ پروان چڑھتا ہے۔خاندانی نظام کے فوائد کے باوجود لوگ آج اس نظام سے متنفر ہو رہے ہیں ۔ہماری نوجوان نسل مغربی فلموں ،ڈراموں اور مختصر کلپ پر اس نظام سے متاثر ہو رہی ہے۔ آزادی کے نام پر والدین،رشتہ داروں اور خصوصا خاندانی نظام سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں ۔ہماری ثقافتی قدر میں خاندانی نظام کی بڑی اہمیت ہے۔اس سے ثقافتی اقدار منسلک ہیں ۔ ہمیں خاندانی نظام میں موجود برائیوں کا تعین کرکے ختم کرنے کی کوشش کرنی ہو گی۔ان مضر چیزوں کا تدارک کرکے اس کو تحفظ فراہم کیا جاسکتا ہے۔خاندانی نظام سے منسلک ثقافتی اقدار کے تحفظ اور فروغ کے لیے عملی اقدامات کی ضرورت ہے۔

3. زبان وادب

• قومی وعلاقائی زبانیں

پاکستان کی ثقافتی اقدار میں وسعت پائی جاتی ہے۔علاقائی بنیادوں پر بھی ثقافتی اقدار موجود ہیں۔یہ اقدار ان علاقوں کی ثقافتی پہچان ہیں۔ان علاقوں میں زبانیں میں مختلف بولی جاتی ہیں۔پاکستان کی قومی زبان اردو ہے۔[314] اس کے علاوہ ایتھنولوگ (2022)

کے مطابق 77 زبانیں بولی جاتی ہیں۔مشہور لوک زبانوں میں پنجابی، سندھی، بلوچی، پشتو اور سرائیکی شامل ہیں۔یہ تمام زبانیں ہمارا لسانی ورثہ ہیں۔ان سے ہی شناخت ہے۔وقت کی کروٹ بدلنے سے ہماری نوجوان نسل اپنی علاقائی زبان بولنے سے شرم محسوس کرتے ہیں۔قومی زبان کے بولنے پر بھی احساس کمتری کا شکار نظر آتے ہیں۔لسانی ثقافتی اقدار کے تحفظ اور فروغ کی اشد ضرورت ہے۔سرکاری سطح پر قومی وعلاقائی زبانوں کے تحفظ اور فروغ کے لیے عملی اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔سرکاری دستاویزات اردو زبان میں لکھے جانے چاہئیں۔آئین کو قومی زبان میں لکھا جائے۔تمام تر سرکاری اور غیر سرکاری احکامات کو انگریزی زبان کی بجائے اردو زبان میں لکھا جائے۔اردو زبان کو ترجیح دی جائے۔لوک زبانوں میں سرکاری سطح پر مجلس مذکرہ کا انعقاد کیا جائے۔

• شاعری اور ادب

زبان کا حسن ادب میں پوشیدہ ہوتا ہے۔شاعری زبان کی ترجمان ہوتی ہے۔زبان کے دقیق الفاظ اور لطیف معانی کی خوبصورتی ادب سے نمایاں ہوتی ہے۔ادب ہی زبان کی وسعت کا پیغام دیتا ہے۔قومی اور لوک زبانوں کا ادب ہی ثقافتی اور لسانی اقدار کی پہچان ہوتا ہے۔لوگوں کے مزاج، جذبات اور احساسات کی ترجمانی کرتا ہے۔ادب اور شاعری میں مشہور شخصیات کے کام کو فروغ دینا چاہیے۔ان کی تخلیقات کو عام کرنے کے لیے عملی اقدامات کرنے چاہیے۔اس سے ثقافتی اقدار کا فروغ وتحفظ بھی ممکن ہو سکے گا۔زبان وادب کو نوجواں نسل تک پہنچا کر اس کو زندہ رکھا جاسکتا ہے۔

---

[314] THE CONSTITUTION OF THE ISLAMIC REPUBLIC OF PAKISTAN,Article 251, 149(10April1973) 4Augest 2024

4. تہوار اور جشن

• مذہبی و ثقافتی تہوار

تہوار اور جشن ہماری مذہبی اور ثقافتی اور سماجی زندگی میں اہم مقام رکھتے ہیں۔ مذہبی تہوار ہوں یا ثقافتی جشن دونوں پیار، محبت اور الفت کی فضاء قائم کرتے ہیں۔ ان تہواروں کی ذرایعے مذہب و ثقادفت کی تاریخ سے لگاؤ پیدا ہوتا ہے۔ مذہبی تہواروں میں بنیادی حیثیت عیدین کو حاصل ہے۔ اس کو منانے سے کا اصل مقصد، موقع اور روایات کا علم ہوتا ہے۔

رمضان المبارک مکمل ہونے پر خوشیوں کا موقع وعید الفطر کی صورت مین ملتا ہے۔ اس کے مذہبی اور سماجی فوائد مثبت اثرات مرتب کرتے ہیں۔ عید الفطر پر نماز کی ادائیگی، صدقہ فطر، خوبصورت لباس اور عزیز اقرباء کے ساتھ وقت گزارنا یہ تمام روایات سماجی سطح پر فائدہ مند ہوتی ہیں۔ عید الاضحیٰ میں اللہ سے تعلق، جانوروں کی قربانی، گوشت کی تقسیم اور دعوتوں کا سلسلہ باہمی محبت، اتفاق اور اعتماد قائم کرتا ہے۔ معاشرے کے نادار طبقے کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ محافل میلاد اور محرم کے جلوس یہ مواقع بھی ثقافتی اقدار کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ان سے سماج پر مثبت اثر مرتب ہوتا ہے۔

خالص ثقافتی تہوار اور جشن بھی معاشرے کی ذہنی آبیاری کرتے ہیں۔ بسنت، جشن بہار اور میلے یہ ثقافتی تہوار معاشرے میں اجتماعیت پیدا کرتے ہیں۔ نوجوان نسل ان کی وجہ سے اپنی تاریخ سے منسلک رہتی ہے۔ ماضی کین خوبصورت یادیں ان کی پہچان بن جاتی ہیں۔ اسلام میں لوک میلہ جو کے پاکستانی ثقافت کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس میلے کے باعث لوگ اپنی ثقافت اور تاریخ کے بارے میں جانتے ہیں۔ ریاست کو چاہیے کہ اس جیسے مزید میلے منعقد ہوں تاکہ آنے والی نسل اپنی بنیادوں کے وابسطہ رہے۔ شندور فیسٹیول جو کہ علاقائی ثقافتی اقدار کو پیش کرنے کی بہترین مثال ہے۔ اس طرح کے اقدامات سے مذہبی و ثقافتی اقدار کا تحفظ اور فروغ ممکن ہے۔ صوبائی سطح پر بھی ان تہواروں کو بھرپور منانے کے لیے اقدامات کیے جائیں۔

• یوم آزادی

جنگ عظیم دوم کے بعد ملکی حدود بندی کا کام ہوا۔ ریاستوں کا قیام عمل میں آیا۔ برصغیر کی تقسیم کے سبب پاکستان کا قیام ۱۹۴۸ میں ممکن ہوا۔ ہر سال ۱۴ اگست کو یوم آزادی منایا جاتا ہے۔ اس دن کی بھی تاریخی روایات موجود ہیں۔ قیام وطن کی خوشی اور آزادی کا جشن بھرپور انداز میں منایا جاتا ہے۔ سرکاری سطح پر انتظامات کیے جاتے ہیں۔ پرچم کشائی کی تقریبات کی جاتی ہیں۔ ملی

نغموں کے ذریعے جوش میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ پاکستان کی تینوں افواج مخصوص انداز میں خراج تحسین پیش کرتی ہیں۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر یوم آزادی کے حوالے سے پروگرام کیے جاتے ہیں۔ لوگ گھروں اور عمارتوں کو سبز ہلالی پرچم سے خوبصورت بناتے ہیں۔ اس دن پاکستان میں ملکی سطح پر چھٹی دی جاتی ہے۔ یہ تمام چیزیں اپنے تاریخی ورثے کو محفوظ کرنے کے لیے کی جاتی ہیں۔ نوجوان نسل کے دل میں وطن کی اہمیت اور عقیدت پیدا کرنے کے لیے عملی قدم ہوتا ہے۔

وطن عزیز کی موجودہ سیاسی صورت حال کے باعث فکری انتشار پیدا ہوتا جا رہا ہے۔ نوجوان نسل اضطراب کا شکار ہے۔ یہی فکری انتشار اور اضطراب بغاوت کو جنم دیتا ہے۔ ملک کی اہمیت اور حیثیت کو نظر انداز کروا دیتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ثقافتی اقدار کا تحفظ کیا جائے۔ ہماری ثقافت میں اس دن کو تہوار کی حیثیت حاصل ہے۔ نوجوان نسل کو تاریخی حقائق سے آگاہ کرنا اور اعلیٰ قیادت کی محنتوں سے روشناس کروانا ضروری ہے۔ اس وقت کی دی جانے والی قربانیوں کو یاد رکھنا ضروری ہے۔ اس سے ثقافتی اقدار کا فروغ اور تحفظ ممکن ہو سکے گا۔ ان تہواروں کو منانا دراصل ثقافتی اقدار تحفظ اور فروغ ہے۔ اس سے نوجوان نسل سیکھتی بھی ہے اور اپنی اقدار سے جڑی رہتی ہے۔ اس حوالے سے سرکاری اداروں کو کمیٹی تشکیل دینے کی ضرورت ہے۔ وہ کمیٹی ثقافتی تہواروں کی نگرانی کرنے کے ساتھ ملکی فکری انقلابات کا جائزہ لے کر راہ عمل طے کرنے والی ہو۔ اجتماعی رجحانات کا مشاہدہ کر کے عملی اقدامات کر سکے جس سے ثقافتی اقدار کا فروغ اور تحفظ ممکن ہو سکے۔

• علاقائی تہوار

پاکستان ثقافت سے بھرپور ملک ہے۔ علاقائی اور صوبائی سطح پر ثقافتی اقدار موجود ہیں۔ یہ اقدار مخصوص علاقوں اور صوبوں کی پہچان ہیں۔ پنجاب، سندھ، بلوچستان اور خیبر پختونخواہ کی صوبائی ثقافتی اقدار موجود ہیں۔ یہی ثقافتی اقدار ان کی شناخت بھی ہیں۔ صوبائی و علاقائی تہواروں کو منانے سے ثقافتی اقدار کو فروغ ملتا ہے اور ساتھ ان کا تحفظ بھی ممکن ہوتا ہے۔

پاکستان کے ہر صوبے کی ثقافتی شناخت کے لیے ایک دن مقرر ہونا چاہیے جس میں اس ثقافت سے منسلک لوگ اس کا مظاہرہ کر سکیں۔ اس سے باقی لوگوں کو بھی ان کی ثقافت جاننے کا موقع ملے گا۔ اس خاص دن پر اس ثقافت کی نمایاں چیزیں جیسے زبان، ادب، لباس، خوارک اور موسیقی و رقص کا اظہار ہونا چاہیے۔ اس سے ثقافتی اقدار کا فروغ ممکن ہو گا۔ دوسری ثقافتوں سے منسلک لوگ اس ثقافت کو پہچان سکیں گے۔ اس خاص ثقافت سے منسلک لوگ اپنی ثقافت سے محبت کا اظہار کریں گے۔ اس

عمل سے ثقافتی اقدار کا تحفظ بھی ممکن ہو سکے گا۔ تمام لوگ اک دوسرے کی ثقافت سے آگاہ ہو جائیں گے۔ اس سے احترام ثقافت کا جذبہ پروان چڑھے گا۔ احترام سے صوبائی تعصب (اگر کسی میں موجود ہو تو) محبت میں تبدیل ہو جائے گا۔

سندھ کی ثقافتی اقدار کو اجاگر کرنے کے لیے سندھی لباس ٹوپی اور اجرک ڈے منایا جاسکتا ہے۔ سندھی موسیقی اور رقص کو بھی سندھ کی ثقافتی اقدار کو اجاگر کرنے کے لیے سندھی لباس ٹوپی اور اجرک ڈے منایا جاسکتا ہے۔ بلوچستان ڈے میں مخصوص لباس اور ان کے ثقافتی کھیلوں کا انعقاد کروایا جاسکتا ہے۔ پنجاب کی ثقافت کے لیے پنجابی ثقافتی اقدار جیسے بسنت، وساکھی، رقص اور لباس کو پیش کیا جاسکتا ہے۔ خیبر پختونخواہ کی ثقافتی اقدار میں رقص خٹک، بہادری کی تاریخ اور مخصوص کھانوں کو سامنے لایا جاسکتا ہے۔ ثقافتی ایام کو منانے سے علاقائی اور صوبائی ثقافتی اقدار کا فروغ و تحفظ ممکن ہے۔

5. اخلاقی اقدار

مہذب اور ترقی پسند اقوام میں اخلاقی اقدار پر عمل کرنے کا جذبہ ہوتا ہے۔ قوم و ملک کی فکری بلندی اور معاشی ترقی کے لیے یہ اقدار ناگزیر ہیں۔ اسلام نے فلفسہ اخلاق کو بیان کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کا عملی نمونہ ہمارے سامنے رکھا ہے۔ وطن عزیر کے معاشی حالات اور سیاسی عدم استحکام کی وجہ سے قوم اخلاقی اقدار سے دور ہوتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ مشکلات پر صبر، دل میں نرمی، شکریہ کا روایہ اور ہر حال میں سچائی اور حق کی طرف داری کی اقدار میں کمی واقع ہو رہی ہے۔ کوئی کسی دوسرے کو معاف کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ تکبر کا روایہ پڑوان چڑھ رہا ہے۔ ہر انسان دوسرے انسان سے الجھ رہا ہے۔ مسلمان ہونے کے حیثیت سے ہمیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بتائے اصولوں پر عمل پیرا ہونا چاہیے لیکن ہم انسانیت کا مظاہرہ بھی نہیں کر پا رہے۔ سیاسی قیادت ہو یا ان کے پیروکار، مذہبی قیادت ہو یا ان کے عقیدت مند، علمی رہنماہوں یا ان کے ماننے والے تمام لوگ ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھنے کو تیار نہیں ہیں۔ قیادت سے لے کر عوام تک ہر اک دوسرے کو تسلیم کرنے کے لیے راضی نہیں ہے۔ اس ماحول میں قوم کی فکری ترقی اور ملک کی معاشی ور علمی ترقی ممکن نہیں ہے۔

معاش کی وجہ سے لوگ اخلاقی اقدار کو خدا حافظ کہتے نظر آتے ہیں۔ دولت کے حصول کے لیے ہر کام کرنے کو تیار ہیں۔ معاشرے کی تباہی کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ کسی کو دوسرے کا خیال نہ ہو۔ کسی کی گردن کو زینہ سمجھ کر پاؤں میں روند کر اپنا مقصد حاصل کر لیتے ہیں۔ پاکستان میں جب سے نجی رہایشی سکیموں کا آغاز ہوا ہے حالات یکسر تبدیل ہو گئے ہیں۔ انسان زمین کی وجہ سے قتل ہو رہے ہیں۔ لوگ زمین کا خواب دکھا کر غریب کی کل جمع پونجی لوٹ رہے ہیں۔ خاندانوں میں نفرت

اور دشمنیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ مافیا کا وجود قائم ہو رہا ہے۔ اس سے ملک میں بد امنی، معاشی عدم استحکام پھیل رہا ہے۔ دوسرا پہلو جو دولت کی لالچ میں نظر انداز کر دیا جاتا ہے وہ ہے ماحول کی تباہی۔ جنگلات کو کاٹ کاٹ کر، زرعی زمینوں کو برباد کر کے وہاں رہائشی اسکیمیں بنائی جا رہی ہیں۔ عالمی سطح پر درجہ حرارت میں اضافہ ہو رہا ہے اور ادھر ہم جنگلات کو کاٹ کاٹ کر اپنا جینا مشکل کر رہے ہیں۔ زرعی زمینوں کی یہ تباہی پاکستان کو کس جانب لے کر جا رہی ہے۔ یہ لمحہ فکریہ ہے۔

دولت کی حرص، شہرت کی ہوس اور آسائش نے قومی زوایہ فکر کو تبدیل کر دیا ہے۔ یہ اس لیے ہے کیونکہ ہم نے اخلاقی اقدار کو نظر انداز کر دیا ہے۔ اللہ کی عطا کردہ تعلیمات سے انحراف کر لیا ہے۔ خدا کی تقسیم سے راضی نہیں ہیں۔ شکر کا روایہ موجود نہیں ہے۔ صبر کی روش ختم ہوتی جا رہی ہے۔ عفو و درگزر کی روایت ختم ہو رہی ہے۔ اخلاقی اقدار سے دوری ہمیں اندھیرے کی جانب لے کر جا رہی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ تمام لوگ اپنے حصے کا کام کریں۔ علماء، سیاسی رہنما اور سماجی فلاح کا کام کرنے والے تمام لوگ عملی نمونہ پیش کریں تاکہ عوام عمل کرے۔ اسلام کی تعلیمات کو عام کیا جائے تاکہ آخرت کا احساس پیدا ہو اور دنیا کی بے ثباتی کا یقین ہو سکے۔ معاشرے میں غریب و نادار لوگوں کی مدد کرنے کا جذبہ پیدا ہو سکے۔ اخلاقی اقدار کی ثقافتی اقدار کا تحفظ ناگزیر ہو چکا ہے۔ اس کے فروغ کے لیے کام کرنا بے حد ضروری ہے۔ اس لیے ہر سطح (انفرادی و اجتماعی) پر سب کو اپنا اپنا کردار ادا کرنا ہو گا۔

6. ثقافتی اقدار کے فروغ اور تحفظ کے لیے ممکنہ عملی اقدامات

دنیا میں انقلابات کا سلسلہ روز اول سے جاری ہے۔ صنعتی انقلاب کے بعد ٹیکنالوجی کے انقلاب نے دنیا کا نقشہ تبدیل کر دیا۔ انٹرنیٹ کی وجہ سے دنیا عالمی گاؤں کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ دنیا کے کسی بھی ملک میں کوئی واقع ہو دنیا میں تمام لوگ اس تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔ اس وقت تیز ترین ذریعہ میڈیا ہے۔ میڈیا کی دنیا میں ترقی نے دنیا کو باخبر کر دیا ہے۔ مقاصد کی تکمیل کے لیے اس سے فائدہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ بھی اپنی نظریے کو پھیلانے یا پختہ کرنے کے لیے ذرائع موجود ہیں۔

• میڈیا کا کردار

الیکٹرونک میڈیا اس دور میں راج کر رہا ہے۔ ہر انسان کی رسائی ہے۔ ٹی وی اور سوشل میڈیا نے شعور کا کام کیا ہے۔ اب کسی بات کو دبانا یا چھپانا ممکن نہیں ہے۔ اس کو مثبت انداز میں استعمال کر کے مقاصد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ پرنٹ میڈیا بھی اس میں اپنا مؤثر کردار ادا کر سکتا ہے۔

سوشل میڈیا پلیٹ فارمز (یوٹیوب، فیس بک، انسٹاگرام، ایکس، ٹک ٹاک وغیرہ) کا مثبت استعمال مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ ثقافتی اقدار کے فروغ کا کام ان کے ذریعے آسان اور مؤثر ثابت ہو سکتا ہے۔ ثقافت اقدار کے فروغ کے لیے مناسب ڈیٹا جمع کر کے تحریر یا تقریر کی صورت میں نشر کیا جاسکتا ہے۔ عوامی رجحانات کے مطابق ثقافتی تہواروں کو ویڈوز کی صورت میں لوگوں کے سامنے لایا جاسکتا ہے۔ ثقافتی اقدار کو تحریری شکل میں لا کر اس پر کردار پیش کیے جاسکتے ہیں۔ اس سے لوگوں میں دلچسپی بڑھتی ہے۔ کلپس اور مکمل ویڈیوز کی صورت میں لوگوں تک اپنا پیغام پہنچایا جاسکتا ہے۔

پرنٹ میڈیا اخبار، رسالے اور جرائد بھی مؤثر ذریعہ ہے۔ کالمز، آرٹیکلز اور خبروں کی صورت میں اس پیغام کو لوگوں تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ کلچر ڈے پر اس ثقافت کے لیے ایک صفحہ خاص ہونا چاہیے۔ اس پر آرٹیکلز (جو اس ثقافت کو بیان کرنے والے ہوں) موجود ہوں۔ اس ثقافت کی اقدار بیان کی جائیں۔ لباس، خوارک، ادب، زبان اور آرٹس کا ذکر ہو۔ اردو زبان کے علاوہ اس لوک زبان میں بھی کالمز موجود ہوں تا کہ لوگ اس زبان سے بھی واقفیت حاصل کر سکیں۔ اس ثقافت کی تاریخ کا ذکر ہو۔ ان کے تاریخی مشہور لوگوں کا ذکر ہو، لوگ ان سے اور ان کی جدوجہد سے واقف ہو سکیں۔ سرکاری سطح پر ثقافتی اقدار کے فروغ اور تحفظ کے لیے ان چیزوں پر عمل کرنا ممد و معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

ریڈیو سننے کا رجحان اگرچہ کم ہو چکا ہے۔ لوگ اس کی طرف کم راغب ہوتے ہیں لیکن اس کی پر بھی توجہ دینی چاہیے۔ ثقافتی اقدار کے حوالے سے پروگرام منعقد ہونے چاہیے۔ لوک زبانوں میں پروگرام کیے جانے چاہیے۔ اس سے ایک ایسا ماحول بن سکے گا جس سے لوگ ایک دوسرے کی ثقافت احترام کریں گے۔ احترام تب ہی ممکن ہو گا جب وہ اس کو سمجھ سکیں گے۔ اس لیے ریڈیو پر بھی ثقافتی پروگرام نشر ہونے چاہیے۔

الیکٹرونک میڈیا میں ٹی وی پر ثقافتی اقدار کی آگاہی کے متعلق پروگرام نشر کیے جائیں۔ ایسے شوز ترتیب دیے جائیں جو ثقافتی تہوارون اور اقدار کو بیان کرنے والے ہوں۔ ثقافت کی تاریخ سے آگاہ کرنے والے ہوں۔ ٹاک شوز میں دانشور اس پر علمی

مجلس قائم کریں۔ ایسے ڈرامے اور فلمیں بنائی جائیں جو ثقافتی اقدار کا مظہر ہوں۔ علاقائی سطح پر اس ثقافت کو دکھایا جائے۔ مثبت چیزوں کے فروغ اور منفی اقدار کی روک تھام کے لیے کردار تخلیق کیے جائیں۔ سکرین رائٹرز کرداروں کو مثبت انداز میں پیش کریں جس سے معاشرے میں مثبت پیغام جا سکے۔ معاشرے کی درست عکاسی کی جائے۔ عصر حاضر میں منفی اقدار کو پڑوان چڑھیا جارہا ہے۔ ڈرامہ ہو یا فلم اس کا حقیقت سے تعلق نہیں ہوتا محض تخیلاتی زلفوں کو سنوارا جاتا ہے۔ ناظرین خصوصا بچے ہر اس چیز کو معاشرے کی حقیقت تسلیم کرتے ہیں جو وہ ٹی وی اسکرین پر دیکھتے ہیں۔ اس لیے حکومت کی ذمہ داری بھی ہے کہ اس مواد پر نظر رکھے۔ پیمرا تمام چیزوں کو وہ ٹی وی اسکرین پر دیکھتے ہیں۔ اس لیے حکومت کی ذمہ داری بھی ہے کہ اس مواد پر نظر رکھے۔ پیمرا تمام چیزوں کے اثرات اور دیے جانے والے پیغامات کے نتائج کا جائزہ لے۔ اس مواد میں کسی مذہبی فکر کی توہین یا شدت کا اظہار نہ ہو۔ اخلاقی اقدار کے عین مطابق ہو۔ معاشرے کی اصل اقدار کو بیان کیا جائے۔ یہ تمام چیزیں شعور و آگاہی تقسیم کرنے والی ہونی چاہیں۔ اس سے ثقافتی اقدار کا فروغ اور تحفظ ممکن ہو سکے گا۔

• حکومتی سرپرستی

ریاست کا کسی کام پر توجہ دینا اور خود دلچسپی ظاہر کرنا اس کام کی اہمیت کو بڑھا دیتا ہے۔ ریاست کے پاس اختیارات وسیع ہوتے ہیں۔ وسائل کا بندوبست کر سکتی ہے۔ قانون اس کا ہمنوا ہوتا ہے۔ قوم ریاستی سطح پر ہونے والے مثبت اقدامات کی مخالفت نہیں کرتی۔ حکومت کے کردار کے بغیر ثقافتی اقدار کا فروغ اور تحفظ مؤثر نہیں ہو سکتا۔ حکومت کے فعال کردار کے بغیر ثقافت کو عالمی سطح پر پیش کرنا ممکن نہیں ہے۔

- ثقافتی اقدار کے فروغ و تحفظ کے لیے سرکاری سطح پر اقدامات کرے۔ ثقافتی ایام کی تاریخ مقرر کرے۔ سیمینارز کا انعقاد کرے۔ سرکاری سطح پر میلوں کا انعقاد کروائے جس سے ثقافت کا رنگ ظاہر ہو۔ ان میلوں اور تقریبات میں لوک فنکاروں کو بھی مدعو کیا جائے۔ ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کرے جو اس سے منسلک ہیں۔ مالی معاونت کی جائے تاکہ یہ ثقافت کے لیے کام کر سکیں۔
- حکومت کو چاہیے کہ میڈیا کی نگرانی کرے اور خاص پروگرامز نشر کیے جائیں۔ عالمی سطح پر ثقافتی اقدار کو متعارف کرنے کے لیے تشہیر کا بندوبست کیا جائے۔
- ثقافتی سیاحتی مقامات کی حفاظت اور تعمیر کا خاص خیال رکھا جائے۔ ان مقامات پر سالانہ میلے منعقد کیے جائیں۔

- لوک ورثہ کی توسیع کے لیے کام کیا جائے۔ پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں سالانہ میلے ہوں۔ ہر ثقافت کے لیے علیحدہ جگہ مختص ہو جہاں وہ اپنی ثقافت کو ظاہر کرنے کے لیے سٹال لگا سکیں۔
- ثقافتی میلوں کی تشہیر عالمی سطح پر کی جائے تا کہ دنیا بھر کے لوگ اس سے جڑ سکیں۔
- ثقافتی اقدار کے فروغ اور تحفظ کے تمام اقدامات کے لیے قانون سازی کی جائے۔ ہر قسم کے سماجی و سیاسی انتشار سے علیحدہ رکھنے کے لیے قانون بنایا جائے۔
- حکومتی نمایندؤں کو چاہیے کہ وہ ان تقریبات میں شریک ہوں تا کہ عوام بھی اس میں شامل ہو سکے۔

• عالمی تشہیر

ثقافتی ورثے کی حفاظت اور فروغ کے لیے عالمی سطح پر تشہیر ضروری ہے۔ اس سے دنیا میں بسنے والے تمام لوگوں کو پاکستانی ثقافت کو جاننے کا موقع ملے گا۔ پاکستان کی ثقافتی شناخت قائم ہو گی۔ اس سے سیاحت کے میدان میں بھی بہتری نظر آئے گی۔ پاکستان کے سفارتی تعلقات بھی مضبوط ہوں گے۔

- پاکستانی سفارت خانوں کو چاہیے کے تمام ممالک میں ثقافتی اقدار کی تشہیر کے لیے پروگرام منعقد کرے۔ وہاں پر بسنے والے پاکستانیوں اور وہاں کے مقامی لوگوں کو دعوت دے۔
- دنیا کے جس ملک میں ثقافتی میلے یا تقریبات ہوں وہاں حصہ لیں اور پاکستانی ثقافت کو پیش کریں۔
- عالمی ثقافتی میلوں میں پاکستانی آرٹس کی نمائش کریں۔
- پاکستانی ثقافتی لباس اور برتنوں کو وہاں فروخت کیا جائے۔
- بیرونی ممالک میں ہونے والے خاص تہواروں پر پاکستانی کھانوں کے سٹال لگوائیں جائیں۔
- لوک فنکاروں اور گلوکاروں کو بلا کر مقامی لوگوں کے سامنے ثقافتی موسیقی اور رقص کے پروگرام ترتیب دیے جائیں۔
- پاکستانی ثقافتوں میلوں اور تہواروں کے لیے خصوصی پیکجز دیے جائیں تا کہ وہ شریک ہو پاکستانی ثقافت کو فروغ دیں۔
- پاکستانی یوٹیوبرز کے ذریعے ثقافتی میلوں اور تقریبات میں مدعو کروایا جائے۔
- سوشل میڈیا پر ہیش ٹیگز اور ریلز کے ذریعے ثقافت دکھائی جائے۔

• تعلیمی اداروں اور نصاب

پاکستان میں سکول کالجز اور یونیورسٹیز کا نظام موجود ہے۔ نصاب سرکاری سطح پر ترتیب دیا جاتا ہے۔ پاکستانی نوجوان نسل کو ثقافتی اقدار سے روشناس کروانے کے لیے نصاب میں ثقافتی تاریخ شامل کرنا ہو گی۔ ہر تعلیمی سطح پر ثقافتی تقریبات منعقد کروانا ہوں گی۔ سالانہ ثقافتی میلے میں تمام صوبائی ثقافتوں کو پیش کرنا ہو گا۔ ثقافتی اقدار کو کردار (ڈراموں اور سکٹز) کی صورت میں پیش کرنا ہو گا۔ سمینارز، ورکشاپس اور کانفرنسسز منعقد کرنا ہوں گی۔ اس سے نوجوان نسل اپنی ثقافت سے جڑنے میں عار محسوس نہیں کرے گی۔ دوسرے بچوں کو بھی اس کی ثقافت جاننے کا موقع ملے گا۔

فصل سوم: اسلامی ریاست کا ثقافتی کردار

دنیا میں مختلف نظام حکومت قائم ہیں۔ خالص سیاسی بنیادوں پر یا مذہبی بنیادوں پر حکومت کی جاتی ہے۔ دنیا میں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ علمی تنوع کی بدولت نظریات میں تبدیلی واقع ہوتی ہے۔ ہر طرز حکومت میں اصطلاحات ہوتی رہتی ہیں۔ اس وقت دنیا میں مشہور طرز حکمرانی میں بادشاہت، جمہوریت اور مذہبی حکومت شامل ہیں۔ اسلامی نظام حکومت دراصل مذہبی نظام حکومت ہے۔ اس میں حاکمیت صرف خدا کی ہے۔ قانون کی اصل بنیادیں خدا اور اس کے رسول کی جانب سے ہیں۔ عوام کو اپنا حکمران (خلیفہ) منتخب کرنے کی آزادی حاصل ہے۔ وقت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے فیصلے کا اختیار حاصل ہے۔ اسلامی نظام حکومت میں انفرادی اصلاح، معاشرتی مساوات، امن و امان اور عدل و انصاف پر زور دیا جاتا ہے۔ اسلامی ریاست ثقافت کی اہمیت سے باخوبی واقف ہوتی ہے۔ معاشرے میں بسنے والے مختلف افراد کو ثقافتی آزادی فراہم کر کے ریاست کو مستحکم بناتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی ریاست مدینہ کے قیام کے وقت معاہدات کیے جو اسلامی حکومت کے لیے مشعل راہ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے ثقافتی اقدار کے تحفظ اور فروغ کے لیے اقدامات راہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ ان فیصلوں کی روشنی میں اسلامی ریاست کیسے اپنا کردار ادا کر سکتی ہے۔ اس فصل میں ان پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے گی کہ کیسے اسلامی ریاست سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں ثقافتی اقدار کے تحفظ اور فروغ کے لیے اپنا کردار ادا کر سکتی ہے۔

1. نظام اخلاقیات

اسلامی ریاست اخلاقی اقدار کے قیام کی ذمہ دار ہوتی ہے۔ اسلام اور اسلامی ریاست اخلاقیات پر زور دیتے ہیں۔ معاشرے میں امن و امان اور استحکام کے لیے اخلاقی اقدار کلیدی کردار ادا کرتی ہیں۔ اسلام نے خصوصا مسلمانوں اور عموما تمام انسانیت کے لیے ضابطہ اخلاق دیا ہے۔ ثقافتی اقدار ہی معاشرے کی پہچان کا سبب بنتی ہیں۔ انہی ثقافتی اقدار میں پہلی چیز اخلاقی اقدار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمان اور عملی مثالوں کے ذریعے سے لوگوں کو سکھایا۔ عوام اور خواص کی تربیت کی۔ عبد اللہ بن عمر بن عاصؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہی بد گو تھے اور نہ ہی بد زبان تھے اور ساتھ ہی آپ ﷺ کا قول بیان کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا[315]

إن من اخيركم احسنكم خلقا

---

[315] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب لم یکن النبی ﷺ فاحشا ولا متفحشا، ح۶۰۲۹

(تم سے بہتر آدمی وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔)

اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ بہترین کردار اخلاق کی بدولت بنتا ہے۔ یہ تمام انسانوں کے لیے ضروری ہے۔ خاص طور پر وہ لوگ جو عوام کی نمائندگی کرتے ہیں ان میں یہ صفت سب سے زیادہ موجود ہونی چاہیے۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر تربیت کا نظام موجود ہونا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ انفرادی طور پر لوگوں کی تربیت فرماتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی اجتماعی طور پر جمعہ اور عیدین کے خطبوں میں لوگوں کی تربیت فرماتے تھے۔ معلمین کو خاص ہدایات فرماتے تھے۔ اس سے ہمیں یہ اصول ملتا ہے کہ اسلامی ریاست کو سب سے پہلے اخلاقی اقدار کی تربیت کا نظام قائم کرنا چاہیے جو ہر سطح پر لوگوں کی راہنمائی کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے قرآنی فلسفہ اخلاق کی عملی تصویر پیش کی ہے۔ اخلاقی اقدار میں بہت سی قدریں شامل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ریاست مدینہ کے قیام سے قبل بھی ان اقدار کو زندہ کیا اور قیام ریاست کے بعد ریاستی سطح پر ان کی اہمیت کو اجاگر فرمایا۔ انسان کی انفرادی زندگی میں بھی سچ کی بڑی اہمیت ہے۔ معاشرتی زندگی میں انسان کا کردار اور اس کی شخصیت کی عکاسی کرتا ہے۔ اس کی ضرورت واہمیت میں اس وقت اضافہ ہو جاتا ہے جب کوئی انسان ریاستی منصب کو سنبھالتا ہے۔ ریاست کو چاہیے کہ ہمیشہ پہلے خود ایسا کردار پیش کرے جس کی مثال کو لوگ قابل تقلید سمجھیں۔ اگر سیاسی راہنما جھوٹ، مکر و فریب اور محض جملہ بازی سے کام لیں گے اور اخلاقی اقدار کو مقدم نہیں رکھیں گے تو لوگ ان سے دو قدم آگے کھڑے ہوں گے۔ اس لیے ریاست کو چاہیے کہ ہمیشہ وہ لوگ شامل ہوں جن کے اقوال وافعال میں تضاد نہ ہو۔ سچائی اور راست گوئی سے کام لیتے ہوں۔ قرآن حکیم نے بھی تربیت کرتے ہوئے سورہ التوبہ[316] میں انسان کی یہی تربیت فرمائی کے سچائی والوں کے ساتھ ہو جاو۔ ان کے دامن سے وابستہ ہو جاو۔ یہ لوگ خدا شناسی کی منزل میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ اس کی اہمیت بتاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

إن الصدق يهدي إلى البر وإن البر يهدي إلى الجنة[317]
(بے شک سچ انسان کو نیکی کی راہ دکھاتا ہے اور نیکی جنت کی طرف لے جاتی ہے۔)

---

[316] يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (التوبہ۱۱۹)

[317] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب (یاایھاالذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین) ومایںنھی عن الکذب، ح۶۰۹۴

قرآن وحدیث کی ہدایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اخلاقی اقدار کی بڑی اہمیت ہے۔ یہ صفات انسان کو معاشرے میں معزز بناتی ہیں۔

اخلاقی اقدار میں سچائی کے ساتھ ہی امانت داری کی اخلاقی قدر موجود ہے۔ قرآن وسنت سے ہر ایک اخلاقی قدر کے بارے میں راہنمائی ملتی ہے۔ عفو درگزر اور صبر، عاجزی، سخاوت و خیرات، احترام والدین، وعدہ و اعتبار، الغرض ہر اخلاقی قدر کے بارے میں قرآن وسنت ہمارے لیے مشعل راہ ہیں۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عملی طور پر ثابت کیا کہ ان پر عمل کر کے کیسے معاشرے میں مثبت کردار ادا کیا جاسکتا ہے۔ اسلامی ریاست کے لیے راہنمائی کا ایک روشن باب موجود ہے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم خود ریاست کے سربراہ تھے لیکن آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیشہ سچ بولا اور سچائی کا ساتھ دیا۔ آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے امانت داری سے کام لیا۔ مشرکین مکہ آپ کے مخالفین میں شامل تھے۔ آپ کو ہر طرح کی اذیت دیتے تھے۔ اسلام دشمنی میں کوئی کسر باقی نہ رکھتے تھے۔ بدترین دشمن ہونے کے باوجود وہ آپ کو صادق و امین تسلیم کرتے تھے۔ اپنی مال بطور امانت آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس رکھوایا کرتے تھے۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو جب ہجرت کو حکم ہوا تو حضرت علیؓ کو آپ نے اپنے بستر پر سونے کا حکم دیا اور فرمایا کہ لوگوں کو ان کی امانتیں لوٹا کر آجانا۔ اس پورے واقع کو ابن کثیر نے نقل کیا۔

أَمَرَهُ أَنْ يَتَخَلَّفَ حَتَّى يُؤَدِّيَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ الْوَدَائِعَ التِي كَانَتْ عِنْدَهُ لِلنَّاسِ، وَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَيْسَ بِمَكَّةَ أَحَدٌ عِنْدَهُ شَيْءٌ يَخْشَى عَلَيْهِ إِلَّا وَضَعَهُ عِنْدَهُ، لِمَا يَعْلَمُ مِنْ صِدْقِهِ وَ أَمَانَتِهِ[318]

(آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ہمیشہ عاجزی کا مظاہرہ کیا۔ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ریاست مدینہ کے سربراہ تھے۔ فوج کی قیادت، قاضی، راہنما الغرض تمام اعلیٰ قیادت آپ کے پاس تھی۔ اس کے باوجود رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم انتہائی عاجزی کا مظاہرہ فرمایا کرتے تھے۔ گھر کے کام کاج خود کیا کرتے تھے۔) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ

كان في مهنة اهله[319]

(آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم گھر کا کام کیا کرتے۔)

---

[318](ابن اکثیر، ج۴، ص۱۴۵)

[319](البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب کیف یکون الرجل فی اھلہ، ح۶۰۳۹)

ایک ریاستی سربراہ کی عاجزی وانکساری اگر ایسی ہو تو ریاست میں اخلاقی کردار پیدا کرنے کا جذبہ جنم لیتا ہے۔ ہر طبقہ عملی نمونہ دیکھ کر اخلاقی اقدار سے جڑ جاتا ہے۔ حکمرانوں سے لے کر عوام تک اخلاقی اقدار خود کردار میں شامل ہونا شروع ہو جاتی ہیں ۔معاشرتی مساوات قائم ہو جاتی ہے۔ غرور، تکبر اور نخوت ختم ہوتی ہے۔

آپ ﷺ نے بدترین دشمنوں کو معاف فرمایا اور صبر سے کام لیا۔ فتح مکہ کے موقع پر آپ ﷺ کا عفو دنیا کے لیے مثالی ہے۔ آپ ﷺ نے آیہ کریمہ کی تلاوت فرمائی

قَالَ لاَ تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ ٱلْيَوْمَ يَغْفِرُ ٱللَّهُ لَكُمْ وَ هُوَ أَرْحَمُ ٱلرَّاحِمِينَ[320]

(اس نے جواب دیا آج تم پر کوئی گرفت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے، وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔)

اس آیہ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے امام قرطبی نے اپنی تفسیر جامع الاحکام القران میں ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ کو معاف فرمادیا۔ اہل مکہ رسول اللہ ﷺ کے خون کے پیاسے تھے۔ آپ ﷺ اور اصحاب پر ہر طرح کی اذیتیں دی اور جنگیں کی۔ ہر طرح سے منصوبے بنائے لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو معاف فرمادیا۔

ریاست اور ریاستی کارکنان کے لیے یہ لازم ہے کہ اگر وہ اسلامی ریاست اور مسلمان راہنما ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو ان تمام اقدار پر عمل کریں۔ رسول اللہ ﷺ کو اپنا آئیڈیل تسلیم کریں۔ آپ کی حیات طیبہ کی روشنی میں زندگی گزاریں اور ریاستی معاملات کو چلائیں ۔اس کے ساتھ ہی قوم وملت کی تربیت کے لیے عملی اقدامات کریں۔ مراکز قائم کریں جہاں لوگوں کی کونسلینگ ہو سکے۔ تعلیمی نصاب میں وہ نمایاں تبدیلیاں کریں جس سے آنے والی نسل اخلاقی اقدار سے واقف ہو کر عمل کر سکے۔ یہ تمام چیزیں اس وقت ممکن ہو سکتی ہیں جب ریاست خود اسلامی نظام حکومت کو سمجھ کر اپنے فرائض ادا کرے گی۔

2. علوم وفنون

علوم وفنون ہر صحت مند معاشرے کی ضرورت ہیں۔ قوم وملت کی فکری اور معاشی ترقی کا انحصار علوم وفنون پر ہوتا ہے۔ ہر ریاست کا اولین فرض اپنی قوم کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرنا ہے۔ قوم وملت کا بنیادی حق ہے جو ریاست کا فرض ہے۔ سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں عملی اقدامات کیے جاسکتے ہیں جن سے قوم علوم وفنون سے واقف ہو سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود

---

[320] یوسف:92

دینی و دنیاوی علوم کا بندوبست فرمایا۔ لوگوں کو تلقین کی فرمائی کہ وہ پڑھنا لکھنا سیکھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے علم کی فضلیت اور حصول علم کی اہمیت کا بیان فرمایا۔ ریاستی سطح پر اس کا بندوبست کیا۔ ریاست مدینہ کے قیام سے قبل دارارقم اور ریاست مدینہ کے قیام کے بعد دار صفہ میں علم کی ترویج کے لیے عملی اقدامات فرمائے۔ لوگوں قرآن مجید کی طرف راغب فرمایا۔ ہنر مند افراد کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی تخلیقی کام یا فنون (ثقافتی اقدار) سے منع نہیں فرمایا۔ اسلام کی حدود میں رہتے ہوئے ان چیزوں کی اجازت دی۔ خاص طور پر ایسے فنون جس سے اسلام کی اشاعت میں مدد ملے۔

علم اور حصول علم کے حوالے سے خود رب العالمین قرآن مجید میں راہنمائی فرماتا ہے۔ حکم دیتا ہے اور اس کی فضلیت بیان فرماتا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کسی چیز کا حکم دے اور حضور ﷺ اس پر عمل نہ کریں اور اس کی ترواتیج کے لیے کوشش نہ فرمائیں۔ قرآن مجید کی نازل ہونے والی پہلی آیات ہی علم کے باب سے شروع ہوتی ہیں۔[321] قرآن مجید نے عالم اور جاہل کو برابر قرار نہیں دیا۔[322] یہ بنیادی عقلی تقاضا ہے کہ عالم اور جاہل برابر نہیں ہو سکتے۔ دونوں کی ذہنی صلاحیتیں برابر نہیں ہو سکتی۔ قرآن مجید نے علم والوں کو ایمان کے ساتھ بلند درجے کی سند بھی عطا کی ہے۔[323] اللہ تعالیٰ جو خالق کائنات ہے وہ انسانی فطرت اور اس کے تقاضوں کو بہتر جانتا ہے۔ اس نے علم اور حصول علم پر زور دیا ہے۔ حضرت محمد ﷺ جو اللہ کے رسول ہیں۔ خدا کی تعلیمات انسانیت تک پہنچانے پر مامور تھے۔ آپ نے بھی علم کے حصول پر زور دیا۔ آپ ﷺ حصول علم کو ہر مسلمان مرد و عورت کے لیے فرض قرار دیا۔[324] رسول اللہ ﷺ نے حصول علم کے شوق میں اضافہ پیدا کیا اور فرمایا کہ جس نے حصول علم کے راستے پر چلا اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان بنا دیتا ہے۔[325] علم انسان میں شعور پیدا کرتا ہے جس کی بدولت وہ مظاہر قدرت میں غور و فکر کرتا ہے۔ مشاہدات و علم کے ذریعے وہ خالق حقیقی کو پہچان جاتا ہے۔ علم کے و شعور سے وہ معاشرے کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے بغیر کسی صنفی تقسیم کے حصول علم کو ضروری قرار دیا ہے۔ رسول اللہ نے مدینہ میں مساجد میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کروایا۔ غزوہ بدر میں جو قیدی بن کر آئے ان کے سامنے رہائی کی ایک تجویز لکھنا اور پڑھنا سکھانے کی

---

[321] العلق:5-1

[322] الزمر:9

[323] المجادلہ:11

[324] ابن ماجہ، السنن، کتاب السنۃ، باب فضل العلماء والحث طلب العلم، ح ۲۲۴

[325] الترمذی، السنن، کتاب العلم عن الرسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی فضل طلب العلم، ح ۲۶۴۶

رکھی۔ اگر چند لمحے رک کر سوچا جائے وہ علم کونسا تھا جو کفار مسلمانوں کو سکھا سکتے تھے۔ قرآن کی تعلیمات تو کفار تسلیم ہی نہیں کرتے تھے۔ ان لوگوں سے کس علم کا تقاضا کیا جا سکتا تھا۔ ذہن اس جانب مائل ہوتا ہے اور تاریخ اس کی مدد کرتی ہے کہ وہ اس دور کے ضروری مروجہ علوم تھے جن کا تقاضا کیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اصحاب صفہ کے لیے تعلیم کا انتظام فرمایا۔ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کو معلم بنا کر بھیجا کرتے تا کہ وہ علم سکھا سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے علوم کی ترویج اشاعت کے لیے عملی اقدامات فرمائے جس سے مسلمانوں سے فائدہ حاصل کیا۔ قرآن مجید نے سائنسی علوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا یہ اونٹ کی تخلیق، پہاڑوں کی مضبوطی، زمین کے پھیلاؤ اور آسمان کی بلندیوں میں غور نہیں کرتے۔[326] اس حکم وراہنمائی ہی کی بدولت مسلمانوں نے علم کو ایک نئی جہت دی۔ اس کے سبب ہی جابر بن حیان، ابن الہیثم، ابن سینا اور الخوارزمی نے علم کی دنیا میں اپنا نام پیدا کیا۔ اسلامی ریاست کو چاہیے کے وہ اس ثقافتی قدر کی حفاظت کرے۔ قوم وملت کی ترقی کے لیے عملی اقدامات کرے۔ سرکاری سطح پر علم کی ثقافتی قدر کے تحفظ و فروغ کے لیے کام کرے۔ دینی علوم ہوں یا دنیوی وعلوم سب کو ان کے حصول کا برابر موقع ملے۔ نصاب ایسا بنایا جائے کہ دینی علوم حاصل کرنے والا بھی سائنسی علوم سے واقفیت رکھتا ہو۔ ہر ایک کے لیے مواقع مساوی طور پر موجود ہوں۔ اسلامی ریاست کو چاہیے کہ سرکاری لائبریریوں کو ہر شہر میں قائم کرے۔ ان تک رسائی آسان بنائے۔ ان میں کام کرنے والے قابل لوگ رکھے جائیں۔ جدید ذرائع علم سے مزین لائبریریاں بنائی جائیں۔ علم والوں کی سرکاری سطح پر حوصلہ افزائی کی جائے تا کہ لوگوں میں ذوق پیدا ہو۔

فنون (آرٹس) بھی اسی کی ایک شاخ ہے۔ اہل عرب قبل از اسلام بھی شاعری سے خاصا شغف رکھتے تھے۔ بہت اقسام کی شاعری کیا کرتے تھے۔[327] رسول اللہ ﷺ نے ہر قسم کی شاعری سے منع نہیں فرمایا۔ وہ انداز جو اسلامی تعلیمات کے منافی تھا اس نے منع فرما دیا۔ رسول اللہ ﷺ خود بھی حضرت حسان بن ثابتؓ سے اشعار سنا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں[328]

كان رسول الله ﷺيضع لحسان منبرا في المسجد يقوم عليه قائما، يفاخر عن رسول ﷺ، او قال ينافح عن رسول الله ﷺ، ويقول رسول اللهﷺ إن الله يؤيد حسان بروح القدس ما يفاخر او ينافح عن رسول الله ﷺ

---

[326] الغاشیہ:20-17

[327] مزید تفصیل کے لیے باب سوم ، فصل اول، مبحث زمانہ جاہلیت کی عرب روایت، ص

[328] الترمذی، السنن، کتاب الادب عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی انشاد الشعر، ح ۲۸۴۶

(رسول اللہ ﷺ حضرت حسانؓ کے لیے مسجد میں منبر رکھتے تھے جس پر کھڑے ہو کر وہ رسول اللہ ﷺ کے لیے فخریہ اشعار پڑھا کرتے تھے یا وہ رسول اللہ ﷺ کا دفاع کرتے تھے۔اور رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ اللہ حسانؓ کی مدد روح القدس(جبرائیلؑ) کے ذریعے فرماتا ہے جب تک وہ رسول خدا ﷺ کا دفاع یا فخریہ اشعار پڑھتے ہیں۔)

رسول اللہ ﷺ خود بھی سنا کرتے اور اسلام کے پیغام کو پہنچانے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی بھی کیا کرتے تھے۔شاعری کسی بھی زبان کو سیکھنے کے لیے معاون و مددگار ثابت ہوتی ہے۔اس علاقے کی تہذیب و ثقافت کو سمجھنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

إن من الشعر حكما[329]

(بعض اشعار میں حکمت و دانائی کی باتیں ہوتی ہیں۔)

شاعری فنون کا خاص جہت ہے۔اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔اسلامی ریاست کو چاہیے کہ ایسے شعراء جو گزر چکے ہیں ان کے کام کو محفوظ کرے۔ان کے شعری نمونے اور ان کی تشریحات کتابوں اور ٹی وی پروگرامز کے ذریعے عوام تک پہنچائے۔علامہ اقبال جیسے عظیم شعراء جنہوں نے اسلام کی اصل روح کو لوگوں کو سامنے پیش کیا۔عوام میں شعور و آگاہی کا کام کیا۔لوگوں کو اسلام کی طرف اپنی شاعری سے مائل کیا۔ان کی شاعری کو تعلیمی نصاب کا حصہ بنایا جائے۔چند اشعار کی بجائے مکمل مضمون اور تشریح کے ساتھ شامل کیا جائے تاکہ آئندہ آنے والی نسل اپنی زبان،شاعری اور اسلام کی طرف مائل ہو سکے۔سرکاری سطح پر شعراء کا حمدیہ اور نعتیہ کلام پیش کیا جانا چاہیے۔شعراء کو اس بات کی تلقین کرنی چاہیے کہ وہ اسلامی اقدار کو اپنی شاعری کے قالب میں لائیں۔اخلاقی اقدار کو شعری انداز میں پیش کریں۔مثبت انداز سے اخلاقی اقدار کو بیان کریں۔

موسیقی بھی فنون کی ہی ایک شاخ ہے۔اسلامی معاشروں میں علماء کے مابین اس پر کافی مکالمے ہوتے رہتے ہیں۔تحریری و تقریری طور پر علماء اپنا نقطہ نظر بیان کرتے رہتے ہیں۔قرآن و حدیث کی حدود میں رہتے ہوئے اتنی اجازت ضرور ہونی چاہیے جو اسلامی اصولوں سے ٹکراتی نہ ہو۔رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ ہے کہ

ليكونن من امتي اقوام يستحلون الحر، والحرير، والخمر، والمعازف[330]

---

[329] الترمذی، السنن، کتاب الادب عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء ان من الشعر حکمۃ، ح ۲۸۴۵

[330] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاشربۃ، باب ماجاء فیمن یستحل الخمر ویسمیہ بغیر اسمہ، ح ۵۵۹۰

(نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایسے برے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو زناکاری، ریشم کا پہننا، شراب پینا اور گانے بجانے کو حلال بنالیں گے۔)

اس حدیث مبارکہ کے ساتھ اگر قرآن مجید کا مطالعہ کیا جائے تو بات فہم سے قریب ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے لغو لعب میں وقت ضائع کرنے سے منع فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایسے اشعار پر پابندی لگا دی جو جنسی بے راہ روی کا باعث بنتے ہوں ۔ایسے اشعار جن میں شرک ہو۔ ایسے اشعار جو معاشرے میں بدامنی و اضطراب پھیلانے کا باعث بنیں۔ اس قسم کی شاعری مطلق ہی ممنوع ہے۔ مگر وہ اشعار جو اخلاقی اقدار کو اجاگر کرتے ہوں، اسلامی تعلیمات کا پیغام ہو یا اسلامی نظریات کی عکاسی کرتی ہوں ان میں کسی قسم کا مضائقہ نہیں۔ حمدیہ اور نعتیہ اشعار، اہل بیت و صحابہ کے مناقب پر مشتمل شاعری بھی جائز قسم میں آتی ہے۔ کیونکہ شاعری کی حدود خود نبی کریم ﷺ نے بیان کر دی۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی آمد پر دف بجا کر آپ ﷺ کا استقبال کیا گیا اور ساتھ اشعار پڑھے گئے۔ اسلامی تہواروں پر رسول اللہ ﷺ کے سامنے دف کے ساتھ اشعار پڑھے گئے اور رسول اللہ ﷺ نے منع نہ فرمایا۔[331] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تہوار ہوں یا خوشی کے اور موقعے ان پر شعر و شاعری یا ثقافتی آلات موسیقی ہوں جائز ہوں گے۔ لیکن اس بات کا دھیان رکھنا ضروری ہے کہ اسلامی حدود کی خلاف ورزی نہ کی جائے۔

خطاطی کا فن بھی ثقافتی اقدار میں شامل ہے۔ فنون کی دنیا میں یہ ایک باکمال ہنر ہے۔ اسلامی خطاطی کا ذوق بھی معاشرے میں موجود ہے۔ لکھنے کا رواج نیا نہیں بلکہ قدیم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید لکھوایا۔ صحابہ کرامؓ قرآن مجید لکھا کرتے تھے۔

حضرت ابو بکرؓ کے دور خلافت میں قرآن مجید کی جمع و تدوین کا کام اہم کام حضرت زید بن ثابتؓ نے کیا۔[332]

اسلامی خطاطی میں دور حاضر کے تقاضوں کے مطابق آیات قرآنی یا اسماء الہیٰ لکھے جاتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے اسماء بھی خوبصورت انداز میں لکھے جاتے ہیں۔ ان کو خوبصورتی سے لکھنے کے بعد فریم لگائے جاتے ہیں۔ ان کو پھر گھروں کی زینت بنایا

---

[331] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب مناقب الانصار، باب مقدم النبی واصحابہ فی المدینۃ، ح ۳۹۳۱

[332] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن، باب جمع القرآن، ح ۴۹۸۶

جاتا ہے۔ اسلامی ریاست کو چاہیے کہ سرکاری سطح پر اس مثبت فن کی حوصلہ افزائی کرے۔ ان کے مقابلے منعقد کیے جائیں۔ اس کے سکھانے کے لیے سرکاری سطح پر مناسب بندوبست کیا جائے۔

ہماری ثقافت میں کہانی سنانا(story telling) قدیم وقتوں سے چلا آرہا ہے۔ اب یہ ثقافتی قدر مٹتی چلی جارہی ہے۔ پہلے پہل رات کو گھر کے بڑے بچوں کو کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ اسلام میں بھی اس کی اجازت موجود ہے۔ قرآن مجید میں قصص موجود ہیں۔ رسول اللہ ﷺ خود واقعات سنایا کرتے تھے۔ ایک بات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ اسلام کا مزاج کیا ہے۔ قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ نے جو قصص بیان کیا کیے وہ کیوں کیے اور آج کیا اصول ہیں۔ ان کے مقاصد کیا تھے اور آج ہمارے لیے کیا یا ضابطہ ہے۔ قرآن مجید نے حضرت آدمؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، اصحاب کہف، ذوالقرنین اور بہت سے قصص کا ذکر فرمایا ہے۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اصحاب کو قصص سنائے مثلا ایک آدمی جس نے ۹۹ قتل کیے[333]، ایک غار میں ۳ لوگ پھنس گئے تو اپنی نیکیوں کا حوالہ دیا[334] یہ تمام قصص کسی نہ کسی وجہ سے بیان ہوئے ہیں۔ توبہ اور رحمت خداوندی، توکل علی اللہ اور نیکیوں کی ترغیب، صحبت کا اثر تمام مضامین کا ذکر ہے جو انسانی کردار سازی میں معاون ہیں۔ انہی بنیادوں پر اصول بھی ملتے ہیں جن کو مدنظر رکھ کر اس ثقافتی اقدر کو زندہ کیا جاسکتا ہے۔ معاشرتی سطح پر گھر کے بچوں کو اسلامی واقعات سنائیں تاکہ ان کی کردار سازی ہوسکے۔ ان میں شجاعت، غیرت، اخلاقی اقدار پڑوان چڑھیں۔ اسلامی ریاست کو بھی چاہیے کہ ایسے واقعات جو اخلاقی اقدار، مذہبی تعلیمات پر مبنی ہوں ان کی ترواتج کے لیے کام کرے۔ اس عملی اقدام کا فائدہ یہ ہوگا کہ قوم کی کردار سازی ہوگی۔ ملت اپنے ہیروز (صحابہ کرامؓ) کو یاد رکھ سکے گی۔ لاشعوری طور پر نوجوان نسل کی وابستگی قرآن وحدیث سے ہوتی چلی جائے گی۔ اس طرح دین کا کام کرنا مزید آسان ہوگا اور معاشرے کے لیے مثبت اور مفید قدم ہوگا۔

3. سماجی ہم آہنگی

اسلامی ریاست کے لیے ضروری اور بنیادی چیز سماجی ہم آہنگی پیدا کرنا ہے۔ ریاست کی حدود میں مسلمان اور غیر مسلم رہائش پذیر ہوتے ہیں۔ تمام مذاہب کا خیال رکھتے ہوئے پرامن ماحول بنانا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ اتحاد اور سماجی ہم آہنگی

---

[333] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب احادیث الانبیاء، ح ۳۴۷۰

[334] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاجارہ، باب من استاجر اجیر افترک اجرہ فعمل فیہ المستاجر فزاد، او من عمل فی مال غیرہ فاستفضل، ح ۲۲۷۲

اسلام کی بنیادی تعلیمات میں شامل ہے۔ عدل و انصاف، امن و امان اور پر سکون معاشرے کے قیام کے لیے سماجی و مذہبی ہم آہنگی ضروری ہوتی ہے۔

اتحاد و اتفاق معاشرے میں ناگزیر چیز ہے۔ قرآن مجید مسلمانوں کو اس کی اہمیت اور ضرورت سے آگاہ فرماتا ہے۔ سورہ ال عمران میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرمایا

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا[335]

(سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑلو اور تفرقہ میں نہ پڑو)

مسلمان امت کو اللہ تعالیٰ نے خاص ہدایت دی۔ ایک اصول دیا۔ ایک راستہ عطاء کیا۔ اللہ کی رسی (قرآن و سنت) وہ مضبوط ذریعہ ہے جس کے سبب تمام مسلمان اتحاد قائم کرسکتے ہیں۔ مسلم امت کا اتحاد ضروری ہے۔ ریاستی سطح پر یہ آیت سماجی اتحاد کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ جب تک معاشرے میں اتحاد و اتفاق نہیں ہو گا معاشرہ ترقی کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتا۔ بدامنی اور انارکی پھیلتی چلی جائے گی۔ اس لیے ضروری ہے کہ ریاست اتحاد کی فضاء قائم کرے۔ اگر معاشرے میں مختلف مذاہب کے لوگ آباد ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اتفاق کا ایک کلیہ دیا ہے۔ تمام لوگوں کو ایک جسد کس طرح بنایا جاسکتا ہے اور ریاست کیا عمل کرے کہ لوگ اتحاد قائم کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ[336]

(کہو، اے اہل کتاب! آؤ ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے۔)

اسلامی ریاست کو اس سے راہنمائی لینی ہو گی کہ کیسے لوگوں کو پرامن اور اتفاق سے رکھا جاسکتا ہے۔ مشترکات پر بات کی جائے اور اسی چیز کو باعث اتحاد بنایا جائے۔ تمام لوگوں کو مذہبی آزادی اور ان کی مقدسات کو احترام کی نگاہ سے دیکھنا ہو گا۔ یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ لوگوں کو امن وامان سے رکھا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے معاشرے میں ہم آہنگی پیدا کرنے اور اتفاق پیدا کرنے کے بارے میں راہنمائی فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے مومن کے بارے میں فرمایا کہ تم ان کو باہمی محبت اور رحم میں ایک جسم کی مانند پاؤ گے کہ ایک عضو تکلیف میں مبتلا ہو تو سارا

---

[335] ال عمران:103

[336] ال عمران:64

جسم اس کو محسوس کرتا ہے۔[337] اس فرمان سے اتحاد و اتفاق کا جذبہ پیدا ہوتا کہ ہمارے راہنما و لیڈر خاتم النبیین ﷺ نے ہمیں ایک جسد کی طرح قرار دیا ہے۔ انسان ذاتی اختلافات اور عداوتیں حضور ﷺ کے فرمان کے تناظر میں ترک کر دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

أحبُّ الناس إلى الله أنفعهم للناس
(اللہ کے نزدیک محبوب ترین آدمی وہ ہے جو لوگوں کے لیے زیادہ نفع بخش ہے۔)

انسانیت میں ایک دوسرے کی مدد، تعاون اور خیال کرنے والا ہی اللہ کے ہاں محبوب ہے۔ یہی بنیاد ہے اتحاد و اتفاق کی کہ انسان ایک دوسرے کا خیال کریں اور مدد کریں۔ اس معاشرے میں اگر غیر مسلم بھی آباد ہوں تو ان کے ساتھ بھی یہی سلوک روا رکھا جائے۔ اس حدیث مبارکہ میں انسانیت کے لیے فائدہ مند ثابت ہونے والے کو محبوب ہونے کی سند دی گئی ہے۔ اس لیے معاشرے میں اگر غیر مسلم زندگی گزار رہیں تو ان کے ساتھ بھی مساوی سلوک کرنا چاہیے۔ اسلامی ریاست کو حدیث نبوی ﷺ کے تمام پہلوؤں پر غور فکر کر کے ایسا نظام بنانا چاہیے کہ تمام لوگ بغیر کسی تفریق کے اتحاد قائم کر سکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسے پرامن معاشرے کی بنیاد رکھی جس میں تمام لوگ امن سے رہ سکتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے غیر مسلم کے حقوق کا تحفظ فرمایا۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی ریاست میں بسنے والے غیر مسلموں کے جان، مال اور عزت کا تحفظ کرے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ

من قتل معاهدا لم يرح رائحة الجنة[338]
(جس نے کسی ذمی کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔)

اس حدیث کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کسی کو اختیار نہیں کہ وہ محض مذہب کی بنیاد پر کسی کو ناحق قتل کر دے۔ اس سے معاشرے میں اتحاد قائم نہیں ہو سکتا۔ بدامنی کی فضاء قائم ہوتی ہے۔ معاشرتی سکون خراب ہوتا ہے۔ اسلامی ریاست ان تمام جہات پر غور و فکر کے بعد ایک ایسا منصفانہ نظام قائم کرے جس سے تمام لوگ اتفاق و اتحاد کے ساتھ زندگی بسر کریں۔

عدل و انصاف کی فراہمی معاشرے کے امن کی ضمانت ہوتی ہے۔ ہر انسان کے حق کا تحفظ اور بروقت عدل و انصاف کی فراہمی ریاست کے لیے محبت کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ تعصب سے آزاد ہو کر بغیر کسی مذہبی، علاقائی، طبقاتی اور لسانی بنیادوں کو مدنظر

[337] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس البھائم، ح۶۰۱۱
[338] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجزیۃ والمودعہ، باب اثم من قتل معاھدا بغیر جرم، ح۳۱۶۶

رکھے انصاف کرنا لوگوں کو پر امن رکھتا ہے۔ ریاست پر عوام کا اعتماد قائم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کو قائم کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ ریاست کی سب سے اہم اور بنیادی ذمہ داری قانونی مساوات کی ہے۔ ہر انسان کو قانون مساوی نظر سے دیکھے۔ فرمان الٰہی ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا[339]

(اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر راستی قائم کرنے والے اور انصاف کی گواہی دینے والے بنو۔ کسی گروہ کی دشمنی تم کو اتنا مشتعل نہ کر دے کہ انصاف سے پھر جاو۔ عدل کرو۔)

اس آیہ کریمہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ عدل وانصاف ریاست کی اولین ذمہ داری ہے اور عوام کا بنیادی حق ہے۔ سماجی ہم آہنگی کے لیے بہترین اصول ہے۔ معاشرے میں اگر غیر مسلم آباد ہوں تو ریاست کو بغیر کسی تعصب کے انصاف کرنا ہوگا۔ قرآن مجید نے واضح حکم دیا ہے کہ اگر کسی قوم سے دشمنی بھی ہو تو بھی انصاف کا دامن نہیں چھوڑا جا سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی کبھی ناانصافی نہیں فرمائی۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

اناأَحَقُّ مَنْ أَوْفَى بِذِمَّتِهِ [340]

(میں غیر مسلموں کے بارے میں اپنا ذمہ پورا کرنے کا زیادہ حق رکھتا ہوں۔)

رسول اللہ ﷺ نے بطور سربراہ ریاست کسی سے ناانصافی نہیں فرمائی۔ اسلامی ریاست کو قرآن وحدیث کی روشنی میں ہر عملی قدم اٹھانا چاہیے جس سے سماجی ہم آہنگی قائم ہو سکے۔ معاشرے میں امن ہی ریاست کے لیے ترقی کا باعث بنتا ہے۔

4. غیر مسلم افراد کے حقوق

اسلامی ریاست کی حدود میں مسلم اور غیر مسلم دونوں آبادیاں ہو سکتی ہیں۔ اسلامی ریاست ان سے ٹیکس (جزیہ) وصول کرتی ہے۔ اس لیے اسلامی ریاست پر ان کی جان، مال اور عزت و آبرو کی حفاظت لازم آتی ہے۔ ان کے مساوانہ حقوق ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ ایک ریاست کی حدود میں اگر غیر مسلم بھی آباد ہوں تو ریاست کی ذمہ داری میں اضافہ ہو جاتا

---

[339] المائدہ:8

[340] البیھقی، السنن الکبری، بیان ضعف الخبر الذی روی فی قتل المؤمن بالکافر، وما جاء عن الصحابۃ في ذلک، ح۱۵۹۱۹

ہے۔ قرآن و سنت اس معاملے میں بھی مکمل راہنمائی فراہم کرتی ہے۔ قرآن مجید نے قیام امن کے لیے مشترکہ باتوں پر بات چیت کی دعوت دی ہے۔ کسی کو زبردستی اسلام میں داخل کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ

لَآ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَّبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ[341]

(دین میں کوئی زبردستی نہیں، بیشک ہدایت گمراہی سے واضح طور پر ممتاز ہو چکی ہے۔)

مذہبی راہنمائی کی جاچکی ہے۔ حق اور باطل میں فرق بتایا جاچکا ہے۔ رسول خاتم النبیین ﷺ نے پیغام حق لوگوں تک پہنچا دیا ہے۔ حجت تمام ہو چکی ہے۔ اب کسی کو جبرا اسلام میں داخل نہیں کیا جائے گا۔ اگر غیر مسلم ٹیکس دینے کے بعد اسلامی ریاست میں رہائش پذیر ہوتے ہیں تو اسلامی ریاست کی ذمہ داری بنتے ہیں۔ ان کو مذہبی آزادی حاصل ہو گی۔ عبادت سے روکا نہیں جا سکے گا۔ عبادت گاہوں کو مسمار نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے مذہبی تہواروں کو منانے کی اجازت دینا ہو گی۔ ان تمام چیزوں کے اصول اسلامی ریاست کو قرآن اور سیرت نبوی سے مل سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی معاہدات فرمائے۔ جزیہ وصول کر کے ان کو آزادی دی۔ ان کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کی۔ رسول اللہ ﷺ نے اہل نجران کو تحریر بھیجی جس میں جزیہ کی تفصیل موجود تھی۔ اس تحریر میں ان کو ان کے حقوق کے تحفظ کی یقین دہانی بھی کروائی گئی۔

ولنجران، وحاشيتها جوار الله، وذمة محمد النبي على أنفسهم، وملتهم، وأرضيهم، وأموالهم، وغائبهم، وشاهدهم، وعشيرتهم، وبيعهم، وأن لا يغيروا مما كانوا عليه، ولا يغيروا حقًّا من حقوقهم، ولا ملتهم، ولا يغيروا أسقفًا عن أسقفيته، ولا راهبًا من رهبانيته، ولا واقهًا من وقيهاه، وكل ما تحت أيديهم من قليل، أو كثير، وليس عليهم دنية، ولا دم جاهلية، ولا يحشرون، ولا يعشرون، ولا يطأ أرضهم جيش[342]

---

[341] البقرہ:256

قرآن مجید کی آیت "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ "اسلامی اصولِ رواداری کی بنیاد ہے، جو ہر فرد کو مذہبی آزادی فراہم کرتی ہے۔ اس تعلیم کی روشنی میں اسلامی ریاست، خصوصاً پاکستان میں، غیر مسلم شہریوں کو مکمل مذہبی، سماجی، معاشی اور سیاسی آزادی حاصل ہونی چاہیے۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اقلیتوں کی جان، مال، عزت، اور عبادت گاہیں اتنی ہی محترم ہیں جتنی مسلمانوں کی۔ پاکستان کے آئین میں بھی اقلیتوں کو مساوی حقوق دیے گئے ہیں، جن میں ان کی مذہبی رسومات کی آزادی، سیاسی نمائندگی، اور معاشرتی شرکت شامل ہے۔ ریاست پر لازم ہے کہ وہ اقلیتوں کو تحفظ فراہم کرے اور ان کے ساتھ کسی قسم کی امتیازی سلوک کی روک تھام کرے۔

تاہم پاکستانی معاشرے کو اس حوالے سے کئی چیلنجز درپیش ہیں۔ سیاسی سطح پر اقلیتوں کی نمائندگی اکثر رسمی نوعیت کی ہوتی ہے، جبکہ سماجی سطح پر عدم برداشت، نفرت انگیزی، اور زبردستی مذہب تبدیل کرانے جیسے واقعات سامنے آتے ہیں۔ مذہبی حلقوں میں شدت پسندی اور علم کی کمی کی وجہ سے بین المذاہب ہم آہنگی متاثر ہوتی ہے۔ ان حالات میں "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" کا عملی اطلاق ضروری ہے، جس کے لیے ریاست کو تعلیم، قانون سازی، میڈیا، اور مذہبی قیادت کے ذریعے بین المذاہب احترام کو فروغ دینا ہو گا۔ اس سے نہ صرف اقلیتوں کا اعتماد بحال ہو گا بلکہ ملک میں اتحاد، امن اور ہم آہنگی کی فضا بھی قائم ہو سکے گی۔

[342] ابویوسف، قاضی، کتاب الخراج، دارالمعرفۃ، بیروت لبنان، ۱۹۷۹ء، ص ۷۲

(اور نجران اور اس کے حاشیہ نشین اللہ کی پناہ میں ہیں، اور محمد نبی (ﷺ) کی ضمانت میں ہیں۔ ان کی جانوں، ان کے دین، ان کی زمینوں، ان کے مال و دولت، ان کے حاضر و غائب افراد، ان کے رشتہ داروں، ان کے گرجاگھروں، اور ان کے حقوق میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے گی۔ نہ ان کے کسی حق کو بدلا جائے گا، نہ ان کے مذہب میں کوئی تبدیلی کی جائے گی۔ نہ کسی پادری کو اس کے پادری کے منصب سے ہٹایا جائے گا، نہ کسی راہب کو اس کی راہبانیت سے نکالا جائے گا، نہ کسی نگران کو اس کے منصب سے ہٹایا جائے گا، اور نہ ان کے کسی چھوٹے یا بڑے مال پر قبضہ کیا جائے گا۔ نہ ان پر کوئی ذلت یا بے عزتی مسلط کی جائے گی، نہ جاہلیت کے قتل کا کوئی مطالبہ ہو گا، نہ انہیں جنگ میں بھیجا جائے گا، نہ ان پر زکوٰۃ یا کوئی اور ٹیکس لگایا جائے گا، اور نہ ان کی زمین پر کوئی فوج قدم رکھے گی۔)

اس تحریر میں اسلامی ریاست کے لیے نمایاں اصول موجود ہیں کہ وہ غیر مسلم افراد کے کونسے حقوق کے محافظ ہیں۔ اسلامی ریاست ان کی سربراہی کرے گی۔ ان کو مندرجہ ذیل حقوق دینے ہوں گے۔

- جان، مال اور عزت کا تحفظ
- سیاسی و مذہبی منصب کا تحفظ
- ناجائز قبضے سے تحفظ
- مذہبی آزادی
- مذہبی مقدسات کا تحفظ

اسلامی ریاست کو غیر مسلم آبادیوں کے حقوق کا تحفظ کرنا ہو گا۔ سیرت نبوی ﷺ کی روشنی میں اسلامی ریاست اپنا راستہ متعین کر سکتی ہے۔

5. میثاق مدینہ کی روشنی میں اسلامی ریاست کا کردار

دنیا کی تاریخ میں پہلا مکمل تحریری ریاستی دستور میثاق مدینہ ہے۔ ریاست مدینہ کے قیام کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ایک معاہدہ کیا جس کو میثاق مدینہ (constitution of Madina) کہا جاتا ہے۔ یہود کے ساتھ ہونے والا یہ معاہدہ اسلامی ریاستوں کی قانون سازی میں اہم قردار ادا کر سکتا ہے۔ یہ میثاق کی روشنی میں اسلامی ریاست ثقافتی سطح پر بہتر کردار ادا کر سکتی

ہے۔ اسلام کی حدود و قیود میں رہتے ہوئے ثقافتی قانون سازی کر سکتی ہے۔ ریاست اپنے وسائل اور طاقت کے استعمال سے سرعت اور بہتر طریقے سے ثقافتی اقدار کے تحفظ اور فروغ کا کام سر انجام دے سکتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جو معاہدہ فرمایا اس میں اسلامی حکومت کے لیے ہر پہلو میں راہنمائی موجود ہے۔ یثاق مدینہ کی چند اہم شقیں درج ذیل ہیں۔[343]

- تمام لوگ (اہل اسلام، اہل یثرب، معاہدے پر عمل کرنے والے مزید فریقین) ایک امت (قوم) ہوں گے۔
- تمام لوگ (تمام قبائل مہاجرین، انصار، یہود) دیت اپنے رواج (ثقافتی رواج کے مد نظر) کے مطابق ادا کریں گے۔
- تمام لوگ (تمام قبائل مہاجرین، انصار، یہود) اسیروں کا فدیہ اپنے رواج (ثقافتی رواج کے مد نظر) کے مطابق ادا کریں گے۔
- اہل اسلام کے لیے ان کا دین اور اہل یہود کے لیے ان کا دین (یعنی مکمل مذہبی آزادی حاصل ہو گی) قابل اطاعت ہو گا۔
- اختلاف کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی جانب رجوع کیا جائے گا۔
- تمام لوگ ظلم، فتنہ پرور اور فسادی آدمی کے خلاف ایک ساتھ ہوں گے چاہے وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔
- اہل اسلام کے مقابلے میں کسی مشرک کو پناہ نہیں دی جاسکتی۔
- اہل اسلام اور یہود جس جنگ میں شریک ہوں گے اس کے اخراجات مساوی برداشت کیے جائیں گے۔
- تمام لوگ مظلوم کے حمایتی ہوں گے۔
- انفرادی جنگ میں اہل اسلام اور اہل یہود اپنا خرچ خود برداشت کریں گے۔
- اہل اسلام اور یہود ریاست کے لیے مل کر جنگ لڑیں گے۔

---

[343] ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ص ۵۰۲۔۵۰۱

- مدینہ میں اس معاہدے پر عمل کرنے والوں کے لیے جنگ ممنوع ہو گی۔
- جنگ اور صلح میں دونوں فریقین معاہدہ موجود ہوں گے۔
- آپس میں اتفاق، اتحاد اور حسن سلوک سے وقت بسر کیا جائے گا۔

میثاق مدینہ میں جو شرائط طے پائی وہ ایک ریاست کی فلاح اور ترقی کی ضامن ہو سکتی ہیں۔ بین المذاہب ہم آہنگی کے لیے ضروری ہے کہ ان کو مکمل مذہبی، سیاسی، معاشی اور سماجی آزادی حاصل ہو۔ وہ اسلامی ریاست میں رہتے ہوئے اپنے آپ کو بیگانہ محسوس نہ کریں۔ ان کو ان کو مکمل حقوق دیے جائیں۔

رسول اللہ ﷺ نے دیت اور اسیروں کی رہائی کے لیے کوئی نیا ضابطہ مقرر نہ فرمایا بلکہ قبائلی ثقافت کے مطابق اس کو چھوڑا ۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ثقافتی اقدار کو کس قدر اہمیت دی۔ کسی کی ثقافتی اقدار کو زبردستی تبدیل نہ فرمایا۔ اہل عرب کی ثقافتی اقدار کو بھی یکسر تبدیل نہ فرمایا۔ جن اقدار میں شرک یا معاشرتی خرابیاں موجود تھیں ان کے بارے میں عملی اقدامات فرمائے۔ ثقافتی اقدار کے باب میں آپ ﷺ نے کچھ اقدار کو معمولی تبدیلی کے بعد جاری فرما دیا۔ کچھ ثقافتی اقدار کو آپ ﷺ نے اسی طرح جاری فرمایا جیسے موجود تھیں۔ ایسی ثقافتی اقدار جن میں شرک یا معاشرتی زیادتی کو ختم نہیں کیا جا سکتا تھا ان کو مکمل طور پر ممنوع قرار دے دیا۔ اسلامی ریاست کو چاہیے کہ اپنی ثقافتی اقدار کا بغور مشاہدہ کرے اور مطالعہ کے بعد اس انداز میں ایک بہتر قانون سازی کرے کہ مثبت ثقافتی اقدار کا فروغ اور تحفظ ممکن ہو سکے۔

6. جسمانی وروحانی صحت کے لیے اقدامات

اللہ تعالیٰ اس کائنات کا خالق ومالک ہے۔ وہ مخلوقات کی تمام ضروریات سے بخوبی واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جسمانی اور روحانی صحت کے لیے اسباب پیدا کیے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی مسلمانوں کو جسمانی اور روحانی صحت کا خیال رکھنے کی ترغیب دی۔ قرآن مجید میں بھی حفظان صحت کے اصول بیان ہوئے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنے مواعظ حسنہ کے ذریعے لوگوں کو صحت کے بنیادی اصول بتائے ہیں۔ انسان کے لیے دنیا میں سب سے بڑی نعمت صحت کی ہے۔ انسان کو اگر جسمانی صحت کی نعمت ملی ہو تو وہ خوش قسمت انسانوں میں شمار ہوتا ہے۔ ہر نعمت سے اس وقت ہی بھرپور فائدہ حاصل کر سکتا ہے جب اس کو صحت حاصل ہو۔ جسمانی صحت کی طرح روحانی صحت بھی ضروری ہے۔ انسان روح اور جسم سے مرکب ہے۔ جسم کو صحت کے لیے جس طرح غذا کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح روح کو بھی غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسلامی فلاسفرز نے اس پر

تفصیل سے بات کی ہے۔ روحانی صحت کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تمام چیزیں واضح فرمادی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے خود بھی ان پر عمل کیا اور اس کے فضائل اور فوائد سے لوگوں کو بھی آگاہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی صحت کی مختلف جہات کا ذکر کیا ہے۔ سب سے پہلے انسان کے کھانے کی جانب اگر دیکھا جائے تو یہی اہم اور ضروری پہلو معلوم ہوتا ہے۔ انسان اپنی خوراک کا خیال نہ رکھے تو مسائل جنم لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کی

كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا----[344]

(اور کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو)

اس آیت مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسان کو اپنی خوراک پر خصوصی توجہ دینی چاہیے۔ خوراک حلال، معیاری اور اس کے لیے مضر صحت نہ ہو۔ بسیار خوری کی ممانعت بھی قرآن مجید نے فرمادی تاکہ انسان مختلف قسم کی بیماریوں سے بچ سکے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی ارشاد فرمایا کہ

يَأْكُلُ الْمُسْلِمُ فِي مِعًى وَاحِدٍ[345]

(مسلمان ایک آنت سے کھاتا ہے۔)

انسان کو بسیار خوری سے منع کیا گیا ہے۔ اس سے صحت کے مسائل جنم لیتے ہیں۔ سستی و کاہلی انسان کے اندر آجاتی ہے۔ انسان جب بسیاری خوری کا عادی ہو جائے تو اس کی حرص میں اضافہ ہوتا ہے جو اس کو غیر اخلاقی کاموں پر مجبور کر سکتا ہے۔ اسلام اعتدال کا مذہب ہے اور ہر لحاظ سے اعتدال کو ترجیح دیتا ہے۔ اسلامی ریاست کو ان راہنما اصولوں کی روشنی میں اقدامات کرنے چاہیے۔ حلال اور معیاری خوراک کا خیال کرنا چاہیے۔ مذہبی اور ثقافتی تہواروں پر خوراک ضائع ہوتی ہے۔ رزق کی اس بے حرمتی سے بچنے کے لیے ہوٹل مالکان اور لوگوں کو گائید کیا جائے تاکہ خوارک ضائع نہ ہو۔ لوگوں کی تربیتی نشستیں ہوں جس سے ان کو صحت کی اہمیت سے آگاہ کیا جائے۔ اسلامی ریاست حلال اور حرام کا خاص خیال کرے۔

---

[344] الاعراف:31

[345] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاطعمۃ، باب یاکل المسلم فی معی واحد، ح ۵۳۹۶

اسی مضمون سے مطابقت رکھتی ہوئی ایک روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان ایک تہائی خوارک، ایک تہائی پینے کے لیے اور ایک تہائی سانس کے لیے رکھتا ہے۔ (الترمذی، السنن ۲۳۸۰)

انسان کی جسمانی صحت کا راز اس کی جسمانی حرکت پر بھی منحصر ہے۔ جس قدر انسان پیدل چلنے کو ترجیح دے گا اس کا جسم اس قدر چست اور توانا ہو گا۔ رسول اللہ ﷺ لوگوں کو جسمانی صحت کا خیال رکھنے کی تربیت فرمایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کسی بھی مثبت اور ضروری امر کی اہمیت کو بڑھانے اور جذبہ پیدا کرنے کے لیے اس کی فضیلت ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ انے جسم کی کی صحت اور مضبوطی کی اہمیت کو اجاگر کرنے لیے فرمایا کہ

الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ، خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ[346]

(مضبوط مومن اللہ کے نزدیک کمزور مومن سے بہتر اور محبوب ہے۔)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خود اس پر کتنی توجہ دیتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ خود صحابہ کرام کو جنگی مشقوں میں مصروف رکھتے تاکہ جسمانی طور پر مضبوط رہیں۔[347] یہ لوگ اسلام کے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکتے ہیں۔ عبادت، فلاح انسانی اور جہاد کے میدان میں مضبوط صحت آدمی زیادہ کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ بھی ثقافتی کھیلوں (کشتی، تلوار بازی، دوڑ) میں حصہ لیا کرتے تھے۔ ریاست مدینہ کے قیام کے بعد آپ مقابلے بھی منعقد کروایا کرتے تھے۔ اسلامی ریاست کو چاہیے کہ ثقافتی کھیلوں کو علاقائی اور قومی سطح پر متعارف کروائے۔ ریاست اپنی نگرانی میں کھیلوں کے مقابلے منعقد کروائے تاکہ لوگوں میں جسمانی طور پر صحت مند ہونے ہو جذبہ پیدا ہو۔

حصول صحت کے لیے صفائی کا بندوبست کرنا خاصہ اہمیت کا حامل ہے۔ رسول اللہ ﷺ صفائی کا خاص نظام فرمایا کرتے تھے۔ وضو اور غسل کا حکم، پاکیزہ اور صاف لباس کا حکم یہ تمام چیزیں انسانی صحت کے ضروری ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے صفائی کو ایمان قرار دیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

الطھور شطر الایمان

(پاکیزگی ایمان کا حصہ ہے۔)

---

346 القشیری، الجامع الصحیح، ح ۲٦٦۴

347 دیکھیں باب دوسوم، فصل اول، تفریحی سرگرمیاں

صفائی اور پاکیزگی ا(Hygiene)کا پیغام اسلام دیتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے خود عمل کر کے اس کی اہمیت لوگوں کو بتائی۔رسول اللہ ﷺ نے منہ کی صفائی کے لیے مسواک کا استعمال فرمایا۔اسلامی ریاست اس سے بہت کچھ سیکھ سکتی ہے کہ کیسے صفائی کے انتظام کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔قرآن مجید نے صفائی پسند لوگوں کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ[348]

(اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ کو پاکیزگی اختیار کرنے والے ہی پسند ہیں۔)

ان آیات اور احادیث نبویہ کی روشنی میں اسلامی ریاست کو چاہیے کہ عملی اقدامات کے لیے قانون سازی کریں۔لوگوں کی خوراک کی فراہمی یقینی بنانے کے ساتھ اس کا معیار پرکھا جائے۔اہل لوگوں (منصب کے لیے دنیاوی تعلیم اور اسلام کی تعلیمات سے آگاہ) کو یہ ذمہ داری سونپی جائے تا کہ کسی قسم کی رشوت اور دھوکہ بازی کے بغیر معیار پر کام ہو سکے۔پرانی اور غیر معیاری اشیاء فروخت نہ ہو سکیں۔ملاوٹ سے پاک چیزیں لوگوں کو مہیا کی جائیں۔ان سب کے ساتھ ساتھ اشیاء خورد و نوش کی قیمتوں کی بھی نگرانی کی جائے۔

جسمانی صحت کے بعد روحانی صحت بھی انسان کے لیے ضروری ہے۔عصر حاضر میں سب سے بڑا مسئلہ ڈیپریشن کا دیکھنے کو ملتا ہے۔لوگ ذہنی دباؤ کا شکار ہوتے ہیں۔مایوسی اور اکیلے پن کی کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں۔قرآن مجید اور سنت رسول ﷺ ہمیں اس کا علاج فراہم کرتے ہیں۔قرآن مجید نے پہلا نسخہ شفاء دیا۔فرمان الہیٰ ہے کہ

وَ اسۡتَعِیۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَ الصَّلٰوۃ --------- [349]

(صبر اور نماز سے مدد لو)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی جانب آنے کی دعوت دی۔اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے اور صبر کرنے سے انسان کو اللہ خاص قوت سے نوازتا ہے۔اس خاص قوت سے انسان مشکلات سے نکلنے کا حل تلاش کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔اس کی مایوسی اور پریشانی کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے۔انسان جب اللہ کی ذات سے تعلق قائم کرتا ہے تو اس کا ذکر اس کو اطمینان قلب کی دولت عطاء کرتا ہے۔ارشاد ربانی ہے۔

---

[348] التوبہ:108

[349] البقرہ:45

اَلَا بِذِكْرِ اللہ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ[350]
(خبر دار رہو! اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے۔)

اسلام نے انسان کو سنہری اصول دیا ہے کہ مصیبت، پریشانی، مایوسی یا اکیلے پن کا شکار ہو جاؤ تو اپنے رب کا ذکر کرو۔ اس کی ذات کے ساتھ اپنا تعلق مضبوط کرو۔ اس سے انسان کو ذہنی اور قلبی سکون حاصل ہوتا ہے۔ انسان کے دل و دماغ سے مادیت پرستی اور حوص نکل جاتی ہے۔ ان کے نکل جانے سے انسان شکر گزار بن جاتا ہے۔ اس روش کی وجہ سے اس کو اطمینان کی دولت مل جاتی ہے۔ انسان جب دعا کرتا ہے۔ مناجات کرتا ہے اور اپنی تکالیف، دکھ اور پریشانیاں اللہ کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے تو اس کی مدد کی جاتی ہے۔ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے دعا کے متعلق ارشاد فرمایا کہ

الدعاء مخ العبادة[351]
(دعا عبادت کا مغز (حاصل) ہے۔)

آیات قرآنی اور احادیث نبویہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی روحانی صحت جسمانی صحت کے ساتھ ضروری ہے۔ انسان جسم اور روح سے مرکب ہے۔ اس لیے برابری کی سطح پر دونوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اگر انسان محض جسمانی صحت کا خیال رکھے اور جسم کی خواہشات کی پیروی کرے گا تو روحانی سکون سے محروم ہو جائے گا۔ وہ اپنی خواہشات کی تکمیل کی خاطر ہر جائز ناجائز کام کرنے کو تیار ہو گا۔ اس سے معاشرے اور ریاست دونوں کا نقصان ہو گا۔ انسان اگر اعتدال کے ساتھ روحانی سکون کا بندوبست کرے۔ عبادات و مناجات اور مخلوق خدا کی بہتری کے لیے کام کرنے کے ساتھ اپنی جسمانی ضروریات کا بھی خیال کرے تو ضرور کامیابی کی منزل طے کرے گا۔ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ

الصدقة تطفئ الخطيئة كما يطفئ النار الماء [352]
(صدقہ ایسے گناہوں کو مٹاتا ہے جیسے آگ پانی کو بجھاتی ہے۔)

---

[350] الرعد: 28

[351] الترمذی، السنن، کتاب الدعوات عن الرسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، باب ماجاء فی فضل الدعاء، ح ۳۳۷۱

[352] ابن ماجہ، السنن، کتاب الفتن، باب کف اللسان فی الفتنۃ، ح ۳۹۷۳

حقوق العباد اور حقوق اللہ کی ادائیگی انسان کو روحانی سکون نصیب کرتی ہے۔انسان بہت کی ذہنی بیماریوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔اس لیے اسلام نے انسان کی روحانی صحت پر بھی بات کی ہے۔اخلاقی اقدار کو جب انسان اپنالے گا تو لامحالہ وہ اپنے کردار میں بہتری محسوس کرے گا۔اسلام نے انسان کی جسمانی اور روحانی ہر طرح کی صحت کی اہمیت اور ضرورت کو بیان کیا ہے۔

اسلامی ریاست ثقافتی کردار ادا کرتے ہوئے انسان کی جسمانی اور روحانی ہر طرح کی صحت کی ذمہ دار ہے۔اسلامی ریاست آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کی روشنی اپنا روڈ میپ تیار کر سکتی ہے۔اس تحقیق کے بعد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ انسانی جسمانی صحت کا خیال رکھے۔سرکاری سطح پر ریاست کی طرف سے عوام کے لیے بازاروں میں صاف ستھرے بیت خلا بنائے جائیں۔جدید آلات اور قابل معالجین کو سرکاری ہسپتالوں میں رکھ کر عوام کی جسمانی صحت کا بندوبست کیا جائے۔ہسپتالوں کی صفائی کا خاص نظام کیا جائے۔شہروں گلی کوچوں میں کچڑا نہ ہو بلکہ وہاں بھی صفائی کا مکمل نظام موجود ہو۔اسلامی ریاست کو جسمانی صحت کے ساتھ روحانی احوال کا بھی خیال رکھنا ہو گا۔ٹی وی پر، سوشل میڈیا پر اور سرکاری مراکز قائم کر کے لوگوں کو ذہنی بیماریوں سے سے آگاہ کیا جائے۔ایسے ڈاکٹرز موجود ہوں جو اسلام کا علم رکھتے ہوں تاکہ وہ ان کو مکمل طور پر راہنمائی فراہم کر سکیں۔اسلامی تعلیمات کے ذریعے ان کے مسائل کا حل ان کو بتائیں۔رمضان المبارک کے مہینے میں ٹی وی پروگراموں پر معیاری علمائے دین کو لایا جائے۔وہ لوگوں کو دین جدید دور کے تقاضوں کے مطابق سمجھا سکیں۔مختلف عنوانات عصر حاضر کی روشنی میں لا کر قرآن وسنت سے ان پر روشنی ڈالی جائے۔لوگوں کو روحانی صحت کی اہمیت اور ضرورت سے آگاہ کیا جائے۔اسلام کی اصل تعلیمات ان تک پہنچائیں جائے۔جب لوگ ان چیزوں کا سیکھیں گے تو عمل کی صورت میں مثبت نتائج مرتب ہوں گے۔یہ ریاست، قوم وملت اور معاشرے کے لیے انتہائی مفید ثابت ہوں گے۔اسلامی ریاست کو اپنا ثقافتی کردار ادا کر کے اس کے ہر پہلو پر خاص توجہ دینا ہو گی۔

خلاصہ بحث:

اسلامی ریاست خداداد قوانین پر عمل درآمد کرنے والی ریاست ہوتی ہے۔مذہب کی بنیاد پر حکومت قائم کی جاتی ہے۔اسلام ایسا جامع مذہب ہے جس میں زندگی کے ہر شعبہ سے متعلق مکمل راہنمائی موجود ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں انہی اصولوں پر عمل کرتے ہوئے ریاست کے معاملات کو چلایا۔رسول اللہ ﷺ نے قانون سازی قرآنی اصولوں کے مطابق فرمائی۔ریاستی امور میں اللہ تعالیٰ کے احکامات اور مجلس شوریٰ کی رائے سے معاملات طے کیے۔دور حاضر میں اگر کسی جگہ اسلامی ریاست قائم ہو یا کوئی ریاست اسلامی نظام حکومت کا دعویٰ کرے تو ان کو قرآن و سنت سے راہنمائی لینی ہو گی۔خدا کو حاکم اعلیٰ تصور کرنا ہو گا۔اس کے عطاء کردہ اصولوں کو اپنانا ہو گا۔ان اصولوں کی روشنی میں ہی قانون سازی اور اداروں کا قیام عمل میں لانا ہو گا۔اسلامی ریاست کی جب اسلامی اصولوں پر قائم ہو گی تب ہی ریاست فکری ترقی کر سکے گی۔عوام کے بنیادی حقوق کی فراہمی اور تحفظ کو یقینی بنانا ہو گا۔معاشرے میں امن و امان اور عدل انصاف قائم کرنا ہو گا۔تعلیم، معاش اور صحت کے برابر مواقع مہیا کرنے ہوں گے۔ثقافتی اقدار کے تحفظ اور فروغ کے لیے عملی اقدامات کرنے ہوں گے۔مذہب کی نشوونما کے لیے کام کرنا ہو گا۔معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے قانون سازی کرنی ہو گی۔غیر مسلم لوگوں کے لیے پرامن ماحول کا انتظام کرنا ہو گا۔سیاسی، معاشی اور معاشرتی ڈھانچے کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق تیار کرنا ہو گا۔ریاستی سرحدوں کی حفاظت، معاہدات اور مسلمان اقوام کے ساتھ تعلقات کو بہتری کی طرف لے جانا ہو گا۔خارجہ پالیسی کو اسلام کے اصولوں سے ہم آہنگ کرنا ہو گا۔اسلامی ریاست کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہے جب وہ خدا کو حاکم اعلیٰ تسلیم کر لیتے ہیں۔اسلامی ریاست کی اہم ذمہ داری ثقافتی اقدار کا تحفظ اور فروغ بھی ہے۔ہر معاشرے کی ثقافتی اقدار ہوتی ہیں۔رسم و رواج ہوتے ہیں۔خوشی، غمی کے سب مواقع لوگوں کی زندگیوں میں آتے ہیں۔کبھی مذہبی تہوار خوشی کا پیغام لاتے ہیں تو کبھی ثقافتی جشن زندگی میں بہار ثابت ہوتے ہیں۔ان مواقع پر ثقافتی اقدار کے مطابق خوشی اور جشن کیا جاتا ہے۔اسلامی ریاست کو ان خوشیوں کو پرامن اور محفوظ بنانے کے لیے اقدامات کرنے ہوتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے دور حکمرانی کی اگر دقت نظر سے مطالعہ کیا جائے تو رسول اللہ ﷺ کی حکمت عملی معلوم ہوتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اس معاشرے کی دینی اور سماجی لحاظ سے تربیت کی۔اہل عرب کی اکثریت سماجی اقدار سے محروم تھی۔اخلاقی اقدار کا کوئی منظم دستور موجود نہیں تھا۔دینی و مذہبی طور پر بھی پسماندگی کا شکار تھے۔رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی روشنی میں ثقافتی اقدار کے لیے ایک ضبطہ عمل بنایا۔ثقافتی اقدار کی پہچان کروائی۔دین کی بنیادوں پر ثقافتی اقدار کا تحفظ

فرمایا۔رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل اور فرمان کے ذریعے ثقافتی اقدار کے فروغ کے لیے عملی اقدامات اٹھائے۔رسول اللہ ﷺ نے ایک بہترین حکمت عملی کے تحت لوگوں میں تبدیلی پیدا کی۔ آپ ﷺ نے یک مشت تمام نظام تلپٹ نہیں کیا۔صدیوں سے چلی آرہی ثقافتی اقدار کو مکمل طور پر ختم نہیں کیا۔ثقافتی اقدار کو اسلام کے میزان پر تول کر اور اسلامی حدود کی پابندی کرتے ہوئے جاری کیا۔قابل اصلاح ثقافتی اقدار کو اصلاح کے بعد جاری کیا۔مذہبی اور معاشرتی برائیوں کا خاتمہ کیا۔رسول اللہ ﷺ نے قدیم ثقافتی اقدار جن میں کسی قسم کی کوئی برائی شامل نہ تھی اور معاشرتی اقدار کے مخلاف نہ تھیں جاری رکھا۔آپ ﷺ کی حکمت عملی نے ۲۳ برس میں عرب کے خطے میں واضح تبدیلی پیدا کی۔اسلامی ریاست کی تمام بنیادیں قرآن وسنت پر مبنی ہونی چاہیے۔اسلامی ریاست کے لیے ریاست مدینہ کا نمونہ موجود ہے۔رسول اللہ ﷺ کی حکمت عملی کا مطالعہ کرکے عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق ایک مؤثر نظام حکومت تشکیل دینا ہوگا۔اسلامی ریاست کو ثقافتی اقدار کا مطالعہ کرکے اسلامی اصولوں کے مطابق اقدار کی اجازت دینی ہوتی ہے۔خوشی کے ساتھ غم کے لمحات بھی انسانی زندگی کا حصہ ہیں ۔ بیماری،مصیبت ،موت کسی بھی وقت انسان کو کرب کی کیفیت میں مبتلا کر سکتے ہیں ۔موت ہر گھر میں واقع ہوتی ہے۔اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ موت کے وقت ثقافتی اقدار کے مطابق معاملات کرنے کی اجازت دے۔اسلامی ریاست کو اس کی بھی حد بندی کرنی ہوتی ہے کہ کوئی ایسا کام نہ ہو جو اسلامی قوانین کے خلاف ہو۔اسلامی ریاست کی ذمہ داری میں اس وقت اضافہ ہوتا ہے جب اس میں غیر مسلم لوگ بھی آباد ہوں۔اس صورت میں اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ ان کو جان،مان اور عزت کا تحفظ فراہم کرے۔ان کو مذہبی اور ثقافتی آزادی دے۔ان کی جشن کے تہوار ہوں یا غم کے لمحات ان کو اپنی رسمیں اادا کرنے دی جائیں۔اسلامی ریاست ایک ماں کی مثل ہوتی ہے جس کو اپنے تمام بچے عزیز ہوتے ہیں۔ریاست ان کے لیے ایسا پرامن ماحول بنائے کہ وہ بھی معاشرے میں عام مسلمان شہری کی طرح زندگی بسر کر سکیں۔ہر کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے سکیں۔

نتائج تحقیق:

1. اسلامی ریاست کا اولین فریضہ ثقافتی اقدار کی اشاعت ہوتی ہے۔
2. قرآن مجید نے عدل وانصاف، صبر، مساوات، شکر اور حسن بیان وغیرہ کی ترغیب دی اوران کو ثقافتی قدر قرار دیا ۔اس کے فروغ کے لیے اس پر اجر وثواب مقرر کر دیا۔
3. رسول اللہ ﷺ نے خاص حکمت عملی کے تحت عرب کی ثقافتی اقدار کو درست کیا:
   - عرب کی ثقافتی اقدار جو کہ اسلامی تعلیمات کے خلاف تھیں ان کو گناہ قرار دیا۔
   - عرب کی ثقافتی اقدار جو کہ اسلامی تعلیمات سے متصادم نہیں تھیں ان کو ثواب کا درجہ دیا۔
   - عرب کی ثقافتی اقدار جن میں برائیاں شامل کر لی گئیں تھی ان میں برائیوں کی اصلاح کر کے جاری فرمادیا۔
4. رسول اللہ ﷺ نے ثقافتی اقدار کے فروغ اور تحفظ کے لیے سزا اور جزا کا نظام قائم کیا۔
5. عصری ثقافتی اقدار کا تحفظ معلمین، عاملین اور دعات کی ریاستی سرپرستی کے بغیر ممکن نہیں ہے۔
6. اسلامی ریاست کی اندرونی ثقافتی اقدار کو مضبوط کرنے کے بعد اس ثقافت کو دوسری اقوام تک منتقل کرنے کی ذمہ دار ہے۔
7. امر بالمعروف ونہی عن المنکر اسلامی ریاست کا بنیادی اصول ہے جو ثقافتی اقدار کے فروغ اور تحفظ میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔
8. مادہ پرستی کا غلبہ معاشرتی اقدار کو متاثر کرنے میں بنیادی کردار ادا کر رہا ہے۔
9. ریاستی سرپرستی میں کھیلوں اور تہواروں کے ذریعے ثقافتی اقدار کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔
10. ثقافتی اقدار کے فروغ اور تحفظ میں تعلیمی اداروں کا کردار نہایت اہم ہے۔
11. اسلامی ریاست اور اس کے ادارے اسلامی ثقافتی اقدار کے فروغ وتحفظ کے اصل ذمہ دار ہیں۔

سفارشات:

اس تحقیق کے بعد میری نظر میں مزید جن پہلوؤں پر تحقیقی کام ہو سکتا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

1. محققین فقہی اصولوں کا مطالعہ کر کے پاکستان میں موجود ثقافتی اقدار کا فقہی تجزیہ کر سکتے ہیں۔
2. خلافت راشدہ اور دور اموی میں ثقافتی اقدار کے فروغ و تحفظ کا تقابلی مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔
3. خلافت راشدہ اور دور عباسی میں ثقافتی اقدار کے فروغ و تحفظ پر تقابلی مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔
4. خلافت راشدہ اور سلطنت عثمانیہ کے دور میں ثقافتی اقدار کے فروغ و تحفظ پر تقابلی مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔
5. اسلامی ریاستوں کے موجودہ ماڈلز (سعودی عرب، ایران اور پاکستان وغیرہ) میں ثقافتی اقدار کا تجزیہ کیا جا سکتا ہے۔
6. میڈیا کا ثقافتی اقدار پر مثبت و منفی اثرات کے حوالے سے تحقیقی مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

فہرست آیات

نمبر شمار	آیات قرآنی	سورت	آیت نمبر
1	وَ اسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَ الصَّلٰوة	البقرہ	45
2	وَ ظَلَّلۡنَا عَلَيۡكُمُ الۡغَمَامَ وَ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكُمُ الۡمَنَّ وَ السَّلۡوٰى	البقرہ	57
3	وَ اِذۡ قُلۡتُمۡ يٰمُوۡسٰى لَنۡ نَّصۡبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادۡعُ لَنَا رَبَّكَ يُخۡرِ جۡ لَنَا مِمَّا تُنۡبِتُ الۡاَرۡضُ مِنۡ بَقۡلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوۡمِهَا وَ عَدَسِهَا وَبَصَلِهَا قَالَ اَتَسۡتَبۡدِلُوۡنَ الَّذِىۡ هُوَ اَدۡنٰى بِالَّذِىۡ هُوَ خَيۡرٌ	البقرہ	61
4	قُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا	البقرہ	83
5	حُرِّمَتۡ عَلَيۡكُمُ ٱلۡمَيۡتَةُ وَٱلدَّمُ وَلَحۡمُ ٱلۡخِنزِيرِ وَمَآ أُهِلَّ لِغَيۡرِ ٱللَّهِ بِهِ	البقرہ	173
6	شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الۡهُدٰى وَ الۡفُرۡقَانِ فَمَنۡ شَهِدَ مِنۡكُمُ الشَّهۡرَ فَلۡيَصُمۡهُ	البقرہ	185
7	وَاقۡتُلُوۡهُمۡ حَيۡثُ ثَقِفۡتُمُوۡهُمۡ وَاَخۡرِجُوۡهُمۡ مِّنۡ حَيۡثُ اَخۡرَجُوۡكُمۡ	البقرہ	191
8	لَاۤ اِكۡرَاهَ فِى الدِّيۡنِ قَدۡ تَّبَيَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَيِّ	البقرہ	256
9	فَنَجۡعَلْ لَّعۡنَۃَ اللّٰہِ عَلَى الۡكَاذِبِيۡنَ	ال عمران	61
10	قُلۡ يَا أَهۡلَ الۡكِتَابِ تَعَالَوۡا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيۡنَنَا وَبَيۡنَكُمۡ	ال عمران	64
11	وَ اللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِيۡنَ	ال عمران	86
12	وَاعۡتَصِمُوا بِحَبۡلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا	ال عمران	103
13	وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ	ال عمران	104
14	كُنۡتُمۡ خَيۡرَ اُمَّةٍ اُخۡرِجَتۡ لِلنَّاسِ تَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ تَنۡهَوۡ نَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ	ال عمران	110
15	يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِىۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ نَّفۡسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَ لَقَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا وَ بَثَّ مِنۡهُمَا رِجَالًا كَثِيۡرًا وَّ نِسَآءً	النساء	1
16	لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الۡوَالِدَانِ وَالۡأَقۡرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا تَرَكَ الۡوَالِدَانِ وَالۡأَقۡرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنۡهُ أَوۡ كَثُرَ نَصِيبًا مَفۡرُوضًا	النساء	7
17	لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِمَّا اكۡتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِمَّا اكۡتَسَبۡنَ وَاسۡأَلُوا اللَّهَ مِنۡ فَضۡلِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيۡءٍ عَلِيمًا	النساء	32
18	وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِه شَيۡـــًٔا	النساء	36

36	النساء	اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا	19
54	النساء	اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِه	20
58	النساء	وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ	21
59	النساء	فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ	22
105	النساء	وَ لَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا	23
135	النساء	يٰۤاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُدَآءَ لِلّٰهِ وَ لَوْ عَلٰى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِمَا ۚ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰى اَنْ تَعْدِلُوْا	24
1	المائدہ	يٰۤاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ	25
8	المائدہ	يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰى اَلَّا تَعْدِلُوْا	26
32	المائدہ	مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا	27
38	المائدہ	وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءً بِمَا كَسَبَا	28
75	المائدہ	كَانَا يَاْكُلٰنِ الطَّعَامَ	29
14	الانعام	قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ هُوَ يُطْعِمُ وَ لَا يُطْعَمُ	30
31	الاعراف	كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا	31
144	الاعراف	كُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ	32
27	الانفال	لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ	33
57	الانفال	فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِى الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ	34
71	التوبہ	وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ	35
108	التوبہ	فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِينَ	36
119	التوبہ	يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ	37
47	یونس	وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ-فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ	38
18	ھود	اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ	39

40	قَالَ لاَ تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ ٱلْيَوْمَ يَغْفِرُ ٱللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ ٱلرَّاحِمِينَ	یوسف	93
41	اَلَا بِذِكْرِ اللہ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ	الرعد	28
42	لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْا	ابراھیم	7
43	اِنَّ اللّٰـهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ	النحل	90
44	اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ	النحل	23
45	فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ	النحل	72
46	وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّـعْمَةٍ فَمِنَ اللهِ	النحل	53
47	وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَىٰ كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا	الاسراء	70
48	وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلً	الاسراء	32
49	وَ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا	الاسراء	34
50	فَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗ اَسْلِمُوْا	الحج	34
51	وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا	النور	5
52	وَعَدَ اللهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ	النور	55
53	وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ	الشعراء	215
54	يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا	الاحزاب	70
55	قِيْلَ ادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ	الزمر	72
56	اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ	الزمر	10
57	اِنَّ اللهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ	الزمر	3
58	وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ	الشوریٰ	15
59	يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ	الحجرات	11
60	مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ	ق	18

61	لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ	الحدید	25
62	يٰأَيُّهَا ٱلَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَآءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِمْ بِٱلْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُواْ بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ ٱلْحَقِّ يُخْرِجُونَ ٱلرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَن تُؤْمِنُواْ بِٱللَّهِ رَبِّكُمْ إِن كُنتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَاداً فِي سَبِيلِي وَٱبْتِغَآءَ مَرْضَاتِي تُسِرُّونَ إِلَيْهِمْ بِٱلْمَوَدَّةِ وَأَنَاْ أَعْلَمُ بِمَآ أَخْفَيْتُمْ وَمَآ أَعْلَنتُمْ وَمَن يَفْعَلْهُ مِنكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ ٱلسَّبِيلِ	الممتحنۃ	1
63	وَ تَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا	الفجر	19
64	وَّ تُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا	الفجر	20
65	وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَ تَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ	البلد	17
66	اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ	العلق	1-5

فہرست احادیث

.1	إذا حدث الرجل الحديث ثم التفت فهي امانة	سنن ترمذی
.2	إذا وسع الله فأوسعوا، جمع رجل عليه ثيابه، صلى رجل في إزار ورداء، في إزار وقميص، في إزار وقباء، في سراويل ورداء، في سراويل وقميص، في سراويل وقباء،	صحیح بخاری

	في تبان وقباء، في تبان وقميص ـ قال وأحسبه قال ـ في تبان ورداء	
.3	إن الصدق يهدي إلى البر وإن البر يهدي إلى الجنة	صحیح بخاری
.4	إن الله جميل يحب الجمال	صحیح مسلم
.5	إن الله يبغض الفحش والتفحش	مسند احمد
.6	إن الله يعذب الذين يعذبون الناس في الدنيا	صحیح مسلم
.7	إِنَّ الْمُقْسِطِينَ عِنْدَ اللهِ عَلَى مَنَابِرَ مِنْ نُورٍ، عَنْ يَمِينِ الرَّحْمَنِ عَزَّ وَجَلَّ، وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ، الَّذِينَ يَعْدِلُونَ فِي حُكْمِهِمْ وَأَهْلِيهِمْ وَمَا وَلُوا	صحیح مسلم
.8	إن رجالا يتخوضون في مال الله بغير حق، فلهم النار يوم القيامة	صحیح بخاری
.9	إن من اخيركم احسنكم خلقا	صحیح بخاری
.10	إن من الشعر حكما	سنن ترمذی
.11	اد الامانة إلى من ائتمنك، ولا تخن من خانك	سنن ابوداؤد
.12	اشترى مني رسول الله صلى الله عليه وسلم بعيرا بوقيتين ودرهم او درهمين، قال: فلما قدم صرارا امر ببقرة، فذبحت فاكلوا منها	صحیح مسلم
.13	اعط ابنتي سعد ثلثي ماله واعط امراته الثمن وخذ انت ما بقي	سنن ابن ماجہ
.14	الا اخبركم باهل الجنة، كل ضعيف متضاعف لو اقسم على الله لابره، الا اخبركم باهل النار، كل عتل جواظ مستكبر	صحیح بخاری
.15	الدعاء مخ العبادة	سنن ترمذی
.16	السَّاعِي عَلَى الْأَرْمَلَةِ وَالْمِسْكِينِ، كَالْمُجَاهِدِ فِي سَبِيلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ	سنن نسائی
.17	الصدقة تطفئ الخطيئة كما يطفئ النار الماء	سنن ابن ماجہ
.18	الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ، خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيفِ	صحیح مسلم
.19	المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده	صحیح بخاری
.20	امر نبي الله صلى الله عليه وسلم ان ياخذ العفو من اخلاق الناس	سنن ابوداؤد

.21	امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم، ان نجهز فاطمة حتى ندخلها على علي، فعمدنا إلى البيت، ففرشناه ترابا لينا من اعراض البطحاء، ثم حشونا مرفقتين ليفا، فنفشناه بايدينا، ثم اطعمنا تمرا وزبيبا وسقينا ماء عذبا، وعمدنا إلى عود، فعرضناه في جانب البيت ليلقى عليه الثوب، ويعلق عليه السقاء، فما راينا عرسا احسن من عرس فاطمة	سنن ابن ماجہ
.22	ان ابا بكر دخل عليها والنبي ﷺعندها يوم فطر او اضحى , وعندها قينتان تغنيان بما تقاذفت الانصار يوم بعاث فقال ابو بكر مزمار الشيطان مرتين فقال النبي ﷺدعهما يا ابا بكر إن لكل قوم عيدا وإن عيدنا هذا اليوم	صحیح بخاری
.23	ان امراة سرقت على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقالوا: ما نكلمه فيها ما من احد يكلمه إلا حبه اسامة فكلمه، فقال ":يا اسامة , إن بني إسرائيل هلكوا بمثل هذا، كان إذا سرق فيهم الشريف تركوه، وإن سرق فيهم الدون قطعوه، وإنها لو كانت فاطمة بنت محمد لقطعتها	سنن نسائی
.24	ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اتى مولى له خياطا، فاتي بدباء، فجعل ياكله، فلم ازل احبه منذ رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم ياكله	صحیح بخاری
.25	ان رسول الله صلى الله عليه وسلم شرب لبنا	صحیح بخاری
.26	ان قريشا اهمهم شان المراة المخزومية التي سرقت، فقالوا: من يكلم فيها يعني رسول الله صلى الله عليه وسلم، قالوا: ومن يجترئ إلا اسامة بن زيد حب رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ فكلمه اسامة، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ":يا اسامة اتشفع في حد من حدود الله، ثم قام فاختطب، فقال: إنما هلك الذين من قبلكم انهم كانوا إذا سرق فيهم الشريف تركوه وإذا سرق فيهم الضعيف اقاموا عليه الحد وايم الله لو ان فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها	سنن ابو داؤد
.27	اناأَحَقُّ مَنْ أَوْفَى بِذِمَّتِهِ	سنن الکبریٰ
.28	انفجنا ارنبا ونحن بمر الظهران، فسعى القوم فلغبوا، فاخذتها، فجئت بها إلى ابي طلحة، فذبحها، فبعث بوركيها، او قال: بفخذيها إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقبلها	صحیح بخاری

.29	بينما رجل يجر إزاره من الخيلاء خسف به فهو يتجلجل في الارض إلى يوم القيامة	صحیح بخاری
.30	تعرق رسول الله صلى الله عليه وسلم كتفا	صحیح بخاری
.31	تفتح ابواب الجنة يوم الاثنين، ويوم الخميس، فيغفر لكل عبد لا يشرك بالله شيئا، إلا رجلا كانت بينه وبين اخيه شحناء، فيقال: انظروا هذين حتى يصطلحا، انظروا هذين حتى يصطلحا، انظروا هذين حتى يصطلحا	صحیح مسلم
.32	حق على الله ان لا يرتفع شيء من الدنيا إلا وضعه	صحیح بخاری
.33	خياركم خياركم لنسائهم	سنن ابن ماجہ
.34	خيركم خيركم لاهله، وانا خيركم لاهلي	سنن ابن ماجہ
.35	دخل علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم حين توفيت ابنته , فقال: اغسلنها ثلاثا او خمسا او اكثر من ذلك، إن رايتن ذلك بماء , وسدر واجعلن في الآخرة كافورا او شيئا من كافور، فإذا فرغتن فآذنني، فلما فرغنا آذناه فاعطانا حقوه , فقال: اشعرنها إياه تعني إزار	صحیح بخاری
.36	رايت النبي ﷺياكل الرطب بالقثاء	صحیح بخاری
.37	سابق بين الخيل التي لم تضمر وكان امدها من الثنية إلى مسجد بني زريق	صحیح بخاری
.38	طلب كسب الحلال فريضة بعد الفريضة	سنن الکبریٰ
.39	فإنه يصلي وراءك الكبير والضعيف وذو الحاجة	صحیح بخاری
.40	فضل عائشة على النساء كفضل الثريد على سائر الطعام	صحیح بخاری
.41	قبل رسول الله صلى الله عليه وسلم الحسن بن علي وعنده الاقرع بن حابس التميمي جالسا، فقال الاقرع: إن لي عشرة من الولد ما قبلت منهم احدا، فنظر إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم قال من لا يرحم لا يرحم	صحیح بخاری
.42	كان احب ماله إليه بيرحاء، وكانت مستقبل المسجد، وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يدخلها ويشرب من ماء فيها طيب	صحیح بخاری
.43	كان لاهل الجاهلية يومان في كل سنة يلعبون فيهما فلما قدم النبي صلى الله عليه وسلم المدينة قال كان لكم يومان تلعبون فيهما وقد ابدلكم الله بهما خيرا منهما يوم الفطر ويوم الاضحى	سنن نسائی

.44	كلوا الزيت فإنه مبارك، وائتدموا به	سنن الدارمی
.45	كلوا، واشربوا، وتصدقوا، والبسوا، غير مخيلة ولا سرف	مسند احمد
.46	لا تنزع الرحمة إلا من شقي	سنن ترمذی
.47	لا يحل لرجل ان يهجر اخاه فوق ثلاث ليال، يلتقيان فيعرض هذا ويعرض هذا، وخيرهما الذي يبدا بالسلام	صحیح بخاری
.48	لا يرحم الله من لا يرحم الناس	صحیح بخاری
.49	لا يستطاع العلم براحة الجسم	صحیح مسلم
.50	لاثة يؤتون اجرهم مرتين الرجل تكون له الامة، فيعلمها فيحسن تعليمها، ويؤدبها فيحسن ادبها	صحیح بخاری
.51	لان يغدو احدكم فيحطب على ظهره، فيتصدق به ويستغني به من الناس خير له من ان يسال رجلا اعطاه او منعه ذلك	صحیح مسلم
.52	لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لاَ شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لاَشَرِيْكَ لَكَ	صحیح مسلم
.53	لم نر للمتحابين مثل النكاح	سنن ابن ماجہ
.54	لما توفي ابن رسول الله صلى الله عليه وسلم إبراهيم بكى رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال له المعزي إما ابو بكر، وإما عمر: انت احق من عظم الله حقه، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ":تدمع العين، ويحزن القلب، ولا نقول ما يسخط الرب، لولا انه وعد صادق وموعود جامع، وان الآخر تابع للاول، لوجدنا عليك يا إبراهيم افضل مما وجدنا، وإنا بك لمحزونون	سنن ابن ماجہ
.55	لو كنت امراة لغيرت اظفارك يعني بالحناء	سنن ابوداؤد
.56	ليس المؤمن بالطعان، ولا اللعان، ولا الفاحش، ولا البذيء	سنن ترمذی
.57	ليس منا، من ضرب الخدود، او شق الجيوب، او دعا بدعوى الجاهلية	صحیح بخاری
.58	ليكونن من امتي اقوام يستحلون الحر، والحرير، والخمر، والمعازف	صحیح بخاری
.59	ما اكل احد طعاما قط، خيرا من ان ياكل من عمل يده	صحیح بخاری
.60	ما نقصت صدقة من مال، وما زاد الله عبدا بعفو إلا عزا، وما تواضع احد لله إلا رفعه الله	صحیح مسلم

.61	من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله حتى يرجع	سنن ترمذی
.62	من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله حتى يرجع	سنن ترمذی
.63	من علم الرمي ثم تركه فليس منا او قد عصى	صحیح مسلم
.64	من قتل معاهدا لم يرح رائحة الجنة	صحیح بخاری
.65	من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه	صحیح بخاری
.66	ورجل منع فضل ماء، فيقول الله يوم القيامة: اليوم امنعك فضلي كما منعت فضل ما لم تعمل يداك	صحیح بخاری
.67	وكان يوم عيد يلعب السودان بالدرق والحراب، فإما سالت رسول الله صلى الله عليه وسلم وإما قال: تشتهين تنظرين، فقالت: نعم فاقامني وراءه خدي على خده، ويقول: دونكم بني ارفدة حتى إذا مللت، قال: حسبك، قلت: نعم، قال: فاذهبي	صحیح بخاری
.68	ومن ستر مسلما , ستره الله يوم القيامة	سنن ترمذی
.69	يَأْكُلُ الْمُسْلِمُ فِي مِعًى وَاحِدٍ	صحیح بخاری
.70	يا عائشة ما كان معكم لهو فإن الانصار يعجبهم الله	صحیح بخاری
.71	يا عائشة ما كان معكم لهو فإن الانصار يعجبهم الله	صحیح بخاری
.72	يس المؤمن بالطعان، ولا اللعان، ولا الفاحش ولا البذي	صحیح بخاری
.73	يسروا ولا تعسروا وسكنوا ولا تنفروا	صحیح بخاری
.74	يسروا ولا تعسروا وسكنوا ولا تنفروا	صحیح بخاری
.75	ينتبذ له اول الليل فيشربه إذا اصبح يومه	صحیح مسلم
.76	يندبن من قتل من آبائي يوم بدر إذ قالت إحداهن: وفينا نبي يعلم ما في غد، فقال دعي هذه، وقولي بالذي كنت تقولين	صحیح بخاری

فہرست اماکن

صفحہ	اماکن	نمبر شمار
29	برما	1
161	بلوچستان	2
8	پاکستان	3
161	پنجاب	4

164	چترال	5
161	خیبر پختونخواہ	6
161	سندھ	7
29	شام	8
29	عراق	9
29	فلسطین	10
164	کشمیر	11
6	مدینہ	12
123	مکہ	13

مصادر و مراجع

قرآن مجید

کتب تفاسیر

1. اسرار، احمد، بیان القرآن، انجمن خدام القرآن، پشاور
2. الرزی، فخر الدین امام، مفاتیح الغیب، دار احیاء التراث العربی، بیروت، الطبعۃ الثالثۃ ۱۳۴۰ھ

3. ابو السعود، محمد بن محمد العمادی، تفسیر ابی السعود، المطبعۃ المصریہ ۱۹۲۸ء
4. الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان، دار التربیۃ والتراث، مکۃ المکرمہ
5. عبد الرحمن کیلانی، تفسیر تیسیر القرآن، مکتبۃ الاسلام ۱۴۳۲ھ
6. غامدی، جاوید احمد، البیان، ٹوپیکل پرینٹنگ پریس لاہور، ۲۰۱۸ء
7. مودودی، سید ابو اعلیٰ، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور

عربی کتب

1. الاحمد بن ابراھیم الھاشمي، جواھر الأدب في آدبیات وإنشاء لغۃ العرب، مؤسسۃ المعارف، بیروت لبنان
2. البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، الریاض، دار الاسلام ۱۹۹۹ء
3. البیھقی، ابو بکر احمد بن الحسین بن علی، السنن الکبری، دار المعرفۃ، بیروت لبنان
4. البرھان الدین، علی بن ابی بکر الفرغانی، الھدایہ، مکتبہ الرحمانیہ اردو بازار لاہور
5. الترمذی، ابو عیسیٰ محمد، السنن، دار الغرب الاسلامی، بیروت ۱۹۹۶ء
6. الجواد علی، المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، دار الساقی، بیروت لبنان، ۲۰۰۱ء
7. الحاکم، محمد بن عبد اللہ النیسابوري، المستدرک علی الصحیحین، دار الکتب العلمیہ ۱۹۹۰ء
8. ابن حجر عسقلانی، ابو الفضل احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار السلام الریاض، ۲۰۰۰ء
9. الحسین بن احمد بن حسین، شرح المعلقات السبع، دار احیاء التراث العربی، ۲۰۰۲ء
10. الخطیب، محمد بن عبد اللہ، مشکاۃ المصابیح، المکتب الإسلامي، بیروت
11. ابن خلف تبریزی، محند حسین، برھان قاطع، مطبوعاتی امیر کبیر ۱۳۳۴ھ
12. الدارمی، عبد اللہ بن عبد الرحمٰن، السنن، دار المغنی للنشر والتوزیع ۱۴۱۲ھ
13. ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، السنن، دار الرسالۃ العالمیۃ، الطبعۃ الاولی ۱۴۳۰ھ
14. السھیلی، ابو قاسم عبد الرحمٰن بن عبد اللہ، الروض الانف فی التفسیر السیرۃ النبویہ لابن ہشام، دار العلمۃ بیروت لبنان، ج۱، ص ۱۷۴
15. الشیبانی، احمد بن حنبل، مسند، محقق شعیب الارنووط، مؤسسۃ الرسالۃ ۲۰۰۱ء

16. الطبرانی، سلیمان بن أحمد، المعجم الأوسط، دار الحرمین، قاہرہ ۱۹۹۰ء

17. الطبری، محمد بن جریر، تاریخ الرسل والملوک، دار المعارف، مصر ۱۹۶۷ء

18. ابو علی الحسن بن رشیق القیروانی، العمدة في محاسن الشعر وآدابه، دار الجیل، بیروت لبنان، ۱۹۸۱ء

19. العلی الجندی، فی تاریخ الادب الجاھلی، مکتبۃ دار التراث، بیروت لبنان، ۱۴۱۲ھ

20. الفیروزآبادی، مجد الدین محمد، قاموس المحیط،، دار الحدیث ۲۰۰۸ء

21. القشیری، مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، دار الکتب، بیروت ۲۰۱۰ء

22. ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، جامع السنن والمسانید، دار الفکر ۱۹۹۴ء

23. ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنھایۃ، مرکز البحوث والدرسات الاسلامیہ والعربیہ بدار الھجر، ۱۹۹۷

24. ابن ماجہ، محمد بن یزید، السنن، دار الرسالۃ العالمیۃ، الطبعۃ الاولی ۱۴۳۰ھ

25. المحمود شکری الآلوسی، بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب، مکتبۃ ابن تیمیۃ للنشر والتوزیع، القاھرۃ، مصر، ۲۰۱۲ء

26. المحمد أحمد درنیقہ، معجم أعلام شعراء المدح النبوي، دار و مکتبۃ الھلال

27. المحمد بن یوسف الصالحي، سبل الھدی والرشاد، في سیرۃ خیر العباد، دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان

28. المحمد احمد جاد، قصص العرب، مطبعۃ عیسیٰ البابي الحلبی، القاھرۃ، مصر ۱۹۳۹ء

29. المصطفی بن حسنی السباعی، المراۃ بین الفقہ والقانون، مکتبۃ الوراق، الریاض، السعودیۃ، ۱۹۹۹ء

30. المحمد سہیل طقوش، تاریخ العرب قبل الاسلام، دار النفائس، بیروت، لبنان، ۲۰۰۹ء

31. المحمد رافت عثمان، النظام القضائی فی الفقۃ الاسلامی، دار البیان، اردن، ۱۹۹۴ء

32. المحمد بن حبیب بن أمیۃ بن عمرو الھاشمی، المحبر، دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت

33. المبارکپوری، صفی الرحمنٰ، الرحیق المختوم، دار ھلال، بیروت

34. المناوي، محمد عبد الرؤوف، فیض القدیر، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر ۱۳۵۶ھ

35. ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، دار الصادر بیروت ۱۳۰۰ھ

36. النسائی، احمد بن شعیب، السنن، المکتبۃ التجاریۃ الکبری، قاھرۃ ۱۹۳۰ء

37. الواقدی، محمد بن عمر، مغازی، دار العلمی بیروت ۱۹۸۹ء

38. ابن ہشام، عبد الملک، سیرۃ النبویۃ، مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابي الحلبی، مصر ۱۳۷۵ھ

اردو کتب

1. اُردو لغت (تاریخی اصول پر) اردو لغت بورڈ، ثقافت، محیط اردو پریس کراچی ۱۹۸۰ء
2. اردو انسائیکلوپیڈیا، ثقافت، ص515، فیروز سنز لمیٹڈ لاہور 1962ء
3. اقبال، علامہ محمد، شکوہ، لائن پبلیشر کراچی
4. سردار محمد، علمی اردو لغت، علمی کتب خانہ لاہور ۱۹۷۶ء
5. عطش دورانی, اسلامی فکر و ثقافت، ادارہ ثقافت سیالکوٹ ۱۹۹۴ء
6. عبد الحمید، ڈاکٹر، ابتدائی معاشریات، سٹینڈرڈ بک ہاوس لاہور ۱۹۹۴ء
7. علوی، مستفیض احمد، ریاست و حکومت کے اسلامی اصول، پورب اکادمی، اسلام آباد، ۲۰۱۰ء
8. مولوی فیروز الدین، فیروز اللغات، فیروز سنز لمیٹڈ ۲۰۰۵ء

English Books

1. Addison Wesley Longman, Longman Dictionary of Contemporary English, 5th ed. (London: Pearson Longman, 2009)
2. Khan, Ahmed Nabi, Islamic Architecture in South Asia: Pakistan, India, Bangladesh (Oxford: Oxford University Press, 2004).
3. Angus Stevenson, ed., Oxford Dictionary of English, 3rd ed. (Oxford: Oxford University Press, 2000)
4. Askari, Nasreen. Uncut Cloth. (London: Merrell Holberton, 1999)
5. Askari, Nasreen, and Liz Arthur. *Colours of the Indus: Costumes and Textiles of Pakistan*. (London: Merrell Holberton in association with the Victoria and Albert Museum, 1997)
6. Cambridge Dictionary of American English, 2nd ed. (Cambridge: Cambridge University Press, 2008)
7. Nestlé Pakistan, Dining Along the Indus (Pakistan: Nestlé Pakistan, 2019)

8. Tylor, Edward Burnett. Primitive Culture. (London: J. Murray, 1920)
9. Encyclopedia of Britannica
10. Ali, Mrs. Meer Hassan. Observations on the Mussulmauns of India. (London: Humphrey Milford, 1917)
11. Ministry of Information and Broadcasting (MIB) Pakistan. National Music Policy. (Pakistan: MIB, 2023)
12. Maron, Stanley. Pakistan: Society and Culture. (New Haven: Human Relations Area Files, 1957)
13. Ramzi, Shanaz. Companion to Pakistani Cuisine.(Karachi: Oxford University Press, 2023)

آرٹیکلز

1. اللہ دتہ نجمی، درخشاں (پنجاب کے پہناوئے)، نوائے وقت، 24 اپریل 2024ء
2. سعدیہ امین، پاکستان کے صوبائی لوک رقص، ڈان نیوز، 24 جنوری 2015ء
3. سندھ کے روایتی پکوان، جنگ میگزین، 18 ستمبر 2021ء
4. ڈاکٹر مستفیض احمد علوی، خلافت راشدہ کے معاشرتی احسانات، القلم، ج 12، شمارا 12، 2008ء
5. فرحہ رحمان، فنون لطیفہ کی رنگ بکھیرتی آرٹ گیلریاں، 1 مئی 2022ء
6. محمد سلیم، نکاح اور پاکستانی معاشرے میں شادی بیاہ کے مروجہ رسوم کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ، راحۃ القلوب، 3، شمارا 1، جنوری۔جون 2019ء
7. نور خان محمد، بلوچستان کے روایتی کھانے، جنگ میگزین، 24 اکتوبر 2021ء

8. Appel, Lawrence J., Thomas J. Moore, Eva Obarzanek, et al. "A Clinical Trial of the Effects of Dietary Patterns on Blood Pressure." New England Journal of Medicine 336, no. 16 (April 17, 1997
9. Hashmi, Heba. "Spinning Yarns of Identity and Evolution." The Tribune, June 21, 2015
10. Syed, Javed Haier. "Folk Music of Pakistan: Socio-Cultural Influence of Qawwali." Journal of Historical Studies 3, no. 2 (July–December 2017

11. Sadiq, Ramsha. "Famous Traditional Sports in Pakistan." September 16, 2020

12. Awais, Muhammad. "Traditional Games of Pakistan." Youlin Magazine, May 19, 2020.

13. Yousuf, Saeed. "Classical Music in Pakistan: The Impact of Partition." Biblio, 2007

Sports and Games of Pashtoons. Peshawar: Pashto Academy, August 31, 2009

websites

1. https://worldjusticeproject.org/rule-of-law-index/global
2. https://www.transparency.org/en/cpi/2023
3. https://www.pakistantoday.com.pk/2024/01/03/begging-system-in-pakistan
4. https://www.youtube.com/shorts/HfQwQtTiOxg
5. https://www.thoughtco.com/the-oxygen-trees-make-1343498
6. https://foreignpolicy.com/2021/11/29/pakistan-lahore-pollution-fossil-fuels-climate
7. https://www.climate.gov/news-features/understanding-climate/climate-change-global-temperature
8. https://hrma.punjab.gov.pk/urdu/religious_day_celebrations_for_minorities
9. http://www.visitorsheaven.com/festivals.php
10. https://olympics.com/en/news/fih-hockey-world-cup-winners-list-champions
11. http://nationalheritage.gov.pk/cusines
12. www.urdupoint.com/cooking/urdu-article/kshmirke-riwaiti-pakwaan-waza-6154